https://famousurdunovels.blogspot.com/
میرب حیات
PRIME URDU NOVELS
میرا سکون ہو تم
https://primenovels.blogspot.com/

ناول:

میرا سکون ہو تم

میرب حیات

مکمل ناول

"تم سب اندھے ہو کر بیٹھے ہوئے تھے...؟؟ یا بلکل فارغ الدماغ ہو گئے تھے سب کے سب..!! یہاں سے... اسی گھر کے گیٹ سے باہر نکلی ہے وہ اور تم لوگ کہہ رہے ہو کہ تم میں سے کسی کو پتہ ہی نہیں چلا... اگر اتنے ہی مفلوج ہو تو یہاں کیا کر رہے ہو، کہیں اور جا کر مفت خوری کرو یہاں سے نکلو، دفع ہو جاؤ سب کے سب..!!" وہ بول نہیں

رہا تھا، حقیقتاً دھاڑ رہا تھا جسکی گونج سے وہاں کھڑے تمام ملازم تھر تھر کانپ رہے تھے. اسکی آخری بات پر اُن سب نے ہاتھ جوڑ لیے تھے..

"ہمیں کچھ نہیں پتہ صاحب جب.. بی بی ہم میں سے کسی کو کچھ بتائے بغیر ہی نکل گئیں.. میں تو جی شام کا کھانا بنوا رہی تھی خانسامے سے، میں سر پر موجود نہ ہوں تو یہ کھانا خراب کر دیتا ہے.. ہم بے قصور ہیں جی آپ یہ دین محمد سے پوچھیں اسکو تو پتا ہی ہو گا..!" عمر رسیدہ ملازمہ اللہ رکھی نے اپنی صفائی پیش کی تھی مگر اسکی کشادہ پیشانی کی تیوریوں میں کوئی کمی نہیں ہوئی تھی.

دل تو کر رہا ہے ایک ایک کو نوکری سے ہی فارغ کر دوں، نکمے فارغ، بے کار اور بلکل سست ملازم رکھے ہوئے ہیں آپ نے.. ان سب کی لاپرواہی کی وجہ سے آج یہ دن دیکھنا پڑ رہا ہے مجھے.. ورنہ اگر میں اُسے اپنے فارم ہاؤس پر رکھتا تو آج یہ تکلیف نہ اُٹھانا پڑتی مجھے..!" ملازموں پر غصیلی نگاہ ڈالتے ہوئے وہ "اُن" سے مخاطب تھا جو نہایت اطمینان سے اسکا سرخ چہرہ دیکھ رہے تھے. غصے کی شدت سے اسکا منہ لال ہو گیا تھا، برداشت کی حد ختم ہو رہی تھی. اسنے انگارہ ہوتی آنکھیں چوکیدار پر ٹکائیں جو مظلومیت کی عمارت بنا ہوا کھڑا تھا.

"تم یہاں آؤ دین محمد..!" اسنے سخت لہجے میں چوکیدار کو پکارا. وہ دل ہی دل میں آیت الکرسی پڑھتے ہوئے اُس تک آیا. باقی ملازمین کی جان نکلنے لگی..

"تمہارے سامنے نکلی تھی نہ وہ..؟؟ تم نے اپنی آنکھوں سے اُسے جاتے دیکھا تھا ناں..؟؟" اسکا گریبان سختی سے دبوچتے ہوئے وہ بھول گیا تھا کہ مقابل شخص عمر میں اس سے کئی سال بڑا ہے. چوکیدار نے مدد طلب نظروں سے اپنے بڑے صاحب کیطرف دیکھا جو ذرا فاصلے پر کھڑے چھوٹے صاحب کا گرجنا اور برسنا بڑے سکون سے دیکھ رہے تھے.

"صاحب معاف کر دیں صاحب... میرا کوئی قصور نہیں ہے جی میں نے تو بی بی سے پوچھا تھا کہ وہ اکیلی کہاں جا رہی ہیں مگر انہوں نے مجھے ڈانٹ دیا اور کہنے لگیں کہ آپ سے میری شکایت کر دیں گی.." اسنے گڑگڑاتے ہوئے بار بار بتائی گئی بات ایک بار پھر دوہرائی. پچھلے چار گھنٹوں میں وہ یہ بات کئی مرتبہ وہاں موجود ہر شخص کو بتا چکا تھا مگر چھوٹے صاحب کا غصہ کسی صورت کم نہیں ہو رہا تھا.. ایک سلگتی ہوئی نگاہ چوکیدار پر ڈال کر اسنے اسے ایک جھٹکے سے پرے کیا وہ دور جا کر ماربل کے چکنے فرش پر گرا تھا. مالی بابا نے ایک ترحم آمیز نگاہ زمین پر کانپتے ہوئے چوکیدار پر ڈالی. اُنھیں عنقریب اپنی حالت خراب ہوتی نظر آ رہی تھی.

"دفع ہو جاؤ میری نظروں کے سامنے سے ورنہ ایک ایک کو آگ لگا دوں گا.!" وہ چلایا تھا.. سب ملازم منٹوں میں وہاں سے غائب ہوئے تھے. تبھی اسکا وفادار ملازم کم دوست زیادہ اسکے قریب آیا تھا.

"ہمت سے کام لیں سائیں، بی بی زیادہ دور نہیں گئی ہوں گی، مل جائیں گی آپ فکر نہ کریں..!" اسکے مظبوط کندھے پر ہاتھ رکھ کر اسنے اُسے حوصلہ دیا تھا.

"چار گھنٹے بیت چکے ہیں بخش... ایسے کیسے فکر نہ کروں، آس پاس کا سارا ایریا چھان چکا ہوں مگر وہ کہیں نہیں ہے..! میں یہ سب برداشت نہیں کر سکتا بخش، اُسے ڈھونڈو.. جلد از جلد ڈھونڈ لو اُسے ورنہ میں پاگل ہو جاؤں گا..!" بے بسی سے کہتا ہوا وہ داد بخش کو بہت تھکا ہوا لگ رہا تھا. باقی ملازموں کے ساتھ اسکا رویہ جو بھی رہے مگر داد بخش کے سامنے وہ ایک کھلی کتاب تھا. وہ تو اسکا بچپن کا ساتھی بچپن کا رازدار تھا، اسکی تڑپ اور تکلیف کو بخوبی سمجھتا تھا. داد بخش نے اُسکے شانے پر دباؤ ڈالا تھا جیسے اسے یقین دلا رہا ہو کہ وہ اسکی مشکل حل کر دے گا.. اسنے ایک نرم نگاہ داد بخش پر ڈال کر دوسری اپنے دائیں طرف چند قدموں کے فاصلے پر کھڑے اس مرد پر ڈالی جس سے اسکا بے حد

قریبی رشتہ تھا مگر وہ اسکی تکلیف پر یوں پرسکون تھے جیسے انہیں کوئی فرق ہی نہ پڑتا ہو، اسنے دُکھتی ہوئی پلکیں اٹھا کر انکی آنکھوں میں جھانکا جہاں صاف لکھا ہوا تھا..

"بتاؤ اب کیسا فیل کر رہے ہو...؟؟؟"

♦♦♦♦

"تمہیں زیادہ شوق چڑھ رہا ہے جاب کرنے کا..؟؟"عون نے اُسے سخت چتونوں سے گھورا جس نے اُسکے یوں گھورنے پر معصوم سی شکل بنالی تھی..

"کیا بتاؤں کہ کتنا شوق ہے یار..بس تم ٹانگ مت اڑانا میں پہلے ہی بتا رہی ہوں، کیونکہ میں رکنے والی نہیں ہوں.. میں یہ جاب کرونگی اور ضرور کرونگی.. خبردار جو تم نے امی کے کان بھرنے کی کوشش کی تو مجھ سے بُرا کوئی نہیں ہو گا.!"اسنے ضدی انداز اپنایا اور آخر میں اسے دھمکی دے ڈالی.

"جب تم ڈیسائیڈ کر ہی چکی ہو تو مجھ سے پوچھنے بھی کیوں آئی ہو..؟؟بس کرلو جوائن کل سے ہی، میں کون ہوتا ہوں روکنے والا..مجھے تو پہلے ہی پتہ تھا کہ ایک دن تم اپنے دو سال بڑا ہونے کا فائدہ ضرور اٹھاؤ گی.. اور لو آگیا وہ دن.!!"عون نے بچوں کی طرح منہ پھلا لیا تو وہ بے ساختہ کھکھلائی.

"عون میرے پیارے بھائی اب تو تمہارے اپنے بچے ہو جائیں گے یار اب تو بچوں کی طرح منہ بنانا چھوڑ دو..!" اسکے بالوں کو چھیڑتے ہوئے وہ مسلسل ہنس رہی تھی.

"ہاں تو..؟؟اور اس معاملے میں بھی تم نے اپنی ہی چلائی ہے خود شادی کرنے کی بجائے پکڑ کے میری شادی کروادی..!"اسکے پاس ایک اور گلہ تھا.

"یا اللہ جی کس مٹی سے بنایا ہے تُو نے اس بے وقوف انسان کو..!"اسنے آسمان کی طرف منہ کر کے مصنوعی تاسف جتایا.

"ایک تو وقت رہتے تمہاری شادی کر دی ہے ہم نے اور تم ہو کہ ہمارا احسان مند ہونے کے اور مزید شکوہ کر رہے ہو..!!" اسنے عون کو لتاڑا، بدلے میں وہ ہولے سے مسکرایا.

"زمل اب تم بات کو گھما رہی ہو یار..؟؟ سیدھے سیدھے بتا دو کہ تم یہ جاب کرنا کیوں چاہتی ہو؟؟ میری جاب کی وجہ سے پریشان ہو ناں..؟؟" وہ آجکل جاب لیس تھا اسی لیے جو بات دل میں تھی وہ زبان پر لے آیا تھا. اُسکے خدشے پر زمل نے اسے سخت نظروں سے گھورا..

"میں پاگل نہیں ہوں جو تمہاری جاب کی وجہ سے پریشان ہوتی پھروں.. میں تو یہ جاب شوقیہ کرنا چاہتی ہوں پھر ٹائمنگ بھی شارٹ ہے اور تم نہ جانے بات کو کہاں سے کہاں لے جا رہے ہو..!" اسنے عون کو خوب لتاڑا.. وہ اسکے سامنے ہامی بھر کر اسے شرمندہ نہیں کرنا چاہتی تھی اسی لیے اُلٹا اسک سے خفا ہو گئی.

"اوہ یار پلیز زمی.. اب تم تو یوں منہ مت پھلاؤ..!" عون نے نرمی سے اسے گلے لگایا.. وہ دونوں اس وقت صحن میں بچھی چارپائی پر بیٹھے ہوئے تھے. جبکہ ندا (عون کی بیوی) اور سلمٰی جہاں، برآمدے سے پیچھے بنے اپنے اپنے کمروں میں تھیں.

"ہاں تو..؟؟ تم نے سوچا بھی کیسے کہ میں گھر کے حالات یا تمہاری بے روزگاری سے نالاں ہو کر جاب کرنا چاہ رہی ہوں.. مجھے اللہ کے بعد اپنے بھائی کے زورِ بازو پر پورا یقین ہے.. تم پلیز اس طرف سے ٹینشن فری ہو جاؤ.. میں تو بس ٹائم پاس کرنے کے لیے یہ جاب کرنا چاہ رہی ہوں ورنہ عون آفندی جیسے شیر جوان بھائی کے ہوتے ہوئے زمل آفندی کو بھلا جاب کرنے کی کیا ضرورت..!" وہ کندھے اچکاتے ہوئے بڑے فخر سے بولی تھی.. عون اسکے جواب پر مطمئن سا ہنس دیا.

"تو پھر میں ڈن سمجھوں..؟؟"زمل نے معصومیت سے آنکھیں پٹپٹائیں.اسکی اس ادا پر عون نے اسکے سر پر چپت لگائی اور اثبات میں سر ہلا دیا.زمل نے "یاہو" کہہ کر چارپائی سے زمین پر چھلانگ لگائی.

"کبھی کبھی مجھے لگتا ہے کہ عون آپ سے نہیں بلکہ آپ عون سے دو سال چھوٹی ہیں..!"کامنی سی ندا اسکی اس حرکت پر ہنستے ہوئے بولی تھی،بدلے میں عون تو مسکرا دیا جبکہ زمل نے اسے خفگی سے گھورا.پھر کھسیانی ہو کر ہنس دی.

"میں آپ دونوں کے لیے ایک خوشی کی خبر لائی ہوں..!"ہاتھ میں پکڑا الفافہ اونچا کر کے ندا خوشدلی سے مسکرائی تھی.

"یہ میرا اپائنٹمنٹ لیٹر ہے مجھے پتہ ہے میڈم،لاؤ مجھے دے دو..!"زمل ہاتھ جھاڑتے ہوئے اسکی طرف بڑھی.

عون نے ٹراوزر کی پاکٹ میں ہاتھ ڈال کر کھڑا ہو گیا.

"جی نہیں..یہ عون کی جاب کا اپائنٹمنٹ لیٹر ہے..فوج میں بھرتی ہونے جا رہے ہیں میرے شوہر نامدار..!"چہکتے ہوئے ندا نے اُن دونوں بہن بھائی کو خبر دی تھی پھر خوشی سے عون کیطرف دیکھا جس کا چہرہ اس خبر پر کھل اٹھا تھا.

"کیا واقعی..؟؟؟؟"کہہ کر عون نے اسکے ہاتھ سے وہ لیٹر اچک لیا اور سطر سطر اسے پڑھنے لگا..پل میں اسکے چہرے کی ساری پژمردگی ہوا ہو گئی تھی.زمل نے بھی تشکر سے آسمان کی طرف دیکھا اور پھر شکرانے کے نفل ادا کرنے کے لیے اندر کا رخ کیا.

"اب میں تمہاری شادی کرونگا محترمہ اور تمہارے شوہر کو گھر جمائی بنا کر تمہیں اسی گھر میں رکھوں گا..!"عون نے اندر جاتی زمل کو چھیڑا..ندا اسکی بات پر قہقہ لگا کر ہنسی جبکہ زمل پلٹی تھی.

"میں تو کسی امیر زادے سے ہی شادی کروں گی.. وہ اس تین مرلے کے گھر میں نہیں رہے گا دیکھ لینا تم.."زمل نے بھی ہمیشہ کی کہی اپنی بات دوہرا کر اُسے چڑانا چاہا.

"تو پھر میں فوج کی نوکری چھوڑ کر اسکا نوکر بن جاؤنگا مگر اس سے ایک ہی ڈیمانڈ کرونگا کہ میری بہن کو لے کر یہیں ہمارے پاس رہے.."

محبت سے کہتے ہوئے وہ اسکے پاس ہی آگیا. زمل کی آنکھیں پل میں نم ہوئی تھیں..

"اب تم یوں مجھے اموشنل مت کرو اچھا جی..؟؟"اسکے کندھے پر سر ٹکاتے ہوئے وہ نم آنکھوں سمیت بولی تھی.

اسکو یوں روتے دیکھ کر عون نے ہولے سے اسکی پیٹھ تھپکی..

"شیر جوان کی بہن ہو کر رو رہی ہو.. شرم کرو یار..!"عون نے اسے پیار سے جھڑکا.. ندا انکی محبت پر خوشدلی سے مسکراتی رہی جبکہ زمل اسکے کندھے پر دھموکا جڑتے ہوئے روتے روتے ہنس پڑی.

"رحم کرو یار تمہارا یہ شیر جوان بھائی صرف اُنیس سال کا ہے.. تم جیسی اکیس سال کی بھاری بھر کم شیرنی کا یہ بھاری مکا میری جان بھی لے سکتا ہے..!"اسکی بھری بھری جسامت پر چوٹ کرتے ہوئے عون نے مصنوعی آہ بھری..

"اللہ نہ کرے..!" سلمیٰ جہاں بھی انکی باتیں سن کر برآمدے میں چلی آئی تھیں.. جبکہ انکے یوں کہنے پر انکے تینوں بچے ہنس پڑے... ندا انکی ایک قریبی دوست کی بیٹی تھی جسے محض دو ہفتے پہلے وہ سادگی سے عون کے ساتھ بیاہ کر لائی تھیں. انکا چھوٹا سا گھرانہ محبت اور اتفاق کے لحاظ سے مثالی تھا.

♦♦♦♦

"میں کیا کروں بخش... کہاں ڈھونڈوں اُسے.. زندگی بوجھ بنتی جا رہی ہے یار، کچھ کرو بخش.. میں تھک چکا ہوں.. پلیز کچھ بھی کرو مگر اُسے ڈھونڈھ لو..!"بھاری لہجے میں ٹوٹے کانچ جیسی دکھن تھی. داد بخش کا دل خون ہونے لگا..

خوشخبری

اگر آپ لکھ سکتے ہیں اور اپنے اندر کے لکھاری کو باہر لانا چاہتے ہیں تو لکھاری آن لائن میگزین آپ کو اپنی صلاحیتوں کو نکھارنے کے لئے بہت اچھا پلیٹ فارم فراہم کرتا ہے۔ لکھاری آن لائن میگزین کا حصہ بنئے اور آج ہی اپنی تحریر (افسانہ، ناول، ناولٹ، کالم، مضامین، شاعری) اردو میں ٹائپ کر کے ہمیں بھیجیں۔ آپ کی کوئی بھی تحریر ضائع نہیں کی جائے گی اور ایک ہفتے کے اندر ہمارے سب ویب بلاگز (ویب سائٹس) اور سوشل میڈیا گروپس اور پیجز پر پبلش کر دی جائے گی۔ مزید تفصیلات کے لئے ابھی رابطہ کریں۔

Wats app No :- 03335586927

Email address :- aatish2kx@gmail.com

Facebook ID :- www.facebook.com/aatish2k11

Facebook Group :- FAMOUS URDU NOVELS AND DIGEST

SEARCH AND REQUEST FOR NOVELS, NOVELS DISCUSESSION

"سائیں آپ بھول کیوں نہیں جاتے اُنہیں..؟؟ گزرے ہوئے ماضی کے ساتھ جئیں گے تو زندگی بوجھ ہی لگے گی.. اپنے حال کو سنوار لیں.. مستقبل بھی خوبصورت ہو جائے گا..!" داد بخش نے ایک بار پھر اسے سمجھانے کی کوشش کی تھی.

"یہ تم کہہ رہے ہو بخش...؟؟" اسنے ایک شکوہ کناں نگاہ داد بخش پر ڈالی تھی. اسنے تاسف سے زرخان عباسی کے تکلیف زدہ چہرے کو دیکھا.

"سولہ برس بیت گئے ہیں سائیں، آپ جیسے بندے کے لیے تو کسی کو کھوجنے کے لیے سولہ گھنٹے ہی بہت ہیں، مگر شرط یہ ہے کہ کوئی کھویا ہوا ہو.. جو خود چھپ کر بیٹھا ہو اُسے کیسے ڈھونڈھا جائے.. آپ ہی بتائیں سائیں..؟؟" اسنے نرم لہجے میں اُس پر حقیقت واضح کی تھی. زرخان نے بے بسی سے نگاہ چرا لی، آنکھیں جلنے لگی تھیں، دل کی دھڑکنیں مدھم ہونے لگیں.. اسکے یوں نگاہ چُرا لینے پر داد بخش نے ٹھنڈی آہ بھری.

"علیزہ بی بی آپکو بہت چاہتی ہیں سائیں، آپ انکا ہاتھ تھام لیں اور اپنی زندگی کی شروعات کر لیں، بڑی بی بی نے ملنا ہو گا تو ایک دن وہ خود ہی آپکو مل جائیں گی، مگر آپ انکے پیچھے یوں خود کو تباہ نہ کریں..!" اسے سگریٹ سلگاتے دیکھ وہ افسردگی سے بولا تھا.

"یہ ناممکن ہے داد بخش.. جس عورت نے میرے دن کا سکون لُوٹ رکھا ہے، پچھلے سولہ برس سے میری راتیں بے چین کر رکھی ہیں اُس سے ملے بغیر.. اُس سے اپنا سکون واپس لیے بغیر میں اپنی زندگی کیسے شروع کر سکتا ہوں.. جب میرا پورا وجود آگ میں جھلس رہا ہے تو میں کیونکر شادی کر سکتا ہوں.. نہیں، میں علیزہ کی زندگی برباد نہیں کر سکتا...!" سگریٹ کا دھواں فضا میں چھوڑتے ہوئے وہ اٹل لہجے میں بولا.

"وہ آپ سے محبت کرتی ہیں سائیں...!" داد نے اسے باور کروایا.

"مگر میں اُس سے محبت نہیں کرتا..!" اپنی سرخ آنکھیں جھپکتے ہوئے اسنے نظر داد بخش پر ٹکائی اور اسے سنجیدگی سے دیکھتے ہوئے اسنے سفاکی سے کہا تھا.

"لیکن آپ ان سے شادی کرنے کا وعدہ تو کر ہی چکے ہیں..!" داد بخش نے بھی سنجیدگی سے اسے باور کروایا. زر خان نے بے چینی سے پہلو بدلا.

"ہاں تو کرلونگا شادی.. مگر پہلے اُس سے ملوں گا.. اس سے ملے بغیر میں شادی بلکل نہیں کرونگا.!" وہ اپنی ضد پر قائم تھا.

"سائیں آپ نے جو بھی کیا وہ آپکا بچپنا تھا. اُس عمر میں چھوٹی موٹی خطائیں ہو جایا کرتی ہیں، لوگ تو جانے کیا کیا کر کے بھول جاتے ہیں اور ایک آپ ہیں کہ اتنے سال گزر جانے کے بعد بھی اُس بات کو اپنے سر پر سوار کیے خود کو برباد کر رہے ہیں... چھوڑ دیں یہ ضد، پلیز بھلا دیں اُنہیں..!" داد بخش نے اسے قائل کرنے کی ایک ناکام کوشش کی تھی.. اسکی بات پر وہ دھیرے سے ہنس دیا، ایک تلخ ہنسی جس نے داد کو تکلیف سے دوچار کیا. سگریٹ کے بچے ٹکڑے کو ایش ٹرے میں مسل کر اسنے دوسری سگریٹ سلگائی اور ہونٹوں میں دبا کر اسکی طرف رخ کیا..

"تمہارا مسلہ پتہ کیا ہے بخش..؟؟" اسنے بخش کی آنکھوں میں جھانکا. جس نے فوراً نگاہ جھکائی. زر خان دوبارہ ہنس پڑا..

"تمہارا مسلہ یہ ہے کہ تمہیں میری محبت میں کچھ نظر نہیں آتا.. جو میں کرتا ہوں وہ غلط بھی ہو تو تمہیں صحیح لگتا ہے، اور مجھے اس تکلیف سے باہر نکالنے کے لیے تم نے ابھی جو بکواس کی ہے وہ بے اثر رہی ہے.. وہ بات 'چھوٹی موٹی' نہیں تھی داد بخش...!!!!" کہتے کہتے وہ آخر میں تلخ ہو گیا تھا. آنکھوں میں جنون اتر آیا تھا.. داد بخش نے اسکے ہاتھ سے سگریٹ لے لی جو سلگ کر اسکی انگلیاں جلا رہی تھی مگر اسے پرواہ ہی کب تھی..؟؟؟

♦♦♦♦

"اب بس بھی کردو میری چندا.. اتنا پریس کروگی تو یقیناً یونیفارم جلا ہی دو گی تم.. پھر صبح پہن کر جانا وہ ہی پرانا والا..!" بار بار یونیفارم کو پریس کرتی محرم کو دیکھ کر وہ ہنستے ہوئے بولی تھیں..

"مومی آپ ناں... باز آجائیں اچھا.. ہر وقت میرا مذاق اڑاتی رہتی ہیں آپ..!" انکے یوں تنگ کرنے پر وہ تنک کر بولی. وہ مزید کھکھلائیں..

"ہاں تو..؟؟ اپنے کام بھی تو دیکھو ناں.. آلریڈی پریس یونیفارم کو بار بار پریس کر رہی ہو..!" انہوں نے اسکے سر پر ہلکی سی چپت لگائی.

"جی ہاں کیونکہ کل مجھے سٹیج پر بلایا جائے گا.. سب سٹوڈنٹس کا فوکس مجھ پر ہی ہوگا اور اگر میرا یونیفارم ہی ٹھیک سے پریس نہ ہوا تو کتنی شرمندگی ہوگی.. آپ ہی بتائیں ناں..؟؟" یونیفارم کو ہینگر میں لٹکاتے ہوئے محرم نے انہیں اپنے تئیں سمجھایا.

"ہوں یہ تو ہے..!" انہوں نے اُسی کے انداز میں معصومیت سے سر ہلایا.. محرم ہنس پڑی...

"اچھا آپکو ایک اور مزے کی بات بتاؤں..؟؟" چٹکی بجاتے وہ پرجوش سی بولی. پھر چوکڑی مار کر زمین پر بچھی چٹائی پر بیٹھ گئی. انہوں نے چہرے پر تجسس سجایا اور اپنی معصوم بیٹی کی طرف دیکھا.

"ہاں ہاں بتاؤ..!" وہ بھی اسکے پاس ہی بیٹھ گئیں.

"ردا بتا رہی تھی کہ میڈم نے لاہور سے مہمان خصوصی بلائے ہیں.. اب مجھے ڈبل انعام ملے گا.. پتہ ہے کیسے؟؟" اپنی ذہین آنکھوں میں اشتیاق بھر کر محرم نے ایک بار پھر انہیں سسپنس میں مبتلا کرنا چاہا.

"کیسے..؟؟" انکے لبوں کی مسکراہٹ گہری ہوئی..

"وہ ایسے کہ ایک انعام تو مجھے گورنمنٹ کی طرف سے ملے گا اور دوسرا وہ گیسٹ آف آنر دیں گے جو لاہور سے آئیں گے..!" محرم نے مسکراتے ہوئے انہیں اپنے تئیں خوش کیا تھا اور وہ اسے دکھانے کو خوش ہو بھی گئی تھیں..

"ارے واہ یہ تو بہت اچھی خبر سنائی ہے تم نے..یعنی کہ اب مجھے بھی ڈبل ٹریٹ ملے گی..؟؟" ایک آنکھ دباتے ہوئے انہوں نے محرم کے انداز میں ہی بات کی تھی..

"مومی پلیز ڈونٹ کاپی مائے سٹائل..!" اُنکے یوں آنکھ دبا کر بات کرنے پر وہ مصنوعی خفگی سے چیخی تھی..بدلے میں وہ کھلکھلا کر ہنسی تھیں..

"اوکے بی سیریس ناؤ...!" محرم نے چہرے پر بڑے سنجیدہ تاثرات سجائے تھے۔انہوں نے بھی اسے فالو کیا اور سنجیدہ شکل بنالی۔وہ یونہی اسکے ساتھ بچی بن جایا کرتی تھیں۔

"اوکے ایم سیریس..!" انہوں نے ہاتھ سے وکٹری کا نشان بنایا..

"ہاں تو میں کہہ رہی تھی کہ کل جو پیسے مجھے ملیں گے میں اُن سے آپکا علاج کرواؤں گی..پھر جب آپ ٹھیک ہو جائیں گی تو...!" اسکی بات پوری نہیں ہو پائی تھی انہوں نے بیچ میں ہی اسے ٹوک دیا..

"کیوں مجھے کیا ہوا ہے جو تم میرا علاج کرواؤ گی..؟؟" انہوں نے خفگی جتائی..

"زیادہ بنیں مت..مجھے سب پتہ ہے جو آپ مجھ سے چھپ چھپ کر اپنا سر دباتی رہتی ہیں ناں..؟؟ اور میڈیسن بھی لیتی ہیں مجھے سارا پتہ ہے..اسی سر درد کی وجہ سے تو آپکے بال بھی کتنے ہلکے ہوتے جا رہے ہیں اور مومی آپکی آئی بروز بھی وائٹ ہو رہی ہیں..اینڈ آئی ڈونٹ لائک آل دِز..!" وہ منہ بسور کر بولتی انکے دل پر آریاں چلا گئی تھی.

"میری چندا یہ تو معمولی سا سر درد ہے، کبھی کبھار ہو جاتا ہے اسکا مطلب یہ تھوڑی ہے کہ مجھے علاج کی ضرورت ہے.. میں بلکل ٹھیک ہوں تم اُن پیسوں سے اپنے لیے ڈھیر ساری شاپنگ کرلینا..!" اسے پیار سے پچکارتے ہوئے انہوں نے اسے مطمئن کرنا چاہا..

"مومی آپ کیوں بھول رہی ہیں کہ میں نے بائیو کے ساتھ میٹرک میں ٹاپ کیا ہے، مجھے سب کچھ نہیں پتہ مگر اتنی نادان بھی نہیں ہوں میں.. کل سکول سے آتے ہی میں آپکو ہاسپٹل لے کر جاؤں گی آپ تیار رہئیے گا اور بس..!" محرم نے انہیں ڈپٹنے کے سے انداز میں کہا تھا. اسکے یوں تحکم بھرے انداز پر وہ ہنسنے لگیں..

"اتنی بڑی ہوگئی ہے میری بیٹی کہ مجھے خود ہاسپٹل لے کر جائے گی..؟؟" انہوں نے اپنی آنکھیں پھیلا لیں..

"جی ہاں بلکل.. مادام محرم ٹھیک پانچ ماہ چار دن بعد پورے سولہ برس کی ہو جائیں گی..!" اسنے مصنوعی کالر اکڑائے.

"اچھا جی جیسے مجھے تو پتہ ہی نہیں کہ میری بیٹی سولہ برس کی ہونے والی ہے.. میں تمہاری مومی ہوں ڈارلنگ تم میری مومی بننے کی کوشش مت کرو، میں بلکل ٹھیک ہوں اور ہاسپٹل نہیں جاؤں گی.. اور تم اب یہ لائٹس آف کرو اور ادھر میرے پاس آکر لیٹ جاؤ..! جلدی سے شاباش..." کہہ کر قمیض کی شکنیں درست کرتی وہ اُٹھ کھڑی ہوئیں اور کمرے میں بچھے واحد پلنگ پر جا کر لیٹ گئیں.. محرم نے خفگی سے انکی جانب دیکھا مگر وہ مسکراہٹ دبا کر کروٹ بدل گئیں.

"میں بھی جب بڑی ہو جاؤں گی ناں تو گن گن کر بدلے لُوں گی آپ سے، جب میرے سر میں بھی ایسے درد ہوا کریگا ناں تو میں آپکو ہرگز نہیں بتاؤں گی اور چپکے چپکے آپکی طرح ہی رویا کرونگی اور پھر جب آپ مجھے ہاسپٹل جانے

کا کہیں گی تو میں بھی ایسے ہی کروں گی جیسے ابھی آپ نے میرے ساتھ کیا ہے..!" بھرائی ہوئی آواز میں بولتی وہ اُنکو اندر تک ہلا گئی تھی. وہ تڑپ کر سیدھی ہوئیں..

"محرم........!" انکی آواز میں واضح تڑپ تھی جبکہ وہ انکی پائنتی بیٹھی رو رہی تھی.

"پاگل ہو گئی ہو تم.. اتنی سی بات پر اتنا بڑا ابڑا بھی سوچتا ہے کوئی..؟؟ خبردار جو آئندہ اپنے منہ سے ایسی کوئی بات نکالی تو ہمیشہ کیلیے ناراض ہو جاؤں گی میں تم سے..!" اُسے اپنے سینے سے لگاتے ہوئے وہ خود بھی رو پڑیں..

"ہاں تو پھر آپ بھی کیوں ضد کر رہی ہیں..؟؟ ابھی تو آپ فورٹی کی بھی نہیں ہوئیں اور آپکی آئی بروز وائٹ ہو رہی ہیں.. بال بھی اتنی تیزی سے جھڑتے ہیں... آپ بس چپ چاپ کل میرے ساتھ ہاسپٹل چلیے گا، ہم ڈاکٹر سے پوچھیں گے کہ کس وجہ سے آپ کے سر میں اتنا درد رہتا ہے.. وہ سب بتا دے گا تو پھر میں آپکا پراپر علاج کرواؤں گی..!" وہ تو سب کچھ پلان کیے بیٹھی تھی.

"اچھا ٹھیک ہے میری ماں.. کہو تو ابھی چلتے ہیں مگر تم اب یہ رونا بند کر دو پلیز..!" انہوں نے نرمی سے اسکے آنسو صاف کیے.. انکے ہامی بھرنے پر اسکا چہرہ کھل اٹھا..

"تھینکس مومی..!" وہ خوش ہوتے ہوئے ان سے لپٹ گئی. انہوں نے چپکے سے اپنی آنکھ سے نکلتا آنسو صاف کیا..

"ویسے تمہیں کیسے پتہ لگا کہ میں ابھی فورٹی کی بھی نہیں ہوئی..؟؟" اسکی پونی کھینچتے ہوئے پوچھا. محرم نے ایک آنکھ دبا کر زبان ہونٹوں سے باہر نکالی..

"پرسوں صفائی کرتے میں آپکا آئی ڈی کارڈ ملا تھا.. اُس پر دیکھی تھی آپکی ڈیٹ آف برتھ..!" اسنے ہنستے ہوئے بتایا. انہوں نے مسکراتے ہوئے اثبات میں سر ہلا دیا..

♦♦♦♦

"شہباز اینڈ سنز" جوائن کیے آج اسے ساتواں دن تھا مگر ابھی تک ایم-ڈی کے حضور پیشی نہیں ہوئی تھی اسکی.. اسکا انٹرویو بھی مینیجر اور چند دوسرے کولیگز نے ہی لیا تھا..

اپنے چند سینئرز سے اسکی اچھی خاصی سلام دعا ہو چکی تھی. سارا اسٹاف ہی کوآپریٹو تھا اور اسی وجہ سے وہ چند دنوں میں ہی کام کو بہت جلد سمجھ گئی تھی. شروع کے تین دن تو اُس سے اکاؤنٹنٹ کا کام لیا گیا تھا مگر پچھلے چار دن سے اسنے ریسیپشنسٹ کی سیٹ سنبھالی ہوئی تھی. بقول سٹاف ممبرز کے "ایم-ڈی کافی سخت مزاج ہیں" مگر چونکہ آجکل وہ آوٹ آف کنٹری تھے اسی لیے زمل کی جاب روٹین میں تو فی الوقت راوی چین ہی چین لکھ رہا تھا.. گھڑی صبح کے نو بجا رہی تھی اور وہ مطمئن سی اپنی سیٹ پر بیٹھی کمپیوٹر پر کچھ ٹیلی ورکنگ کر رہی تھی.. مینیجر نے صبح آتے ہی اسے آرڈر دے دیا تھا کہ ساڑھے نو بجے کے بعد کانفرنس روم میں میٹنگ ہے اور کسی بھی ایریلیٹو پرسن کو کانفرنس روم والی سائیڈ پر اینٹر بھی مت ہونے دینا.. کی-بورڈ پر چلتی اسکی انگلیوں کے ساتھ ساتھ اسکی سبز آنکھیں اینٹرینس سے داخل ہونے والے ہر شخص پر نظر رکھے ہوئے تھیں. سارا اسٹاف اپنے کام میں مصروف تھا جبکہ چند سٹاف ممبرز کی ٹائمنگ گیارہ بجے کے بعد سٹارٹ ہونے والی تھی. زمل مکمل تندہی سے اپنے کام میں مصروف ہو گئی.. وہ بڑے انہماک سے مونیٹر کی سکرین پر نگاہ ٹکائے ہوئے تھی جب اسکی نظر گلاس ڈور دھکیل کر اندر داخل ہوتے اُس شخص پر پڑی.. رف سے حلیے میں شان بے نیازی سے چلتا ہوا وہ شخص اُسی طرف آ رہا تھا.

زمل مطمئن ہو کر دوبارہ مونیٹر سکرین کیطرف متوجہ ہوئی کیونکہ جانتی تھی کہ ہر آنے والے کی طرح وہ شخص بھی پہلے اسی کے پاس آئے گا مگر دفعتاً اسے چونکنا پڑا.. ریسیپشن پر رکنے کی بجائے وہ کانفرنس روم کی طرف جاتے کوریڈور کی طرف مڑ گیا، ایک پل کو تو وہ ہونق رہ گئی کہ اب کیا کرے مگر اگلے ہی پل پھرتی سے اسکی طرف دوڑ لگائی تھی..

"اوہیلو مسٹر رکیے پلیز..!" کہتی ہوئی وہ جلدی سے اسکے سامنے آئی تھی..بھاگنے کے باعث سانس پھول گیا تھا جبکہ یوں راستہ روکے جانے پر مقابل کی کشادہ پیشانی پر بل پڑ گئے تھے.زمل نے اوپر سے لے کر نیچے تک اُس شخص کو دیکھا جو بلیک ٹراوزر اور بلیک ہی ٹی شرٹ میں ملبوس اپنی شاندار ہائٹ میں بلکل بھی عام نہیں لگ رہا تھا..

"کون ہیں آپ اور ادھر کدھر جا رہے ہیں..؟؟" سختی سے کہتے ہوئے زمل نے کانفرنس روم کیطرف اشارہ کیا..

"سوری ٹو سے بٹ مینرز نام کی کوئی چیز نہیں ہے کیا آپ میں..؟؟میں وہاں ریسیپشن پر بیٹھی آپکو نظر نہیں آرہی تھی جو آپ یوں دندناتے ہوئے اسطرف آگئے..؟؟" وہ غصے سے بولتی چلی گئی.اسے اس شخص پر غصہ آرہا تھا جو بنا اپنا کارڈ دکھائے سیدھا کانفرنس روم کیطرف چلا آیا تھا.اگر وہ اندر چلا جاتا تو مینیجر سے اسکی شامت پکی تھی اور ابھی اسکی جاب نئی نئی تھی لہٰذا وہ ابھی تو اپنی شامت افورڈ نہیں کر سکتی تھی جبکہ باس بھی آوٹ آف کنٹری تھے...

"یور گُڈ نیم پلیز..؟؟" مقابل نے کوئی جواب دینے کی بجائے الٹا اُسی سے اس کا نام پوچھ لیا تھا..چہرے کے تاثرات ناقابل فہم تھے..کلین شیو میں اسکا نکھرا ہوا چہرہ بے حد بھلا لگ رہا تھا..مگر زمل کو تو اپنی جاب کی پڑی تھی.

"ناٹ مائن..یور گڈ نیم پلیز..؟؟"زمل نے سخت چتونوں سے اُسے گھورا.اسکے یوں گھورنے پر شاہ کے چہرے پر ناگواری در آئی..

"آپ جانتی بھی ہیں کہ کس سے بات کر رہی ہیں آپ..؟؟"اسنے سرد لہجے میں زمل کو جیسے چیلنج کیا تھا.وہ تپ گئی.

شاہ نے آنکھیں سکیڑ کر کچھ حیرت سے اسکے سرخ پڑتے رخسار دیکھے.

"دیکھئے مسٹر..میں واقعی نہیں جانتی کہ میں کس سے بات کر رہی ہوں اور نہ ہی جاننے کا شوق رکھتی ہوں بٹ اٹس مائے ڈیوٹی سو پلیز آپ وہاں ریسیپشن پر آئیں،اپنا کارڈ دکھائیں اور ویٹنگ ایریا میں ویٹ کریں..میں مینیجر صاحب کو بتا دیتی ہوں آپکے بارے میں بٹ فرسٹلی یو ہیو ٹو ٹیل می اباوٹ یور سیلف..!"ریسیپشن کی طرف پلٹتے ہوئے

زمل نے سنجیدگی سے کہا.. شاہ نے ایک گہری نگاہ اُس لڑکی پر ڈالی جس کا کانفیڈینس قابل دید تھا پھر اسکے ریسپشن تک پہنچنے سے پہلے اس سے آگے بڑھا تھا اور کوریڈور کے لاسٹ پر بنے ایم-ڈی کے آفس روم میں گھس گیا.. زمل کی جان پر بن آئی کہ جانے کون تھا جو یوں باس کے آفس روم میں گھس گیا تھا. زمل نے اس مصیبت سے نبٹنے کو باس کے روم کیطرف دوڑ لگائی.. تبھی اسے پیچھے سے مس ثنا نے آواز لگائی تھی.. ثنا اس سے دو سال سینئر تھی اور باس کی پرسنل سیکرٹری تھی. وہ خوفزدہ سی پلٹی تھی.

"و...وہ.. مس... ثنا.." زمل ہکلائی تھی..

"بے وقوف یہاں کیا کر رہی ہو..؟؟ جسٹ گو اینڈ ہولڈ یور سیٹ.. باس واپس آگئے ہیں مجھے مینجر نے بتایا ہے.. آج دفتر آئیں گے بس آتے ہی ہوں گے اگر انہوں نے خالی ریسیپشن دیکھ لیا تو تمہیں نوکری سے نکال دیں گے جاؤ جا کر اپنی سیٹ پر بیٹھو..!!" ثنا نے اسے آہستگی سے ڈپٹا تھا. وہ سب بھول بھال کر اپنی سیٹ کی طرف دوڑی. دل دھک دھک کر رہا تھا یقیناً آج اس کمپنی میں اسکا آخری دن تھا کیونکہ اسکی آنکھوں کے سامنے ایک ایریلیٹو پرسن ایم-ڈی کے آفس روم میں جا گھسا تھا اور وہ ڈر کے مارے کسی کو بتا نہیں پائی تھی.. کتنی دیر تک تو وہ آفس میں کسی ہنگامے کی منتظر رہی مگر جب سبھی اپنے کام میں مصروف رہی تو خود بھی پرسکون ہو گئی.

وہ خود بھی کام میں لگ کر بھول بھال گئی. گھڑی کا چھوٹا ہندسہ شام کے چار بجا رہا تھا جب اسے باس کے حضور پیشی کا آرڈر ملا تھا.. زمل نے چونک کر اپنے سر پر کھڑی مس ثنا کو دیکھا تھا.. اس نے بمشکل خود کو کہنے سے روکا تھا کہ اُس نے تو باس جیسی کسی شے کو آفس آتے نہیں دیکھا تھا مگر مصلحتاً خاموش رہی..

"ہوائیاں کیوں اُڑ رہی ہیں تمہاری..؟؟ ریلیکس یار، بس جو بھی وہ پوچھیں ہوں ہاں میں جواب دے دینا.. چلو اب جلدی سے جاؤ..!" ثنا نے اُسے ہاتھ سے پکڑ کر کھڑا کر دیا. وہ خشک پڑتے لبوں کو تر کرتے ہوئے مرے مرے

قدموں سے باس کے آفس روم تک آئی.. گلاس ڈور کو زرا سا دھکیل کر اسنے اندر جھانکا.. پورا روم خالی تھا، زمل کو حیرت ہوئی مگر تبھی اسکی نگاہ باس کی چیئر پر پڑی جسکا رخ دائیں طرف تھا.. ٹیبل پر ایک ہاتھ دھرا ہوا تھا جبکہ وہ خود شاید نیچے جھکے کچھ ڈھونڈ رہے تھے.. زمل صرف اُنکے گھنے بال دیکھنے میں کامیاب ہو پائی تھی.. کچھ دیر تو انہیں کھڑ پٹر کرتا دیکھتی رہی پھر ہمت کر کے وہ بولی تھی.

"مے آئی کم اِن سر..؟؟"اسکی کانپتی آواز پر وہ اپنی مصروفیت ترک کر کے سیدھے ہوئے تھے اور نتیجتاً جو چہرہ زمل کے سامنے آیا تھا اسے دیکھ کر اسکی چیخ نکلتے نکلتے بچی تھی. دفعتاً مس ثنا نے اسے پیچھے سے ہلکا سا پُش کیا تھا اور آہستہ سے "بیسٹ آف لک" کہہ کر دروازہ بند کر کے پلٹ گئی.. اب وہ بلکل دروازے سے چپکی کھڑی ایم-ڈی شہباز حسن کو دیکھ رہی تھی جو نہایت اطمینان سے ریوالونگ چیئر پر سیدھے ہو کر بیٹھ چکے تھے..

"تو آپ ہیں نیو ریسیپشنسٹ..؟؟"انکا بھاری مگر طنزیہ لب ولہجہ زمل کو ہوش میں لے کر آیا تھا.

"آ.....آپ...؟؟؟"اسکے حلق سے پھنسی پھنسی سی آواز نکلی. شہباز حسن نے اسکی غیر ہوتی حالت دیکھ کر بمشکل اپنی مسکراہٹ روکی.

"جی میں ہی ہوں..سِٹ پلیز..!"انہوں نے اسے بیٹھنے کا اشارہ کیا تھا. انگلیاں چٹخاتے ہوئے وہ انکے ٹیبل کے اس پار رکھی چیئر گھسیٹ کر بیٹھ گئی. شہباز حسن نے بغور اسکی سبز آنکھوں میں اڈتی نمی کو دیکھا جسے وہ پلکیں جھپک جھپک کر اپنے اندر اتارنے کی کوشش کر رہی تھی.

"صبح آپ نے میرا نام پوچھا تھا..بتا دیتا ہوں کہ خاکسار کو شہباز حسن کہتے ہیں مگر یہاں، اس دفتر میں سب مجھے "سر" کہتے ہیں، آپ بھی مجھے سر ہی کہیں گی..ناؤ ٹیل می یور گُڈ نیم پلیز..؟؟"اپنے مزاج کے خلاف وہ اُس سے کافی نرمی سے بات کر رہے تھے.

"ہممم....زمل آفندی..!" انکے نرم رویے پر وہ کچھ پراعتماد ہوتے ہوئے بولی تھی.

"ممممم...تو بی-کام کیا ہوا ہے آپ نے..؟؟" بھاری سنجیدہ آواز اسکا دل دھڑکا رہی تھی. رف حلیے میں بھی وہ شخص بلاشبہ اتنا ہی شاندار تھا کہ زمل آفندی اس سے نگاہ نہیں ملا پا رہی تھی.

"جی سر..!" مٹھیوں کو سختی سے بھینچ کر اسنے بڑی ہمت سے جواب دیا تھا. جانے کون سا جادو تھا مقابل کی شخصیت میں کہ اُس جیسی کانفیڈنٹ لڑکی کی ہتھیلیاں عرق آلود ہو رہی تھیں.

"اکاؤنٹنٹ کی بجائے ریسیپشنسٹ کی جاب کو کیوں ترجیح دی آپ نے..؟؟" ایک اور سوال کیا گیا تھا. اسکے سوال پر جب سے ادھر اُدھر دیکھتی زمل نے نگاہ اٹھا کر شاہ کی طرف دیکھا تھا جو بے تاثر نگاہوں سے اسی کی جانب دیکھا رہا تھا.. زمل نے خود کو ڈپٹا اور اپنا اعتماد بحال کرنے کی بھرپور کوشش کی.

"ایکچلی سر.. میں نے یہاں اپلائی تو اکاؤنٹنٹ کی جاب کے لیے ہی کیا تھا بٹ میرے جوائن کرنے کے دو دن بعد ہی ریسیپشنسٹ نے ریزائن کر دیا تھا اس لیے پچھلے دو چار دن سے میں، سر خالد (مینیجر) کے کہنے پر ریسیپشنسٹ کی سیٹ پر کام کر رہی ہوں..!" اسنے تقریباً مظبوط لہجے میں تفصیل سے جواب دیا تھا. شاہ نے اثبات میں سر ہلایا..

"ہوں..اوکے،...ریسیپشنسٹ کا ارینج ہو جاتا ہے تو پھر آپ اکاؤنٹنٹ کا ہی چارج سنبھالیں گی..!" شہباز حسن نے سنجیدگی سے کہا..

"جی سر..!" وہ تندہی سے بولی.

"ٹھیک ہے، اب آپ جا سکتی ہیں.. اینڈ اگر آپکو یہاں کسی بھی قسم کی پرابلم ہو تو وداؤٹ ہیزیٹیشن آپ ڈائریکٹ مجھے میرے آفس میں آکر بتا سکتی ہیں..!!" انہوں نے نرمی سے کہا.

"تھینکس سر..!" وہ ہولے سے مسکرا کر بولی. شاہ نے اثبات میں سر ہلایا.. وہ جانے کے لیے پلٹی، پھر ایک پل کو رکی تھی اور مڑ کر شہباز حسن کی طرف دیکھا. وہ اُسی کی جانب متوجہ تھے.

"صبح والی بدتمیزی کے لیے... ایکسٹریملی سوری سر.. ایکچلی میں نے... آ... آپکو پہچانا نہیں، آئی مین میں نے پہلے کبھی آپکو دیکھا ہی نہیں تھا تو بس اسی لیے...!" زمل نے شرمندگی سے کہا. نگاہیں جھکائے ایکسکیوز کرتی وہ بہت معصوم لگ رہی تھی، اسکی بات پر مقابل کے لبوں پر ایک خوبصورت تبسم بکھر گیا.. انکی خاموشی محسوس کر کے زمل نے نگاہ اٹھائی تھی مگر اُنکو نرمی سے مسکراتے دیکھ زمل کی ہارٹ بیٹ مس ہوئی تھی. اسنے گھبرا کر اپنے دل پر ہاتھ رکھ لیا.. پھر انہیں اپنی جانب متوجہ دیکھ کر فوراً ہی نیچے بھی کر لیا تھا. یہ کیا ہو رہا تھا اُسے..!!

"اٹس اوکے مس زمل.. جس حلیے میں، میں آج آفس آیا تھا ایسے میں آپکا کنفیوژ ہونا کوئی انوکھی بات نہیں ہے.. ڈونٹ بی وریڈ... اٹس آل اوکے..!" شاہ نے نرم مگر سنجیدہ لہجے میں کہا. وہ اثبات میں سر ہلاتے ہوئے فوراً وہاں سے نکلی تھی. جبکہ شہباز حسن نے اس بے وقوف لڑکی کے بارے میں سوچتے ہوئے اپنی ہنسی دبائی.. پھر سر جھٹک کر اپنا لیپ ٹاپ کھول کر اپنے کام میں مصروف ہو گیا مگر زمل آفندی پھر ٹھیک سے اپنے کام میں مصروف نہیں رہ پائی تھی..

♦♦♦♦

وائٹ بی-ایم-ڈبلیو کا دروازہ کھول کر اسنے کچی زمین پر مظبوط قدم رکھے تھے. اپنا قیمتی موبائل اور بلیک گاگلز داد بخش کے ہاتھ میں تھماتے ہوئے اسنے اپنے سامنے کھڑی گورنمنٹ سکول کی اس عمارت کو دیکھا جو جانے کتنے سال پرانی تھی. زرخان نے دوسری نگاہ داد بخش پر ڈالی.. نگاہ میں واضح خفگی و ناراضگی تھی.

"اس کام کے لیے تم خود بھی آ سکتے تھے شاید...!!!" انداز بےزاریت سے بھرپور تھا.

"بڑے صاحب کا حکم تھا کہ ادھر آپ ہی آئیں گے..!" اسنے مسکراہٹ دبا کر مؤدب انداز میں کہا.

"ہاں خود تو وہ لمبے ٹور پر نکل گئے ہیں،، لے کے مجھے یہاں پھنسا دیا..!" اکتاہٹ بھرے لہجے میں کہتا وہ سکول کے بڑے سے گیٹ کی طرف بڑھا جہاں پہلے سے ہی پرنسپل کھڑی تھیں اور گیٹ کے دائیں بائیں کافی سٹوڈنٹس ہاتھوں میں گلاب کی پتیاں لیے اسکے استقبال کیلیے کھڑی تھیں.. درمیانی راستے پر قالین بچھایا گیا تھا جس پر چل کر اسنے پرنسپل کے آفس تک جانا تھا اور اسکے بعد کے جانے مزید کیا کیا مرحلے تھے. وہ جی بھر کر بدمزہ ہوا مگر لبوں پر زبردستی مسکراہٹ سجالی..

پرنسپل سے رسمی جملوں کے تبادلے کے بعد وہ انکی معیت میں مظبوط چال چلتا ہوا پتیوں کی برسات میں، انکے آفس تک آیا تھا. کئی ٹیچرز نے اُسکی شاندار پرسنالٹی دیکھ کر آہیں بھری تھیں جبکہ سٹوڈنٹس کی نگاہوں میں بھی واضح ستائش ابھر آئی تھی مگر وہ شان بے نیازی سے آفس کے پرسکون ماحول میں ٹانگ پر ٹانگ چڑھائے آرام دہ صوفے پر بیٹھا ہوا تھا. داد بخش اسکا سایہ بنا اسکے ہمراہ تھا.. دوسری طرف شاید فنکشن سٹارٹ ہو چکا تھا سو چند سینئر ٹیچرز اور پرنسپل کے ہمراہ وہ سکول کے پچھلے گراؤنڈ میں آگیا جہاں ٹینٹ لگا کر ایک کافی بڑے ایریے کو کور کیا گیا تھا.. سٹوڈنٹس کے لیے چیئرز جبکہ مہمانِ خصوصی کے لیے سٹیج کے پاس صوفے سیٹ کیے گئے تھے.. سٹوڈنٹس سیٹس پر بیٹھی یقیناً اُسی کی منتظر تھیں. آپس میں خوب گپ شپ کر رہی تھیں مگر انکے وہاں آتے ہی سب نے اپنے ہونٹوں کو جیسے سی لیا. پرنسپل اور زرخان کے سیٹ سنبھالتے ہی سٹیج پر گرا پردہ ہٹایا گیا تھا اور چند سٹوڈنٹس نے بڑی خوبصورتی سے اسکا ویلکم کیا جسے داد بخش نے تو بہت انجوائے کیا مگر زرخان کے چہرے پر پھیلی مسکراہٹ اسکا حال دل بخوبی سنا رہی تھی. اسکے ہونٹوں پر پھیلی زبردستی کی مسکراہٹ کو داد بخش بخوبی سمجھتا تھا اسلیے وہ اسکی طرف دیکھنے سے اجتناب کر رہا تھا ورنہ اسکے لیے اپنے لبوں پر کھلتی مسکراہٹ روکنا مشکل ہو جاتا.. سو وہ بھی چپ چاپ سٹیج کیطرف متوجہ تھا. دو تین مزاحیہ ڈرامے بھی پیش کیے گئے دفعتاً زرخان کے موبائل پر بیل ہوئی تھی..

داد بخش فوراً متوجہ ہوا.. "حیدر کالنگ" لکھا دیکھ کر اسکی آنکھوں میں تحیر سمٹ آیا تھا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ زرخان نے "حیدر ملک" کو کس خاص کام کے لیے اپائنٹ کیا ہے.. اسنے اپنے ساتھ بیٹھے زرخان کیطرف دیکھا جو سٹیج کی طرف متوجہ تھا. وہ اسکی طرف جھکا تھا..

"سائیں حیدر ملک کی کال ہے..!" بخش نے سرگوشی کی تھی جسے شوروغل کے باعث سننے میں وہ ناکام رہا تھا..

"کون... کس کی کال ہے..؟؟" زرخان نے اسکی طرف رخ موڑا جو قدرے کنفیوژ لگ رہا تھا.

"حیدر.... حیدر ملک کی...!" بخش نے آہستگی سے کہا. زرخان کے مسکراتے لب سکڑے تھے آنکھوں کی چمک بڑھی تھی، اسنے فوراً ہاتھ بڑھا کر موبائل اس سے جھپٹ لیا.. وقت ضائع کیے بنا فوراً کال پک کی تھی.

"سرکار حیدر ملک بات کر رہا ہوں..!" دوسری جانب سے آواز سنائی دی تھی..

"ہاں بولو تم میں سن رہا ہوں..!" فون کان سے لگائے وہ اپنی سیٹ سے کھڑا ہو گیا اور چلتے ہوئے چیئرز کے درمیان بچی خالی جگہ سے گزر کر تیزی سے باہر کی طرف بڑھا کیونکہ وہاں کا شوروغل حیدر ملک کی بات سننے میں دشواری پیدا کر رہا تھا. داد بخش نے پرنسپل کو مطمئن کیا اور زرخان کے پیچھے سرعت سے بھاگا..

"ہاں ملک اب بولو کیا خبر ہے..؟؟" آواز میں بے تابیاں تھیں.. تیز تیز قدم اٹھاتا داد بخش اس تک آیا تھا اور اب اس سے دو قدم پیچھے سائے کی طرح اسکے ساتھ ساتھ چل رہا تھا..

"مادام کے بارے میں پکی خبر ہے سرکار..!" حیدر ملک بڑی تیزی سے بول رہا تھا.. زرخان کے چلتے قدموں میں تیزی آگئی تھی جبکہ دل کی دھڑکنیں مدھم ہونے لگیں..

"جلدی بتاؤ کیا خبر ہے جلدی بولو ملک..!!" لبوں پر زبان پھیرتے ہوئے وہ اسکے بولنے کا منتظر تھا.

"میرے پاس آپکے لیے دو خبریں ہیں، ایک اچھی اور دوسری بری.. آپ بتائیں پہلے کون سی سناؤں..!" وہ سرشار سا پوچھ رہا تھا..زرخان کے چلتے قدموں کی رفتار میں کمی آئی تھی.. گراؤنڈ پار کر کے وہ اب لمبے کوریڈور میں چل رہا تھا.. کوریڈور کے دائیں جانب کلاسز تھیں جبکہ بائیں جانب سکول کا اگلا گراؤنڈ تھا. داد بخش اسے ٹوکنا چاہتا تھا کہ وہ ایک جگہ کھڑے ہو کر فون سُن لے مگر اسے ٹوک نہیں پایا کیونکہ وہ اسکی دلی حالت سمجھ رہا تھا.

"پہلے بری خبر سناؤ ملک، مگر یاد رہے کہ خبر اتنی بری نہ ہو کہ میں تمہیں شوٹ کر دوں.. اور اچھی خبر وہی ہونی چاہیئے جو میں سننا چاہتا ہوں..!!" زرخان نے سنجیدگی سے کہا..

"بری خبر یہ ہے عباسی صاحب کے مادام دماغی کینسر کی آخری سٹیج پر ہیں........" دھڑام.... کوئی آندھی طوفان کی طرح آ کر اس سے ٹکرایا تھا اور نتیجتاً موبائل اسکے ہاتھ سے چھوٹ کر سیمنٹ کے فرش پر گرا تھا.. ایک پل کو تو زرخان کو سمجھ ہی نہ آیا کہ ہوا کیا ہے پھر اگلے ہی پل وہ تیزی سے جھکا تھا اور اپنے سامنے سر پکڑے کھڑی لڑکی کے پیروں میں سے اپنا موبائل اٹھایا تھا.. داد بخش نے حیرت سے اسے زمین پر جھکتے دیکھا تھا، یہ وہ شخص تھا جسے اسنے کبھی بچپن میں بھی جھک کر سکول شوز کے تسمے بند کرتے نہیں دیکھا تھا.. اسکی کوئی چیز زمین پر گر جاتی تو بھلے ہی وہ کتنی ہی قیمتی ہوتی.. زرخان عباسی جھک کر وہ چیز نہیں اٹھاتا تھا بلکہ اسکا سایہ بنا داد بخش اٹھایا کرتا تھا مگر آج... آج سچویشن ہی ایسی تھی کہ بنا سوچے سمجھے وہ جھک گیا تھا حالانکہ کہ اگر وہ اس وقت اپنے باپ سے بھی بات کر رہا ہوتا اور موبائل اسکے فل فرنشڈ روم میں بچھے امپورٹڈ قالین پر بھی گرتا تو وہ کبھی نہ اُٹھاتا مگر آج کی تو بات ہی اور تھی..

داد نے افسردگی سے اپنے سائیں کی جانب دیکھا جو موبائل کی ٹوٹی ہوئی سکرین کو ٹچ کر کے چیک کرنا چاہ رہا تھا کہ آیا کال چل رہی ہے یا بند ہو چکی ہے مگر حقیقتاً وہ قیمتی موبائل ناکارہ ہو چکا تھا. داد بخش نے آگے بڑھ کر اسکے کندھے پر ہاتھ رکھنا چاہا مگر اس سے پہلے ہی زرخان نے بائیں ہاتھ میں پکڑا موبائل پوری شدت سے دائیں طرف بنی دیوار

پر دے مارا.. اور پھر اگلے ہی پل دوسرا ہاتھ کا ایک بھرپور تھپڑ سامنے کھڑی خوفزدہ سی لڑکی کے گال پر مارا تھا..

چٹاخ... پورے کوریڈور میں آواز گونجی تھی.. جبکہ داد بخش نے بنا وقت ضائع کیے آگے بڑھ کر زرخان کی کمر میں بازو ڈالا تھا جو دوبارہ اس لڑکی کی طرف بڑھ رہا تھا جو ناک سے نکلتے خون پر ہاتھ رکھے رو رہی تھی..

"جاہل لڑکی.. نظر نہیں آرہا تھا تمہیں..؟؟" وہ دہاڑا تھا.. اسکا پورا چہرہ آگ ہو رہا تھا جبکہ روتی ہوئی محرم باقاعدہ کانپ رہی تھی..

"سائیں سنبھالیں خود کو..!" اسکی کمر میں بازو ڈال کر داد بخش نے بمشکل اسے سنبھالا ہوا تھا جو اپنے سامنے کھڑی محرم کو ختم کر دینے کے درپہ تھا.

"آئی... ایم سوری... سس.. سر.. میں نے جان بوجھ کر آپکا موبائل نہیں توڑا...!" وہ سسکتے ہوئے اپنی صفائی دے رہی تھی.. زرخان نے ایک جھٹکے سے اپنا آپ داد بخش سے چھڑوایا...

اور ایک شعلہ بار نگاہ لرزتی ہوئی اُس لڑکی پر ڈالی جو اسکے یوں گھورنے پر ڈر کر پیچھے دیوار سے جا لگی.. پورا بدن ہچکولوں کی زد میں تھا، اسکا بس چلتا تو زرخان سے بچنے کے لیے شاید دیوار میں ہی کہیں گھس جاتی.. خوفزدہ نظروں سے زرخان کے لال سرخ چہرے کی جانب دیکھتی، وہ سہمی ہوئی ہرنی لگ رہی تھی. داد بخش نے تاسف سے اسکی جانب دیکھا جسکے سرخ گال پر زرخان عباسی کے ہاتھ کی پانچ انگلیوں کے نشان بہت واضح تھے. اسکی نازک کپکپاتی انگلیاں ناک سے نکلتے خون کو روکنے میں ناکام ہو رہی تھیں.

"مم... میں... آج ہی آ... آپکو اس کے... پیسے پپ... پے کر دوں گی..!" دیوار سے چپکی وہ کانپتی آواز میں بولی تھی.

"جسٹ شٹ اپ... دفع ہو جاؤ یہاں سے..!" وہ سرد لہجے میں چلایا.. سنسان پڑے کوریڈور میں اسکی بھاری آواز گونجی تھی.. وہ مزید سہم گئی. اسکے چلانے پر مارے خوف کے محرم کے حلق سے ایک گھٹی گھٹی سی چیخ نکلی تھی جسے منہ پر دوسرا ہاتھ رکھ کر اسنے بمشکل دبایا تھا.. داد بخش فوراً آگے بڑھا تھا اور سختی سے زرخان کے کندھے پر ہاتھ جمایا تھا کہ اس سے زیادہ کرنے کی نہ اسے اجازت تھی اور نہ ہی جرأت.. زرخان نے سختی سے اسکا ہاتھ جھٹکا اور پلٹ کر کوریڈور سے سامنے والے گراؤنڈ کی طرف اترتی دو تین سیڑھیوں کے کنارے پر جا کھڑا ہوا.. رگوں میں لاوا اُتر رہا تھا جو کسی صورت ٹھنڈا نہیں ہونے والا تھا. پلر پر سختی سے ہاتھ جمائے وہ گراؤنڈ کی کچی مٹی کو گھور رہا تھا. داد بخش فوراً سسکتی ہوئی محرم کی طرف بڑھا تھا اور جیب سے رومال نکال کر اسکی طرف بڑھایا تھا.. لرزتی بھیگی پلکیں اُٹھا کر اسنے ایک نظر سامنے کھڑے ہمدرد کو دیکھا پھر رومال جھپٹنے والے انداز میں پکڑا اور وہاں سے بھاگتی چلی گئی.. زرخان نے سلگتی نظروں سے دور ہوتی محرم کو دیکھا تھا.

"بے وقوف لڑکی..!" وہ ناگواری سے بڑبڑایا..

"سائیں آپ پلیز ریلیکس ہو جائیں..!!" داد نے اسکے شانے پر ہاتھ رکھا جسکا چہرہ ضبط غم سے سرخ ہو رہا تھا. آنکھوں میں خون اتر رہا تھا..

" تیس منٹ ہیں تمہارے پاس.. ان تیس منٹ کے اندر میرے لیے نیو موبائل لو اور میرے موبائل کا سارا ڈیٹا ریکور کرواؤ.. اور ٹھیک تیس منٹ بعد مجھے یہاں سے پِک کرو بخش... تب تک میں یہاں کا معاملہ نبٹاتا ہوں..!" اسکے ہاتھ سے اپنے بلیک گلاسز لے کر اسنے آنکھوں کو چھپایا تھا جن میں تیزی سے نمی اتر رہی تھی..

" آپ فکر نہ کریں سائیں، میں بیس منٹ میں یہ کام کر لونگا..!" بخش نے اسے یقین دلایا تھا.. زرخان نے اثبات میں سر ہلایا اور واپس عقبی گراؤنڈ کی طرف چلنے لگا.

"دماغی کینسر کی آخری سٹیج..!"" اسے لگ رہا تھا اسکا دل پھٹ جائے گا.. مگر دل کو سنبھالے ہو دوبارہ اس شوروغل میں آیا تھا. یہ تو صرف وہ ہی جانتا تھا کہ اسنے کس طرح خود کو کمپوز کیا تھا.. صوفے پر جا کر بیٹھتے ہوئے اسنے پرنسپل سے جلدی اختتام کی درخواست کی تھی جس پر انہوں نے خوشدلی سے اپنی گردن ہلائی تھی.. تھوڑی ہی دیر میں پرنسپل نے اسے تالیوں کی گونج میں سٹیج پر بلایا تھا.. اندرونی انتشار کے باعث اس بار وہ مسکرا بھی نہیں پایا تھا.. وہ غائب دماغی سے سٹیج پر کھڑا رہا جب بھرپور تالیوں کی گونج میں سکول کی ٹاپر کو پکارا گیا تھا.. لڑکیوں کے حد سے زیادہ شور مچانے پر وہ بھی بیک سائیڈ سے آنے والی سٹوڈنٹ کی طرف متوجہ ہوا تھا. گلابی پنکھڑی جیسے نازک لبوں پر دھیمی مسکراہٹ سجائے سفید یونیفارم میں وہ سٹوڈنٹ نگاہ جھکائے اُس تک آئی تھی..

زرخان نے اُس سٹوڈنٹ کے پاس آجانے پر چونک کر اسکے گلابی گالوں کو دیکھا جن میں سے ایک پر پانچ انگلیوں کے نشان بہت واضح تھے.. اُسے پہچاننے میں دیر نہیں لگی تھی کہ وہ نشان کس کے ہاتھ کے تھے. سامنے کھڑی سٹوڈنٹ کوئی اور نہیں وہ ہی لڑکی تھی جسکے باعث ابھی کچھ دیر پہلے اُسے بہت اہم خبر پوری ملتے ملتے ادھوری رہ گئی تھی.. اُسی احمق لڑکی کی وجہ سے وہ پچھلے پچیس منٹوں سے ایک جھلسا دینے والی آگ میں جل رہا تھا.. مگر اسکے نازک رخسار پر وہ نشان دیکھ کر زرخان کو ملال نے گھیرا تھا وہ معصوم لڑکی غلط وقت پر اس سے ٹکرا کر اسکے عتاب کا نشانہ بن بیٹھی تھی.. اس لڑکی نے نگاہ اٹھا کر ایک نظر سامنے بیٹھی ان تمام سٹوڈنٹس کو دیکھا جو اسکے لیے پرجوش سی تالیاں بجا رہی تھیں پھر دوسری نگاہ خود سے دو قدم دور زرخان عباسی کیطرف ڈالی تھی. اگلے ہی پل اسکے لبوں کی مسکراہٹ سمٹی تھی اور آنکھوں میں خوف وہراس پھیل گیا.. وہ فوراً دو قدم دور ہوئی تھی. ٹانگیں کانپنے لگی تھیں،.. زرخان نے بغور اسکا سہمنا دیکھا پھر لبوں پر ایک پھیکی مسکراہٹ سجا کر پرنسپل سے میڈل لے کر اسکے گلے میں پہنانے کو آگے بڑھا.. محرم کی آنکھوں میں نمی چمکنے لگی تو اسنے سر جھکا کر سختی سے مٹھیوں کو بھینچ لیا. قدم

مضبوطی سے سٹیج کی زمین پر جما لیے مگر دل کی دھڑکنوں کی حد سے زیادہ بڑھتی رفتار کسی صورت قابو نہیں آ رہی تھی.. زرخان نے بہت آہستگی سے اسکے گلے میں میڈل پہنایا تھا.. اور پھر پچیس ہزار کا چیک اسکی طرف بڑھایا. فوٹوگرافر نے یہ لمحہ اپنے کیمرے میں مقید کر لیا. بند مٹھی کو محرم نے بہت مشکل سے کھولا تھا، پھر کپکپاتا ہاتھ بڑھا کر بہت آہستگی سے وہ چیک تھام لیا.. ایک بے درد آنسو اسکے گال پر لڑھک گیا جسے ایک طرف منہ کر کے اسنے فوراً صاف کیا..

"کانگریجولیشنز مس حرم..!" زبردستی مسکرا کر زرخان نے آہستگی سے کہا.. اسکے ہاتھوں کی کپکپاہٹ زرخان کی نگاہوں سے مخفی نہیں رہی تھی.

"تھینک یو سر..!!" اس سے نگاہ ملائے بغیر وہ بمشکل بولی تھی.. پھر میڈم سے دوسرا چیک لیے بغیر وہ جلدی سے سٹیج سے اتر گئی. زرخان نے اس پر سے نگاہ ہٹا کر سامنے سے آتے داد بخش کو دیکھا.. وہ دیے گئے وقت سے دو منٹ پہلے واپس آ گیا تھا. زرخان عباسی نے بہت سہولت سے پرنسپل سے اجازت لی تھی پھر خود بھی تیزی سے سٹیج سے اتر گیا انداز میں واضح بے تابی تھی. وہ فوراً داد کی طرف بڑھا تھا.. محرم نے ایک شکوہ کناں نگاہ اسکی پشت پر ڈالی جسکی تپش زرخان نے بخوبی محسوس کی تھی.

♦♦♦♦

"محرم...؟؟" وہ بت بنی جاتے ہوئے زرخان کو دیکھ رہی تھی جب اسکی دوست نے اسکا کندھا ہلایا تھا.

"ہوں.. آں..ہاں کیا ہوا..؟؟" وہ بوکھلا گئی.

"میم سے تو چیک لے لو.. وہ تمہیں بلا رہی ہیں مگر تم تو جانے کہاں کھوئی ہو..!!" سدرہ نامی اس لڑکی نے جھنجھلاتے ہوئے کہا. وہ دوبارہ سٹیج پر گئی تھی اور پرنسپل سے گورنمنٹ کی طرف سے دیا گیا چیک لے کر واپس آ گئی.. چند پل غائب دماغی سے ادھر اُدھر دیکھنے کے بعد اس نے اپنی آنکھوں میں بار بار اترتی نمی کو ہاتھ کی پشت سے صاف کیا.

"محرم....!!"ایک بار پھر اسکے نام کی پکار پڑی تھی. اس نے پلٹ کر دیکھا. تیز تیز بھاگتی ہوئی اسکی ہمسائی پلس دوست اس تک آرہی تھی.

"کیا ہوا کس بات کی جلدی ہے..؟؟"اسنے ہانپتی ہوئی ردا کو دیکھ کر ہنستے ہوئے پوچھا.

"تمہارے گھر سے کلرک انکل کے آفس میں فون آیا ہے..."کہہ کر ردا نے لمبی سانس لی. محرم نے نا سمجھی سے اسکی جانب دیکھا.

"تمہاری پھپھو کی طبعیت بہت زیادہ خراب ہوگئی ہے، محلے دار انہیں ہاسپٹل لے کر گئے ہیں تم جلدی گھر چلو..!"

اسکی بات سن کر محرم کی سانس سینے میں ہی اٹک گئی.

"کک... کیا ہوا ہے اُنہیں..؟؟"آنسو بہت تیزی سے رخساروں پر پھسلے تھے. ارد گرد چند لڑکیاں اور ٹیچرز بھی اسکی طرف متوجہ ہوگئیں..

"یار مجھے زیادہ نہیں پتہ، بس یہی پتہ ہے کہ ہاسپٹل لے کر گئے ہیں انکو..!!"ردا نے اسکے کندھے پر ہاتھ رکھا..

محرم نے آنسوؤں کے درمیان بمشکل ٹیچرز سے اجازت لی اور ردا کے ساتھ وہاں سے تقریباً بھاگتے ہوئے نکلی تھی.

گیٹ سے باہر نکل کر وہ دھندلی آنکھوں سے چلتی سڑک کو دیکھ رہی تھی. وائٹ بی-ایم-ڈبلیو کے پاس کھڑا زرخان کان سے فون لگائے بڑی بے چینی سے کسی سے بات کر رہا تھا.. ردا نے ایک نظر زرخان پر ڈال کر دوسری محرم پر ڈالی.

"محرم پلیز رونا تو بند کرو.. آتے جاتے لوگ تمہیں دیکھ رہے ہیں..!"ردا نے نرمی سے اسے کہا جو سر پر چادر جماتے ہوئے ایکطرف کو چلنے لگی.

"ردا... ہم ڈائریکٹ ہاسپٹل ہی چلتے ہیں ناں پلیز.. تمہیں پتہ ہے کہ کس ہاسپٹل میں لے کر گئے ہیں انکو؟؟" اپنے چلتے قدم روک کر محرم نے پوچھا.

"ایک تو مجھے پتہ نہیں اور اگر مجھے پتہ بھی ہوتا تو ہم دونوں اکیلے کیسے جا سکتے ہیں..؟؟ پہلے گھر چلتے ہیں پھر وہاں سے میری امی کے ساتھ چلیں گے ہاسپٹل..،!" اسکے ساتھ ساتھ چلتی ہوئی ردا تیز تیز بول رہی تھی. پژمردگی سے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے محرم پھرتی سے چلنے لگی. ساتھ ساتھ آنکھوں سے بہتے آنسو بھی صاف کر رہی تھی. ردا نے تفکر سے اپنی دوست کا پریشان حال، رنگت اڑا چہرہ دیکھا.. پندرہ منٹ کا راستہ اُن دونوں نے آٹھ منٹ میں ختم کیا تھا چوڑی سڑک سے مڑ کر وہ دونوں گلیوں میں سے تیز تیز چلتی ہوئیں سیدھا ردا کے گھر پہنچی تھیں.

گھر میں صرف ردا کی بڑی بہن موجود تھی جبکہ اسکی والدہ اور بڑا بھائی محرم کی پھپھو کو ہاسپٹل لے کر گئے ہوئے تھے. مٹھی میں بھینچے ہوئے چیک اسکے لیے بے وقعت ہو چکے تھے. پانچ مرلے کے گھر کے برآمدے میں پاگلوں کیطرح چکر کاٹتے ہوئے وہ مسلسل رو رہی تھی..

"محرم پلیز روؤ تو نہیں، کچھ نہیں ہو گا انہیں، بس تم دعا کرو انکے لیے..!" ردا نے نرمی سے اسے سمجھایا. مگر وہ اور بری طرح رو دی..

"اُنہیں کچھ ہو گیا تو میں مر جاؤں گی ردا.. میں مر جاؤں گی..!!" اسکے گلے سے لگ کر وہ بری طرح بلک رہی تھی.

"پاگل ہو گئی ہو ایسا مت سوچو، اُنہیں کچھ نہیں ہو گا بس تم دعا کرو انکے لیے..!!" ردا نے اسکی پیٹھ تھپکی.

"مجھے انکے پاس جانا ہے ردا، تم پلیز کچھ کرو ناں...!!" اُس سے الگ ہو کر محرم نے اسکے ہاتھ تھام لیے.

"ساری کنڈیشن تمہارے سامنے ہی ہے یار.. ہم کیسے انکے پاس جاسکتے ہیں پورے گھنٹے کا راستہ ہے.. میں آپی کو کہتی ہوں وہ امی کو فون کر کے پوچھ لیتی ہیں کہ ڈاکٹرز کیا کہہ رہے ہیں.. تم پلیز چپ ہو جاؤ اور یہاں ایک طرف آکر بیٹھو. "اسے برآمدے میں ایک سائیڈ پر بچھی چارپائی کی طرف لاتے ہوئے وہ نرمی سے بولی..

"مجھے کہیں نہیں بیٹھنا ردا.. تم میرے ساتھ چلو ورنہ میں اکیلی ہی چلی جاؤں گی..!!" محرم کا انداز ضدی تھا. ردا نے بے بسی سے اسکے روئے روئے بھیگے چہرے کو دیکھا، پھر اجازت طلب نظروں سے کچن کی کھڑکی سے ان دونوں کو دیکھتی اپنی بڑی بہن کیطرف دیکھا. نتیجتاً تھوڑی ہی دیر بعد وہ دونوں چھوٹی گلیوں سے ہوتی ہوئیں بڑی سڑک کی طرف جارہی تھیں.

"تم ہر کام میں اتنے جذباتی پن کا مظاہرہ کیوں کرتی ہو محرم..؟؟ ہم دونوں ہاسپٹل پہنچ بھی جائیں گے تو وہاں تمہاری پھپھو کو کیسے ڈھونڈیں گے..؟؟ آپی کی بھی امی سے بات نہیں ہو پائی ورنہ کچھ نہ کچھ تو معلوم ہو ہی جاتا، اور یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ ہم دونوں وہاں پہنچیں اور امی لوگ اُنہیں گھر لے جا چکے ہوں..!! پھر ہم کیا کریں گے محرم..؟؟" تیز تیز چلتی محرم کو بازو سے پکڑ کر ردا نے سمجھانے کی ناکام کوشش کی تھی.

"میں کچھ نہیں جانتی ردا، مجھے جلد از جلد بس انکے پاس جانا ہے... اور اگر تمہیں میرے ساتھ نہیں جانا تو تم واپس چلی جاؤ... قصور اتنا بڑا نہیں ہے کہ میں گُم ہو جاؤں گی.. میں اکیلی ہاسپٹل جاسکتی ہوں..!" بھیگی پلکوں کو جھپکتے ہوئے وہ بھرائے لہجے میں بولی.

"تم آج تک اکیلی سکول تک نہیں گئیں محرم.. اور ابھی تم اکیلی رکشے میں بیٹھ کر ہاسپٹل جانے کی بات کر رہی ہو؟؟" ردا نے اسے خفگی سے دیکھا.. وہ رخ پھیر گئی اور پھر سے چلنے لگی. ردا نے بھی اسکی پیروی کی.

"تمہیں ڈر نہیں لگ رہا محرم..؟؟" ردا نے پوچھا.

"لگ رہا ہے.......بہت ڈر لگ رہا ہے ردا، اپنی مومی سے دور ہونے کا ڈر میرے اندر ہر طرف پھیلتا جا رہا ہے..یہ ڈر ہی تو ہے جس نے مجھے اتنا بے خوف کر دیا ہے..!!" اسکی گلابی پڑتی آنکھوں میں اپنی ماں کا کمزور زرد چہرہ گھوم رہا تھا.

وہ واحد چہرہ تھا جو بچپن سے اسنے اپنے قریب اپنے سامنے دیکھا تھا..وہ چہرہ جو اسے دنیا میں سب سے بڑھ کر عزیز تھا.گال پر لڑھکتا آنسو صاف کرتے ہوئے اسنے دل ہی دل میں اپنی رگ و جاں سے عزیز ترین ہستی کے لیے لمبی زندگی کی دعا مانگی تھی.چوڑی سڑک پر قدم رکھتے ہوئے اسنے ارد گرد رکشے کے لیے نگاہ دوڑائی تھی.پندرہ منٹ کے طویل اور صبر آزما انتظار کے بعد اسے دور سے ایک رکشہ آتا دکھائی دیا..اس سے پہلے کہ وہ رکشہ اُن دونوں تک آتا، تیزی سے فراٹے بھرتی ہوئی وائٹ بی-ایم-ڈبلیو انکے قریب آکر رکی تھی..کار کا دروازہ کھول کر باہر نکلنے والی شخصیت کو دیکھ کر اس کی ہرنی جیسی آنکھوں میں پل میں وحشت اتری تھی..وہ تیزی سے ردا کی اوٹ میں ہوئی..خوف کی شدت سے دل بُری طرح دھڑک رہا تھا.اپنے کندھوں ہر جمے اسکے ہاتھوں کی کپکپاہٹ کو ردا نے بخوبی محسوس کیا.اسنے حیرت سے اپنے سامنے آکر رکتے اُس شاندار شخص کو دیکھا.

♦♦♦♦

اسکی نگاہوں میں روتی ہوئی اُس لڑکی کے لیے تفکر تھا..جبکہ وہ بھیگی آنکھوں سے اپنے مقابل کھڑے اُس شخص کو دیکھ رہی تھی..

"آر یو اوکے..؟؟ آپ اسطرح یہاں روڈ پر کیوں کھڑی ہیں..؟؟" وہ پوچھ رہا تھا اور اسکی آنکھوں کا پانی بڑھتا جا رہا تھا.وہ حقیقتاً پریشان ہو گیا..

"واٹس رانگ وِد یو مس زمل.. اسطرح بیچ سڑک پر کھڑے ہو کر کیوں رو رہی ہیں آپ..؟؟ کہیں چوٹ لگی ہے..؟؟ کسی نے کچھ کہا ہے..؟؟ کیا ہوا کیا ہے..؟؟" شہباز حسن کے انداز میں بھرپور توجہ تھی..زمل نے اپنی بھیگی پلکیں صاف کیں اور سامنے کھڑے شاہ کو دیکھا..

"سس... سر وہ ایک لڑکا...." کہہ کر وہ پھر سے رونے لگی.. مقابل کا چہرہ ایک پل کو سرخ ہوا تھا.

"آپ پلیز پہلے گاڑی میں بیٹھیں پھر مجھے پوری بات بتائیں..!" اسے کہتے ہوئے وہ اپنی کار کیطرف بڑھا کیونکہ آس پاس کے لوگ اُن دونوں کیطرف متوجہ ہو رہے تھے.

تذبذب کا شکار زمل وہیں کھڑی رہی. شہباز حسن نے پلٹ کر اسکی جانب دیکھا. نگاہوں میں تنبیہہ تھی وہ مرتی کیا نہ کرتی کے مصداق فرنٹ سیٹ پر جا بیٹھی..

"پلیز آپ رونا بند کریں اور مجھے بتائیں کہ کیا ہوا ہے..؟" دھیمی رفتار میں گاڑی چلاتے ہوئے شاہ نے اُس سے پوچھا جو ہنوز سُوں سُوں کر رہی تھی.

"سر میں وہ.. آفس سے باہر..روڈ پر...رکشے کے انتظار میں کھڑی ہوئی تھی تبھی...ایک لڑکا بائیک پر آیا اور.. اور..."

"اور...؟؟" شاہ مکمل طور پر متوجہ تھا.

"اور میرا پاؤچ چھین کر چلا گیا..!" کہہ کر وہ پھپھک پھپھک کر رو دی. شہباز حسن نے ایک ٹھنڈی سانس بھری اور خشمگیں نگاہوں سے اس احمق لڑکی کو گھورا جسکے رویے سے جانے وہ کیا سمجھ بیٹھا تھا جبکہ اسکی نگاہوں کی سختی سے انجان وہ اب کہہ رہی تھی.

"میں اُسکے پیچھے کافی دور تک بھاگی بھی تھی مگر بائیک کی سپیڈ بہت تیز تھی، وہ پل میں نظروں سے اوجھل ہو گیا.."

شاہ نے ٹشو باکس سے ٹشوز نکال کر اسکی طرف بڑھائے جنہیں اسنے فوراً لے لیا.

"اٹس ناٹ اے بِگ ایشو مس زمل.!" وہ نرمی سے بولا. اسکے کہنے پر زمل نے حیرت سے اپنی سبز آنکھیں پھیلائی تھیں.

"مجھے آج ہی سیلری ملی تھی سر.. اور میری پوری سیلری اُسی پاؤچ میں تھی.. میرے پاس اتنے پیسے بھی نہیں تھے کہ میں رکشہ کرواکر گھر ہی چلی جاتی.!" زمل نے جیسے اسکی عقل پر ماتم کیا. جبکہ اسکے دہائی دینے والے انداز پر مقابل کے لبوں پر تبسم بکھر گیا جسے اسنے فوراً چھپایا تھا.

"اوکے فائن، کتنی سیلری ہے آپکی..؟؟" سنجیدگی سے پوچھا گیا تھا. زمل نے نا سمجھی سے اسکے وجیہہ چہرے کیطرف دیکھا.

"بتائیں مجھے.؟ کتنی سیلری ہے آپکی..؟؟" وہ ہنوز سنجیدہ تھا.

"پن.. پندرہ ہزار..!" ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے اسنے جواب دیا.

"اوکے فائن، آپ کل کیشیئر سے لے لیجئے گا.. اب پلیز مجھے بتائیں کہ آپکا گھر کس سائیڈ پر ہے..؟ تاکہ میں آپکو ڈراپ کر دوں..!" اسکے کہنے پر وہ پوری کی پوری اسکی جانب گھوم گئی. سبز آنکھوں میں بے یقینی تھی. اسکی طرف دیکھتے شہباز حسن نے نگاہ چرائی تھی.

"میں نے اسلیے تو آپکو نہیں بتایا تھا سر..!" وہ خفگی سے بولی.

"کس لیے..؟؟ وہ انجان بنا.

"یہی جو آپ دوبارہ سیلری لینے کا کہہ رہے ہیں مجھے.." زمل ابھی بھی اسی کی جانب دیکھ رہی تھی.

"دیکھیں مس زمل، جب سیلری آپ نے یُوز کی ہی نہیں، تو اس میں دوبارہ سیلری والی کیا بات ہے..؟ آپ تو فرسٹ ٹائم ہی یُوز کریں گی ناں..؟؟" شہباز حسن نے سنجیدگی کا دامن تھامے رکھا.

"ہاں مگر کیشئیر تو مجھے سیکنڈ ٹائم سیلری دے گا ناں.. مجھے نہیں چاہیئے، پلیز سر.. آپ نے کہہ دیا وہ ہی بہت ہے.. اٹس آل اوکے، وہ تو میں اسلیے رو رہی تھی کہ گھر کیسے جاؤں گی، اب آپ مجھے ڈراپ کر تو رہے ہیں تو دیکھیں میں بلکل چُپ ہوں..!" کہتے ہوئے وہ خوشدلی سے مسکرائی تھی. شاہ کی نگاہیں ایک پل کو اُن لبوں کی مسکراہٹ پر ساکت ہوئی تھیں پھر نگاہ پھیر کر وہ نرمی سے مسکرا دیا.

"میں آپکو اسلیے پے نہیں کر رہا کہ آپکی سیلری ایک چور اُڑا لے گیا اور آپ ڈیزرو کرتی ہیں بلکہ اسلیے پے کر رہا ہوں کیونکہ اٹس مائے فالٹ... میری کمپنی کے ہر چھوٹے بڑے ایمپلائے کو پِک اینڈ ڈراپ فیسیلٹی پرووائیڈ کی گئی ہے، اور آپکو ابھی تک یہ فیسیلٹی نہیں ملی تو یہ کمپنی کی غلطی ہے، اور اسی غلطی کی وجہ سے تو آپکے ساتھ یہ حادثہ ہوا ہے.. تو پھر یہ تو کمپنی کا رائٹ بنتا ہے ناں کہ آپکا نقصان پورا کرے..؟؟" دھیمے لہجے میں بولتا وہ شخص زمل کے گرد ایک حصار بُن رہا تھا. نرمی سے کہتا وہ بے حد بھلا لگ رہا تھا. باریک لبوں کے تراش میں کھلنے والی نرم مسکراہٹ بڑی دلفریب تھی وہ اسکے لہجے، اسکی باتوں، اسکی آواز کی گھمبیر تا میں کھونے لگی. زمل کو یک ٹک اپنی جانب دیکھتا پا کر وہ چونکا تھا.

"آپ سے پوچھ رہا ہوں مس زمل..؟؟ ایم آئی رائٹ..؟؟" اسنے سنجیدگی سے پوچھا تھا.

"ہوں.. ہاں... یس.. مے بی..!!" وہ چونک اٹھی پھر نرمی سے مسکرا دی..

"بس پھر کل کیشئیر سے اپنی سیلری لے لیجیئے گا. اور کل سے آپکو کمپنی کا ڈرائیور ہی پک اینڈ ڈراپ کرے گا.." شاہ کا انداز پر سکون تھا.

"جی اچھا..!" ہاتھوں کو مسلتے ہوئے زمل گاڑی سے باہر دیکھنے لگی.

"اب بتائیں کہاں ڈراپ کروں آپکو..؟؟"

"جی... وہ یہاں اس روڈ کے اینڈ سے لیفٹ لے لیں....." پھر زمل سے پوچھ پوچھ کر وہ اسے گھر سے زرا دور ڈراپ کر گیا تھا. گھر کے راستے پر چلتے اسکے قدموں میں سرشاری تھی. آج زمل کا دل کسی اور ہی لے پر دھڑک رہا تھا.

♦♦♦♦

"بات ہوئی حیدر سے..؟؟" بخش کے ہاتھ سے موبائل لے کر اسنے بے تابی سے پوچھا..

"میری بات ہو چکی ہے آپ پہلے یہاں سے باہر چلیں پلیز.. اور میری آپ سے ایک ہی درخواست ہے سائیں... کہ آپ میری پوری بات تحمل سے سُنیں گے..!" اسکے ساتھ چلتے ہوئے بخش کی آواز کچھ بوجھل سی تھی. چہرے پر تھکن کے آثار تھے.. زرخان کے لبوں پر ایک بے درد مسکراہٹ در آئی..

"جس بات کو بتانے کے لیے تم ہچکچاہٹ کا شکار ہو رہے ہو ناں بخش...!" وہ بولتے بولتے ایک پل کو رُکا تھا.. وہ دونوں اُسی کوریڈور میں تھے جہاں کچھ دیر پہلے زرخان کی حیدر ملک سے ادھوری بات ہوئی تھی.. اسکے یوں رُک جانے پر داد بخش نے بغور اسکی طرف دیکھا جو آنکھوں کو بلیک گاگلز کے پیچھے ڈھانپے ہوئے،

جانے کتنے آنسو،

کتنے درد...

کتنی ہی اذیتیں..

اور کتنی آگ کی لپٹیں چھپائے کھڑا تھا.

"وہ بات میں جانتا ہوں... میں جانتا ہوں بخش، میں جانتا ہوں کہ....... اُنہیں......برین ٹیومر ہے....!!" بڑی دقتوں سے اسنے اپنی بات پوری کی تھی. اسکی آنکھ سے نکلتا ہوا ایک شفاف آنسو گال تک آیا تھا جسے اُسنے فوراً

صاف کر لیا تھا. داد بخش نے اسے کبھی روتے نہیں دیکھا تھا. ہاں وہ عورت جسے اُسکا سائیں پچھلے سولہ برسوں سے ڈھونڈ رہا تھا، اسکی یاد میں اسنے زرخان عباسی کی آنکھوں میں بارہا نمی دیکھی تھی، پچھتاوے دیکھے تھے.. کبھی نہ ختم ہونے والی اذیتیں دیکھی تھیں.. اور اب تو بخش کو لگ رہا تھا کہ زرخان کی اذیتیں واقعی نہ ختم ہونے والی ہیں.. وہ عورت اسکے نصیب میں عمر بھر کی بے سکونی چھوڑ کر چلی جانے والی تھی. بخش کو اب سمجھ آیا تھا کہ زرخان نے اُس لڑکی کو تھپڑ کیوں مارا تھا....

کیوں وہ اپنے حواس کھو بیٹھا تھا......

کیوں وہ اس قدر مشتعل ہو گیا تھا.....

اسنے خود سے دو قدم آگے چلتے زرخان عباسی کی چوڑی پشت کو دیکھا،... اسکے مضبوط و توانا کندھے آج جھکے ہوئے تھے.. چال میں لڑکھڑاہٹ تھی.

"کہاں ہیں وہ بخش...؟؟ کس ہاسپٹل میں ہیں..؟؟ مجھے ساری بات بتاؤ... جلدی...!!!" سکول کا گیٹ کراس کرتے ہوئے اسنے سنجیدگی سے بخش کو مخاطب کیا.. بخش نے ٹھنڈی سانس بھر کر اسکے چہرے کو دیکھا جہاں خطرناک حد تک سنجیدگی تھی.

"بی بی پچھلے پانچ برس سے یہیں، قصور میں رہائش اختیار کیے ہوئے ہیں.. ایک بیٹی بھی ہے اُنکی، حیدر کا کہنا ہے کہ یہ کنفرم نہیں ہے کہ جس لڑکی کے ساتھ وہ رہ رہی ہیں وہ انکی حقیقی بیٹی ہے یا پھر کوئی دور کی رشتہ دار ہے... اسکے علاوہ ابھی وہ قصور سے باہر ایک چھوٹے سے ہاسپٹل میں ایڈمٹ ہیں.. آج صبح ہی انکی طبعیت بہت زیادہ خراب ہوئی ہے جسکی وجہ سے چند محلے دار انہیں ہاسپٹل لے کر چلے گئے تھے، حیدر ملک ابھی اُسی ہاسپٹل میں ہے اور وہاں سے مزید انفارمیشن حاصل کرنے کی کوشش کر رہا ہے، ابھی تک کی خبر تو یہی ہے سائیں کہ ڈاکٹرز بی بی کو

ڈسچارج کرنے میں ہچکچاہٹ کا شکار ہیں، لیکن بی بی کی بیماری کا علاج کرنے سے بھی قاصر ہیں... میرا خیال ہے کہ ہمیں ڈائریکٹ اُسی ہاسپٹل چلنا چاہئیے...؟؟" کہہ کر داد نے تائیدی نظروں سے اسکی جانب دیکھا. زرخان نے گاگلز اتار کر ایک نگاہ کچی سڑک پر ڈالی تھی پھر بخش کی جانب دیکھا..

"روم نمبر..؟؟ بیڈ نمبر؟؟ بتایا اُسنے..؟؟" اسکی آواز بھاری ہو رہی تھی جبکہ لال بوٹی ہوتی شہد رنگ آنکھیں بخش کا دل کاٹ گئی تھیں..

"سائیں.....!" داد بخش نے تڑپ کر اسے پکارا تھا جواب گاڑی سے سر ٹکائے لمبے لمبے سانس لے رہا تھا..

"سب ختم ہو گیا بخش... سب ختم ہو گیا..!!!" وہ اونچا لمبا مرد رو رہا تھا.. بخش نے فوراً اسے تھام کر سیدھا کیا.. اسکی بھیگی آنکھیں داد بخش کو تکلیف سے دوچار کر گئی تھیں.

"کچھ ختم نہیں ہوا، کچھ بھی ختم نہیں ہوا سائیں... آپ بی بی کو کسی اچھے ہاسپٹل ایڈمٹ کروا دیجیئے گا... بی بی ٹھیک ہو جائیں گی، پھر سب ٹھیک ہو جائے گا سائیں، سائنس نے ہر بیماری کا علاج ڈھونڈ لیا ہے، آپ پلیز پریشان مت ہوں.. سنبھالیں خود کو..!!" اسکے بال نرمی سے سہلاتے ہوئے وہ محبت سے بول رہا تھا..

"پلیز سائیں.. یہ روڈ ہے.. ایسے کمزور مت پڑیں.. آپ گاڑی میں بیٹھیں ہم ابھی ہاسپٹل چلتے ہیں..! اسکی پیٹھ تھپکتے ہوئے وہ نرمی سے مسکرایا.. بدلے میں زرخان مسکرا بھی نہ سکا البتہ اُسنے ایک بار پھر اپنی آنکھوں کو گاگلز کے پیچھے چھپا لیا تھا... تبھی اسکے موبائل کی سکرین چمکی تھی.. "ڈیڈ کالنگ.." لکھا نظر آ رہا تھا. زرخان نے اپنی پیشانی مسلی... پھر فون کان سے لگا کر داد بخش کو ڈرائیونگ سیٹ سنبھالنے کا اشارہ کیا.. بات کر کے اسنے کال ڈسکنکٹ کی تھی تبھی اسکی نگاہ ذرا فاصلے پر چلتی روتی ہوئی بوکھلائی بوکھلائی سی لڑکی پر پڑی.. زرخان کو اُس لڑکی پر اُس ٹاپر کا گمان ہوا.. ساتھ کوئی دوسری لڑکی بھی تھی... نگاہ پھیر کر وہ گاڑی میں جا بیٹھا..

بخش نے گاڑی موڑلی تھی پھر دھیمی رفتار سے آگے بڑھادی.. جیسے جیسے گاڑی کی رفتار تیز ہورہی تھی ویسے ویسے ہی زرخان کی دھڑکنوں کی رفتار بھی تیز ہورہی تھی. آنکھوں کے گوشے پھر سے بھیگنے لگے تھے.. آج وہ پورے سولہ سال بعد اسے ڈھونڈنے میں کامیاب ہوا تھا مگر کامیاب ہو کر بھی وہ خوش نہیں تھا.. دل پہلے سے زیادہ تکلیف میں تھا کہ وہ تو اُنہیں پاکر بھی کھودینے والا تھا.. ایسا لگ رہا تھا جیسے اتنے سالوں بعد قید سے رہائی ملنے کی بجائے عین وقت پر اُسے سزائے موت سُنادی گئی ہو، سیٹ کی پشت سے ٹیک لگا کر اسنے اپنی دکھتی آنکھیں موندلیں.. بند آنکھوں میں عذاب اترنے لگے..

"میرے ساتھ بہت بُرا ہوا ہے بخش.. میں تو اُن سے معافی کا طلبگار تھا، انکے پاؤں پڑنا چاہتا تھا.. انہیں منا کر گھر واپس لے جانا چاہتا تھا.. مگر دیکھو ناں... قدرت نے خود ہی انصاف کر دیا.... مجھے اتنی بُری سزا سنادی... ایسی سزا جس نے مجھے کسی قابل نہیں چھوڑا... میں مر رہا ہو بخش... میرا دل رو رہا ہے... میرا سکون تو سولہ برس پہلے ہی برباد ہو گیا تھا.. اب میری بد سکونی بھری نیند بھی مجھ پر حرام ہو جائے گی...!" آنکھیں بند کیے ہونٹوں پر پھیکی مسکراہٹ سجائے وہ ڈرائیو کرتے داد بخش سے مخاطب تھا..

"ہاسپٹل آگیا سائیں...!!" جواب میں بخش نے صرف یہی کہا تھا.. وہ فوراً سیدھا ہو کر بیٹھا تھا... پتھر ہوتی آنکھوں سے سامنے کھڑی گورنمنٹ ہاسپٹل کی عمارت کو دیکھتے ہوئے اسکا دل کرلایا تھا..

تو یعنی روز محشر آپہنچا تھا.. حساب کا وقت قریب تھا..

کیا وہ اُسے معاف کر دے گی...؟؟ کیا وہ اُسے پہچان لے گی..؟؟ کیا وہ اس عورت کی آنکھوں میں اپنے لیے نفرت دیکھ پائے گا...؟؟

دماغ نے کئی سوالات کیے تھے اور ضمیر نے چیخ چیخ کر کہا تھا "نہیں، نہیں، کبھی نہیں..."

بخش نے گاڑی سے اتر کر اسکی سائیڈ کا دروازہ کھولا تھا..زرخان نے خود کو مضبوط کیا تھا اور زمین پر قدم رکھتے ہوئے ایک بار پھر اپنے سامنے کھڑی اس عمارت کو دیکھا جو کہیں سے بھی اُس عورت کے شایانِ شان نہیں تھی جو وہاں جانے کونسے کمرے میں کتنے مریضوں کے رش میں،،زندگی اور موت کے درمیان جھول رہی تھی..یا نہیں،شاید اپنی سانسیں پوری کر رہی تھی..بڑے بڑے قدم اٹھاتا ہوا وہ چھوٹے سے پارکنگ ایریا سے ہوتا ہوا اسپتال کی عمارت میں داخل ہوا..ریسیپشن کے قریب ہی حیدر ملک بے چینی سے ٹہل رہا تھا..

"بی بی کہاں ہیں حیدر..؟؟"داد بخش نے اُس سے پوچھا تھا جو اُن دونوں کو آتا دیکھا فوراً انکی طرف بڑھا تھا.

"آپ آیئے میرے ساتھ..!"اُن دونوں کو ساتھ لیے وہ ایک طرف کو چلنے لگا..

ہر قدم کے ساتھ اسکا دل ڈوب رہا تھا..بڑا سا ہال جہاں مریضوں کے لیے چیئرز زمین میں فکس کی گئی تھیں..اُن چیئرز کی سائیڈ میں دیوار کیطرف بچی جگہ سے گزر کر وہ دونوں حیدر کی معیت میں چل رہے تھے..چند منٹ چلتے رہنے کے بعد حیدر ملک کوریڈور کے اختتام پر بنے ایک ہال روم میں داخل ہوا تھا.زرخان کے قدم ایک پل کو رکے تھے پھر دل مضبوط کرتا وہ بھی اندر داخل ہو گیا..پورے کمرے میں شاید آٹھ بیڈ تھے..دائیں طرف تیسرے بیڈ کی پائنتی کے پاس کھڑا حیدر ملک اُن دونوں پر واضح کر چکا تھا کہ بیڈ پر لیٹا وجود ہی زرخان عباسی کی تلاش ہے..چند قدم پیچھے کھڑے زرخان نے بے یقینی سے بیڈ پر لیٹی اُس عورت کو دیکھا..

ایک بار...

دوسری بار..

تیسری بار..

اور پھر بار بار...

وہ حقیقتاً اسے پہچان نہیں پایا تھا.. تیزی سے بیڈ کیطرف بڑھا تھا اور پھر آخری بار اُس ہوش وخرد سے بے گانہ وجود پر نظر ڈالی تھی. اب کی بار اسکی نگاہ ساکت ہوئی تھی.. آنکھوں کی پتلیاں اس چہرے کو دیکھتے ہوئے پھیل رہی تھیں.. جبکہ اس بیڈ کے پاس بیٹھی دو خواتین اُس سوٹڈ بوٹڈ شخص کو دیکھ کر کچھ حیران پریشان سی تھیں.. باقی مریض بھی اسکی بارعب شخصیت سے مرعوب ہو کر اسکا جائزہ لے رہے تھے مگر زرخان عباسی کی تو دنیا رک چکی تھی.. ہاسپٹل کے بیڈ پر لیٹا وہ نحیف وجود کسی سینتیس سالہ عورت کا نہیں بلکہ کسی ساٹھ سالہ بڑھیا کا لگ رہا تھا..

زرخان عباسی کا دل کٹ کر رہ گیا.. داد بخش نے تفکر سے اسکی جانب دیکھا جو شدید تکلیف میں گھرا ایک ٹک فاطمہ بی بی کے چہرے کو دیکھ رہا تھا.. وہ ہی چہرہ تھا..

بلکل ویسا ہی..

پُر نور سا...

چہرے کا تاثر بھی ویسا ہی تھا..

بلکل نرم..

سوتے ہوئے بھی اُنکے ہونٹوں پر ایک نرم مسکراہٹ تھی.. ہلکی ہلکی سفیدی مائل پلکیں اور بھنویں...وہ خوبصورت آنکھیں آج بند تھیں.. تیکھی ناک میں کبھی لونگ چمکا کرتی تھی مگر آج وہ ناک بے رونق تھی.. باریک ہونٹ جن کی تشبیہ کبھی گلاب کی پنکھڑی سے ملا کرتی تھی.. آج سُوکھے، بے رونق، پپڑی زدہ سے تھے.. اسنے سہارا لینے کو ہاتھ دائیں طرف بڑھایا تھا داد بخش فوراً آگے بڑھا تھا..

"سائیں...!" اسکی پکار میں تڑپ تھی. اس کمرے میں موجود ہر مریض اور اسکے ساتھ موجود لواحقین نے ایک لمبے چوڑے مرد کو بری طرح روتے دیکھا..

بیڈ پر لیٹے وجود میں کوئی ہلچل نہیں ہوئی تھی. زرخان نے بہت آہستگی سے اپنی پیشانی انکے پیروں پر ٹکائی تھی.. کچھ اسطرح سے کہ فاطمہ بی بی کے پیروں کی تلیاں اسکی کشادہ پیشانی کو چھو رہی تھیں.. ردا کی والدہ حیرت سے ہسپتال کے عملے کو پورا روم خالی کرواتے دیکھ رہی تھیں.. پانچ منٹ کے اندر اندر وہاں سے تمام مریض جا چکے تھے، یا نہیں، اُس آنے والے شخص نے ہی وہ رُوم خالی کروایا تھا.. اب وہاں صرف بخش تھا یا پھر فاطمہ کے ساتھ آئی خواتین..

"بیٹے کون ہیں آپ..؟؟ اور ہمارے مریض سے کیا تعلق ہے آپکا؟؟" یہ پوچھنے والی ردا کی والدہ تھیں. وہ ہنوز اُنکے پیروں سے سر ٹکائے بیٹھا تھا.. معاً پیروں پر نمی کے احساس سے فاطمہ کی آنکھ کھلی تھی.. مندی مندی آنکھیں کھول کر انہوں نے اپنے ارد گرد نگاہ دوڑائی. پیروں میں سر دیے بیٹھے شخص پر پڑی تو ایک پل کو انکا دل ڈوبا تھا..

"ک... کون... کون ہو تم...؟؟" زرا سا سر اُٹھا کر انہوں نے اپنے پیروں سے سر ٹکائے مرد کو دیکھنے کی کوشش کی.

"ارے.. اللہ کا شکر ہے تمہیں ہوش آ گیا فاطمہ.." ردا کی والدہ فوراً انکی طرف بڑھی تھیں.. زرخان عباسی نے چہرہ اونچا کیا تھا اور آہستگی سے کھڑا ہو گیا.. ایک پل کو فاطمہ کی نگاہ ساکت ہوئی تھی پھر اگلے ہی پل انکی آنکھوں میں شناسائی کی چمک اُتری تھی.. وہ ہی تو تھا...

بلکل ویسا ہی تھا..

بس قد نکل گیا تھا...

داڑھی مونچھ بھی آ گئی تھی..

وہ سرخ بھیگی آنکھوں سے اُنکی جانب دیکھ رہا تھا.. انکے لبوں پر ایک نرم مسکراہٹ پھیل گئی. داد بخش نے حیرت سے اُس باظرف عورت کو دیکھا جسکے لبوں پر اسکے سائیں کے لیے مسکراہٹ تھی..

"تو آخر... آہی گئے تم...!!" انکے لبوں کی مسکراہٹ گہری ہوئی تھی مگر آنکھوں کے کونے تیزی سے بھیگے تھے.. دو آنسو ٹوٹ کر کنپٹیوں میں جذب ہوئے تھے. زرخان نے بے بسی سے انکی جانب دیکھا..

"میں جانتی تھی... جانتی تھی کہ آج تم سے ضرور ملاقات ہوگی...!" وہ زرا اُٹھ کر ٹیک لگا کر لیٹنے کے سے انداز میں بیٹھ گئیں. لبوں پر مسکراہٹ ہنوز تھی..

"جان بوجھ کر کیاناں آپ نے یہ سب..؟؟" آواز حد سے زیادہ بھاری تھی. اُن دونوں کو یوں گفتگو کرتے دیکھ انکے پاس موجود خواتین نے سمجھداری کا مظاہرہ کیا تھا اور کمرے سے باہر نکل گئیں..

"آپ جانتی تھیں ناں کہ میں آپ سے ملنے کے لیے ترس رہا ہوں..؟؟ آپکے قدموں میں سر رکھنے کے لیے تڑپ رہا ہوں.. سب جانتی تھیں آپ...!!! اسی لیے مجھ سے بھاگتی رہیں آپ...؟؟ ہے ناں مومی...؟؟" وہ بچوں کی طرح سسک رہا تھا.. انداز میں خفگی تھی. آواز جذبات سے بوجھل تھی. فاطمہ کی آنکھیں لفظ "مومی" پر پھر بھیگنے لگیں.

"یہ لفظ... یہ ایک لفظ کہنے میں تم نے... تم نے بہت دیر کردی ہے زرخان..!!" اسے اسکے نام سے پکارتے ہوئے وہ تکلیف زدہ سی کہہ رہی تھیں.

"ایسا مت کہیں پلیز.." وہ تڑپ کر انکے پاس آیا تھا..

"آئی ایم......." وہ اٹکا تھا..

آئی ایم.. سو... سوری.." انکا ہاتھ نرمی سے تھام کر وہ شرمندہ سا بولا تھا.

"میں جانتا ہوں کہ میرا گناہ ناقابلِ معافی ہے.. مگر پلیز.. آپ مجھے معاف کر دیں.. میں تو بہت بُرا ہوں.. سچ میں بہت بُرا ہوں.... مگر آپ، آپ تو بہت اچھی ہیں ناں.... آپ مجھے معاف کر دیں پلیز... میں بہت تکلیف میں ہوں،.. بہت مشکل میں ہوں.. میری مشکل آسان کر دیں.. مجھ پر رحم کر دیں.. مجھے معاف کر دیں.. مجھے سکون دے دیں پلیز.... پلیز مومی... پلیز مجھے معاف کر دیں...!!" انکے ہاتھ کو آنکھوں سے لگائے وہ بچوں کی طرح رو رہا تھا.. اور رو تو وہ بھی رہی تھیں... دل تو اُنکا بھی پھٹ رہا تھا. کب چاہا تھا انہوں نے کہ وہ بے سکون رہے.. کب چاہا تھا کہ وہ یوں بلک بلک کر روئے..

"مت روؤ... کیوں رو رہے ہو، ابھی تو زندہ ہوں میں... تم صحیح وقت پر آئے ہو زرخان.. غلط تو تم نے کر دیا ہے میرے ساتھ، وقت سے پہلے آ کر اپنے ساتھ تو ٹھیک کر لیا تم نے، میرے ساتھ بہت غلط کیا ہے..!!میں تو چاہتی تھی کہ تم تب آتے، جب میں جا چکی ہوتی.. جب میری آنکھیں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے.. بند ہو جاتیں.. تب تمہیں کون معافی دیتا زرخان.. کون معافی دیتا..!!" وہ خود بھی سسک رہی تھیں.

"میں تم سے اسلیے بھاگتی رہی، کیونکہ تمہیں معاف نہیں کرنا چاہتی تھی.. اب سامنے آ گئے ہو تو یہ دل نرم پڑ گیا ہے... معافی دیے بغیر تو... مجھے سکون نہیں ملے گا،... میں بے چین رہوں گی.. میں نے کبھی تمہارا بُرا نہیں چاہا میری جان.. باخدا کبھی برا نہیں چاہا..!!" اسکے بال سہلاتے ہوئے وہ نرمی سے بول رہی تھیں.. زرخان نے سرخ انگارہ ہوتی آنکھیں کھول کر انکا مسکراتا چہرہ دیکھا تھا.. داد بخش کی آنکھیں بھی فاطمہ کے ظرف پر نم ہو گئی تھیں..

"میں نے... میں نے تمہیں.... تمہیں... معاف کیا زرخان...!!" اسکے آنسو صاف کرتے ہوئے وہ نرمی سے بولیں.

"سچ....؟؟سچ میں..؟؟سچ میں معاف کر دیا..؟؟" وہ بے یقین سا یک ٹک انکی جانب دیکھ رہا تھا..

"سس... سزا.. سزا نہیں دیں گی مجھے..؟؟" وہ بھیگی آواز میں پوچھ رہا تھا. اسکے سوال پر وہ مسکرا اٹھیں.

"سولہ برس تھوڑے ہیں کیا...؟؟" اسکی ٹھوڑی نرمی سے چھوتے ہوئے وہ ہنستے ہوئے پوچھ رہی تھیں.. داد بخش کی حیرت دیدنی تھی. کیا تھی وہ عورت..!! کس مٹی سے بنی تھی.. جس شخص نے اسکی پوری زندگی برباد کر ڈالی تھی اُسے نا صرف معاف کر دیا تھا بلکہ اُس سے بے حد محبت سے بات کر رہی تھی..

"اگر آپ نے واقعی مجھے معاف کر دیا ہے تو.. تو پھر میرے ساتھ چلیں.. آپ یہاں نہیں رہیں گی.. میرے ساتھ چلیں.. اپنے شہر.. اپنے گھر...!!" وہ بہت آہستگی سے درخواست کر رہا تھا..

فاطمہ کے لبوں کی مسکراہٹ سمٹ گئی.. آنکھوں میں سختی در آئی تھی.

"میں نے تمہیں معاف کیا ہے زرخان... اُس گھر کو.. اس گھر ک درودیوار کو.. اور اس گھر کے مالک کو.. مرتے دم تک معاف نہیں کروں گی..!!" انکا لہجہ اٹل تھا. انداز میں کوئی رعایت نہیں تھی.

"آپکی طبعیت ٹھیک نہیں ہے فاطمہ موم... میں آپکو اس انڈر ڈیویلپڈ ہاسپٹل میں مرنے کے لیے نہیں چھوڑ سکتا... پلیز آپ میرے ساتھ چلیں.. گھر مت جائیے گا مگر.. یہاں سے چلیں پلیز..!" زرخان ملتجی ہوا..

"سائیں ٹھیک کہہ رہے ہیں بی بی.. میری ڈاکٹرز سے بات ہو چکی ہے.. انکے پاس آپکے مرض کا کوئی علاج نہیں ہے، اگر آپ یہاں رہیں گی تو آپکی طبعیت مزید بگڑ جائے گی.. آپ سائیں کے ساتھ لاہور چلیں.. ہم وہیں آپکا علاج کروائیں گے..!!" داد بخش نے مؤدبانہ کہا تھا.

"مجھے کہیں نہیں جانا داد.. میں اب بلکل ٹھیک ہوں.." انہوں نے زرخان کیطرف دیکھتے ہوئے بخش کو جواب دیا..

"مگر آپکی رپورٹس ٹھیک نہیں ہیں..!!" زرخان کے لہجے میں تکلیف تھی.

"مجھے فرق نہیں پڑتا.. میری بیٹی میرے لیے پریشان ہو رہی ہو گی زرخان.. مجھے گھر جانا ہے.. پلیز تم ان ڈاکٹرز سے بات کرو ناں.. یہ لوگ مجھے جانے نہیں دے رہے، مجھے محرم کے پاس جانا ہے..!!" محرم کا ذکر کرتے ہوئے انکی آنکھیں نم ہو گئی تھیں.

"یعنی آپ نے مجھے معاف نہیں کیا..؟؟" زرخان بے بس ہوا..

"نہیں ایسا نہیں ہے میں تمہیں معاف کر چکی ہوں.. مگر یہاں رہنا میری مجبوری ہے.. میری بیٹی تمہارے یا میرے ماضی کے بارے میں کچھ نہیں جانتی.. میں تمہارے ساتھ نہیں جا سکتی تم پلیز میری بات کو سمجھو..." انکے بے بسی سے کہنے پر وہ بے چین ہو گیا..

"تو اس میں فکر والی تو کوئی بات نہیں ہے مام.. آپ میرے ساتھ چلیں.. آپکی بیٹی کو بخش لے آئے گا.. وہ بھی وہیں رہے گی، ڈونٹ یو وری پلیز..!" زرخان نے انہیں منانے کی کوشش کی.. تبھی دو ڈاکٹرز وہاں آئے تھے.. زرخان نے انکا ہاتھ بے حد آہستگی سے تھپکا تھا اور ڈاکٹرز کیطرف بڑھا.

"عباسی صاحب ہم نے آپکے کہنے پر جنرل ہاسپٹل میں سینئیر ڈاکٹرز کو پیشنٹ کی رپورٹس میل کر دی ہیں. آپ جتنی جلدی ہو سکے انہیں وہاں لے جائیے.. دے کین ٹک بیٹر کیئر آف ہر..!" ڈاکٹر کی آواز کافی دھیمی تھی.

"اینڈ پلیز... اب آپ ان سے مزید بات چیت کرنے سے اوائیڈ کریں.. اور آپ کوشش کریں کہ پیشنٹ ٹینشن فری رہے، انہیں زیادہ سے زیادہ دماغی سکون ملنا چاہیئے تاکہ یہ اپنی نیند سو سکیں.. ادویات سے لی گئی نیند انکے لیے بہتر نہیں ہے...، ریمائنڈ اٹ..، انکے لیے ایمبولنس کا ارینج کر دیا گیا ہے.. ہم تھوڑی دیر تک انکی ڈریس چینج کر دیتے ہیں پھر آپ انہیں لے جا سکتے ہیں..!" اسکا کندھا تھپک کر وہ چلے گئے تھے..

"میں کہیں نہیں جاؤں گی زرخان..!" وہ سختی سے بولی تھیں. سر میں درد کی ایک شدید لہر اٹھی تھی...وہ کراہ اُٹھیں..

"مام..." وہ بے تابانہ انکی جانب بڑھا تھا. داد سرعت سے ڈاکٹرز کو بلانے بھاگا تھا.

"تم...میری محرم.. محرم کو..بلادو..میں نے اُسے.. صبح سے.. صبح سے نہیں دیکھا..!" سر کو دونوں ہاتھوں میں تھامے وہ دائیں بائیں پٹخ رہی تھیں. آنسو ٹوٹ ٹوٹ کر بالوں میں جذب ہو رہے تھے..

"آپ پلیز ریلیکس ہو جائیں.. میں خود اُسے لے کر آؤں گا.." اُن پر جھکا وہ پریشانی سے کہہ رہا تھا..ڈاکٹرز کے پیچھے پیچھے ردا کی والدہ اور دوسری خاتون بھی اندر آگئی تھیں. فاطمہ کی حالت بگڑ رہی تھی.

"محرم.... محرم کو بلاؤ..!" وہ چلا رہی تھیں. زرخان نے تڑپ کے انکا ہاتھ تھاما.. انکی خوبصورت آنکھوں سے تکلیف کے مارے آنسو نکل رہے تھے.. ڈاکٹرز نے فوراً انہیں سکون آور انجکشنز دیے تھے. چند منٹوں میں ہی وہ ہوش و خرد سے بے گانہ ہو چکی تھیں. زرخان نے نم آنکھوں سے انکے لٹھے کی مانند سفید پڑتے چہرے کو دیکھا. آنکھیں مسلتے ہوئے وہ داد بخش کی جانب متوجہ ہوا.

"دس منٹ.. دس منٹ تک ایمبولنس آجائے گی.. تم ایمبولنس میں مام کے ساتھ جاؤ، اور اگر کوئی بھی پرابلم ہو تو فوراً مجھے کال کرنا.. موی کی بیٹی کو لے کر میں ڈائریکٹ ہاسپٹل ہی آؤنگا، میرے آنے سے پہلے پہلے موی کا ٹریٹمنٹ شروع ہو جانا چاہئیے داد...!" خود کو کمپوز کرتا وہ سنجیدگی سے اسے ہدایات دے رہا تھا.

"جیسا آپ نے کہا ہے، بلکل ویسا ہی ہوگا سائیں.. آپ بے فکر ہو جائیں..!" وہ مستعدی سے بولا.

"گُڈ..!" اسکا کندھا تھپک کر وہ اُن دو خواتین کی طرف بڑھا جو ہونق کھڑی ساری کاروائی دیکھ رہی تھیں.

"میں... فاطمہ مام کا بیٹا ہوں..!" اسنے جھجھکتے ہوئے ان دونوں خواتین سے اپنا تعارف کروایا. انکی آنکھیں مزید پھیلی تھیں. وہ اونچا لمبا..، ایک بھرپور مرد.. چالیس سالہ فاطمہ کا بیٹا کیسے ہو سکتا تھا.. ردا کی والدہ آنکھیں پھاڑے اُسے اوپر سے نیچے تک دیکھ رہی تھیں. زرخان نے نگاہ پھیر لی.

"یقیناً آپ دونوں ہی انہیں یہاں لے کر آئی ہیں، آپ نے انکی دیکھ بھال کی اتنا خیال رکھا..، اس سب کے لیے میں آپکا بے حد شکر گزار ہوں.. کیا آپ دونوں مجھے فاطمہ مام کی بیٹی کے پاس لے جا سکتی ہیں..؟؟" وہ بہت شائستگی سے پوچھ رہا تھا. اسکا لہجہ بھاری ہو کر کافی دلکش لگ رہا تھا..

"ارے نہیں بیٹا، یہ تو ہمارا فرض تھا.. شکریے کی کوئی بات نہیں. اور محرم بیٹی تو یہ فرخندہ بہن (ردا کی والدہ) کے گھر ہی ہو گی.. انکی بیٹی کے ساتھ سکول جاتی ہے ناں وہ.. فاطمہ کو گھر نہ پا کر وہ انہی کے گھر چلی گئی ہو گی.." ردا کی والدہ کی بجائے دوسری عورت نے جواب دیا. وہ اُس سے کافی مرعوب ہو چکی تھی.

"آپ دونوں چلیے پھر میرے ساتھ... ظاہر سی بات ہے میں اکیلا تو انکے گھر جا نہیں سکتا.." اسنے سنجیدگی سے کہا.. انکے اثبات میں سر ہلانے پر زرخان نے ایک نرم نگاہ سوئی ہوئی فاطمہ پر ڈالی اور پھر اُن دونوں خواتین کے ساتھ ہاسپٹل کی عمارت سے باہر نکل آیا.

"بیٹھیں پلیز..!" اسنے خود ان دونوں کے لیے گاڑی کا دروازہ کھولا تھا. دونوں خواتین گاڑی میں بیٹھ گئیں. وہ سرعت سے ڈرائیونگ سیٹ پر آکر بیٹھا تھا اور گاڑی پارکنگ ایریا سے باہر نکالی.. اونچے نیچے راستوں پر وہ بہت مہارت سے گاڑی ڈرائیو کر رہا تھا. دونوں خواتین چپ چاپ بیٹھیں بس گاڑی کا جائزہ لے رہی تھیں.. تقریباً پندرہ منٹ کی مسافت کے بعد وہ ردا کی والدہ کے بتائے گئے راستے پر گاڑی ڈال چکا تھا.. مزید پانچ منٹ بعد وہ ایک چوڑی کچی سڑک پر گاڑی بھگا رہا تھا..

"بس بیٹا یہاں اسی سڑک پر تھوڑا سا آگے جا کر ہمارے محلے کو جاتی گلی آئے گی... تم وہیں گاڑی روک دینا میں خود جا کر کر محرم بٹیا کو لے آؤں......."سامنے سڑک پر دیکھ کر بات کرتی ردا کی والدہ کی چلتی زبان ایک دم رکی تھی.

جبکہ انکے چپ ہوتے ہی دوسری عورت بول پڑی تھی کیونکہ یقیناً اسکی نگاہ بھی سامنے ہی تھی.

"ارے فرخندہ آپا... یہ تو آپکی ردا ہے ناں.. اور... اور شاید محرم بیٹی بھی ہے اسکے ساتھ...!"

دور سے ہی وہ دونوں بوکھلائی بوکھلائی سی لگ رہی تھیں. دونوں ہی سکول یونیفارم میں ملبوس تھیں. زرخان ان دونوں خواتین کی گفتگو سُن چکا تھا.. اسکی نظر بھی اُن دو لڑکیوں پر پڑ چکی تھی.. گاڑی کی سپیڈ زرا سی بڑھا کر اسنے اگلے ہی پل سڑک پر کھڑی اُن دونوں لڑکیوں سے زرا فاصلے پر گاڑی کو بریکس لگائے تھے.

"ان دونوں میں سے فاطمہ مام کی بیٹی کون ہے..؟؟"اسنے گردن موڑ کر اُن دونوں سے پوچھا. انداز میں عجلت تھی..

"وہ بائیں طرف جو کھڑی ہے.. سفید چادر میں..!"ردا کی والدہ نے جواب دیا.. گاڑی کا دروازہ کھول کر وہ سرعت سے باہر نکلا تھا اور اُن دونوں کی طرف بڑھا تھا. جبکہ پیچھے دونوں خواتین گاڑی کے دروازے سے نبرد آزما ہونے لگیں جو یقیناً اُن سے نہیں کھلنے والا تھا..

◆◆◆◆

ردا نے حیرت سے اپنے سامنے کھڑے زرخان عباسی کو دیکھا جسکی توجہ اسکے پیچھے چھپتی محرم پر تھی..

"آپ فاطمہ مام کی بیٹی ہیں ناں..؟ آپ پلیز میرے ساتھ چلیے وہ ہاسپٹل میں ایڈمٹ ہیں اور آپکو یاد کر رہی ہیں.. ملنا چاہتی ہیں آپ سے...!"وہ بے حد نرمی سے بات کر رہا تھا. جبکہ ردا کی پشت میں منہ چھپائے کھڑی محرم نے اپنی مومی کے نام پر فوراً آنکھیں کھول کر چہرہ اوپر کیا تھا... اب ٹھٹھکنے کی باری زرخان عباسی کی تھی، ایک بار پھر وہ ہی چہرہ اسکے سامنے تھا.. روئی روئی گلابی آنکھیں اور پھولے پھولے سرخ گال.. وہ چھوٹی سی بچی لگ رہی تھی..

"آ... آپ کک.. کیسے جانتے ہیں مم.. میری مومی کو..؟؟" تھوگ نگلتے ہوئے وہ اٹک اٹک کر بولی.. زرخان عباسی کو صحیح معنوں میں شرمندگی ہو رہی تھی. سامنے کھڑی لڑکی کوئی اور نہیں وہ ہی ٹاپر تھی جسے دو گھنٹے پہلے وہ تھپڑ مار چکا تھا.

"میں.. میں اُنکا بیٹا ہوں..!" وہ سنجیدگی سے بول رہا تھا..

"لیکن وہ تو... مم.. میری مومی.. ہیں..!" سامنے کھڑے شخص کے ڈر کے باعث وہ ٹھیک سے احتجاج بھی نہیں کر پائی.. زرخان نرمی سے مسکرایا.. جبکہ اسکی دلکش مسکراہٹ پر محرم نے اپنی آنکھیں یوں پھاڑی تھیں جیسے وہ کوئی انوکھا کام کر رہا ہو. زرخان عباسی نے نگاہ چرا لی.

"یہ سب تو آپکو فاطمہ ماما ہی بتائیں گی..، آپ ابھی میرے ساتھ چلیں پلیز..!" نگاہ جھکائے وہ سنجیدگی سے کہہ رہا تھا.. تبھی اسکی نگاہ زرخان کی گاڑی سے نکلتی فرخندہ آنٹی پر پڑی تھی. وہ پھرتی سے انکی طرف بھاگی..

"آنٹی میری مومی کہاں ہیں..؟؟" آواز میں بے تابی تھی.

"بیٹا یہ صاحب اُنہیں لاہور لے گئے ہیں.. بڑے ہاسپٹل میں ایڈمٹ کروائیں گے انہیں.. تمہیں لینے آئے ہیں تم انہی کے ساتھ چلی جاؤ..!" قریب آتے زرخان کو دیکھ کر ردا کی والدہ کی بجائے دوسری خاتون بولی تھیں..

"مم.. میں انکے... ساتھ....!!" وہ بے بسی سے کے احساس تلے رو پڑی.. انگلیاں چٹخاتے ہوئے اُسنے ڈرتے ڈرتے اپنی پشت پر کھڑے زرخان عباسی کو دیکھا.. اسکی سرخ سُوجی ہوئی آنکھیں دیکھ کر اسے خوف محسوس ہوا..

"آپ مجھ پر یقین کر سکتی ہیں.. آیئے پلیز بیٹھیں..!" زرخان نے فرنٹ ڈور کھولا تھا..

"آنٹی..!" اُسنے ملتجی نظروں سے ردا کی والدہ کو دیکھا.

"بیٹا میں کیا کر سکتی ہوں.. تمہارا بڑا بھائی ہے یہ.. چلی جاؤ اسکے ساتھ، ویسے بھی تم فاطمہ کے بغیر اکیلی گھر میں کیسے رہو گی..!"روتی ہوئی محرم کو گلے لگا کر انہوں نے آہستگی سے کہا.. آنکھ سے بہتے آنسوؤں کو صاف کرتے ہوئے وہ گاڑی میں بیٹھ گئی. ردا نے نم آنکھوں سے اُس سے ہاتھ ملایا تھا.. زرخان نے ڈرائیونگ سیٹ سنبھال لی.. محرم کا دل ڈوبنے لگا.. اپنے شناسا چہروں کو خود سے دور ہوتے دیکھتی وہ اور شدت سے رو دی.. ہاتھوں میں منہ چھپائے وہ بچوں کیطرح بلک رہی تھی.. زرخان نے بے چینی سے روتی ہوئی محرم کو دیکھا. وہ اسکے آنسوؤں سے ڈسٹرب ہو رہا تھا.. گاڑی چلاتا زرخان بار بار گردن گھما کر اسکو دیکھ رہا تھا آیا وہ رو رہی ہے یا نہیں..

"سٹاپ ویپنگ..." جب وہ یونہی منہ چھپائے روتی رہی تو وہ زرا سختی سے بولا تھا.. وہ اسکے یوں سسکنے پر حقیقتاً پریشان ہو گیا تھا.. زرخان کی بھاری آواز اور لہجے کی سختی پر وہ اچھل کر دروازے سے چپک گئی.. بھیگی پلکیں جھپکا جھپکا کر وہ یک ٹک، سانس روکے ڈرائیونگ کرتے زرخان کو دیکھنے لگی..

"آنسو صاف کرو..!"بنا اسکی طرف دیکھے وہ قدرے نرمی سے بولا. محرم نے ہونٹ مروڑتے ہوئے ہاتھوں کی مٹھیوں سے بچوں کیطرح آنکھوں سے بہتے آنسو صاف کیے.. زرخان نے اسکی معصومیت کا یہ حسین منظر کچھ حیرت سے دیکھا تھا.. دل میں کہیں کچھ ہلچل ہوئی تھی. اُس لڑکی پر بے ساختہ ترس آیا تھا.. سفید چادر میں لپٹا اسکا سوگوار چہرہ اسے تکلیف سے دوچار کر رہا تھا. شاید دل میں اسکے لیے جاگتا درد فاطمہ کے باعث تھا. وہ لڑکی فاطمہ کا خون تھی. اُنکے جگر کا گوشہ تھی.. جب وہ فاطمہ کے لیے امپورٹنٹ تھی تو اُسکے لیے کیونکر ان امپورٹنٹ ہو سکتی تھی.. محرم کی خوفزدہ نظروں کی تپش اپنے چہرے پر محسوس کر کے زرخان نے اسکی جانب دیکھا.. محرم نے فوراً نگاہ پھیری. دل اچھل کر حلق میں آ گیا تھا.

"سیدھی ہو کر بیٹھو..!" اسے مسلسل اپنی طرف رخ موڑے بیٹھے دیکھ وہ پھر سے بولنے پر مجبور ہوا تھا. وہ فوراً سیدھی ہو کر بیٹھ گئی.. اُسے پہلے سے بڑھ کر رونا آرہا تھا مگر زرخان کے خوف سے سانس روکے بیٹھی تھی. ہاتھوں کی انگلیوں کو سختی سے آپس میں پھنسائے وہ سامنے سڑک پر نگاہ جمائے ہوئے تھی.. قصور کی حدود کراس کر کے گاڑی ہائی وے پر فراٹے بھر رہی تھی. زرخان نے رُخ موڑ کر پھر سے اسکے تاثرات کا جائزہ لینے کی کوشش کی.. وہ بلکل دروازے سے لگ کر بیٹھی ہوئی تھی. روڈ پر نگاہ جمائے وہ لب بھینچ کر ہونٹوں کی کپکپاہٹ پر قابو پانے کی ناکام کوشش کر رہی تھی.. گلابی پنکھڑی جیسے نازک لب ہولے ہولے کانپ رہے تھے.. زرخان نے گاڑی کی سپیڈ دھیمی کر دی.. پھر ایک سائیڈ پر گاڑی روک کر اسکی طرف رخ کر لیا.. محرم نے گھبرا کر اسکی طرف دیکھا. زرخان کو سنجیدگی سے اپنی طرف دیکھتا پا کر کب سے رکے آنسو بہت تیزی سے پلکوں کی باڑ پھلانگ کر رخساروں پر بکھرے تھے..

"وائے آر یو ویپنگ ہنی..؟؟" وہ بہت نرمی سے پوچھ رہا تھا. اُسے محرم کا یوں رونا تکلیف دے رہا تھا.

"مم..میں..پپ..پیچھے..چل..چلی جاؤں..؟؟" اسکی آواز بہت مدھم تھی.. آنکھوں کے آنسو رکنے کو تیار نہیں تھے.

"لیکن کیوں ہنی..؟ یہاں کوئی پرابلم ہے کیا..؟؟" زرخان کا انداز نرم تھا. وہ اسے بلکل بچوں کیطرح ٹریٹ کر رہا تھا. جبکہ محرم کے لیے اسکا یہ بدلا روپ سمجھ سے باہر تھا.

"مجھے یہاں...ڈر لگ رہا ہے..!!" اسنے سادگی سے سچ بول دیا..

"کس سے..؟" زرخان کی حیرت دیدنی تھی. اسکے سوال پر محرم کی ہرنی جیسی آنکھوں میں خوف اترا تھا.. نچلے لب کو دانتوں تلے دبا کر اُسنے بے چینی سے پہلو بدلا.

"کس سے ڈر لگ رہا ہے بولو ناں..؟؟" جانتے بوجھتے بھی وہ اسکو مشکل میں ڈال رہا تھا.. محرم نے کچھ ہچکچاہٹ سے اسکی طرف دیکھا..

"آ... آپ سے.." اسنے پھر سے سچائی کا مظاہرہ کیا تھا.. کہتے ہی وہ رخ موڑ کر آنکھیں میچ گئی.. کہنے کو کہہ تو دیا تھا مگر اب اسکا ننھا سا دل بری طرح کانپ رہا تھا. اپنی طرف کا دروازہ کھول کر زرخان گاڑی سے اترا تھا اور گھوم کر اسکی سائیڈ کا دروازہ کھولا.

"اترو..!" اسکی بھاری آواز پر محرم نے آنکھیں کھول کر اسکی جانب دیکھا جو دروازہ کھولے اسکے اترنے کا منتظر تھا. وہ جھٹ گاڑی سے اتری تھی.. زرخان چند قدم پیچھے آیا تھا اور اسکے لیے فورتھ ڈور اوپن کیا تھا.. محرم فوراً اندر بیٹھ گئی.. پھر چور نظروں سے اسکی جانب دیکھا جو گاڑی کا دروازہ بند کر رہا تھا.

"اب ٹھیک ہے..؟؟" اسکا چہرہ بے تاثر تھا. یا شاید محرم کو ہی چہرے پڑھنے کا ہنر نہیں تھا.

"جج..جی.." بھیگی پلکیں جھکاتے ہوئے اُسنے آہستگی سے جواب دیا.

"اوکے..بٹ اب رونا مت، ورنا مجھے غصہ آجائے گا.." وہ سنجیدگی سے کہہ رہا تھا. محرم نے جھٹ اثبات میں گردن ہلائی پھر اُسی کونے میں دُبک کر بیٹھ گئی.. زرخان پلٹا تھا اور جا کر واپس ڈرائیونگ سیٹ سنبھال لی. خاموشی سے ڈرائیو کرتے ہوئے وہ وقفے وقفے سے فرنٹ مرر سے اسکا جائزہ بھی لے رہا تھا اور پھر واقعی وہ سارے راستے میں خاموش رہی تھی.. مزید پینتالیس منٹ کی مسافت کے بعد اسکی گاڑی جنرل ہاسپٹل کے پارکنگ ایریا میں داخل ہو رہی تھی.

محرم کی سوکھی آنکھیں پھر سے بھیگنے لگی تھیں.. گاڑی پارک کر کے زرخان نے اسکے لیے دروازہ کھولا تھا. وہ سرعت سے نیچے اتری. آنکھیں صاف کر کے اسکی طرف دیکھا جو فون لسٹ میں فرنٹ ڈائل نمبر پر کلک کر کے فون کان سے لگا چکا تھا. دوسری طرف جو کوئی بھی تھا، یقیناً فاطمہ کے پاس سے بات کر رہا تھا..

"نہیں تم رہنے دو، میں خود ہی آجاتا ہوں... ہاں ٹھیک ہے.. میں پانچ منٹ میں آرہا ہوں.." بات کر کے اسنے کال ڈسکنکٹ کر دی اور گاڑی سے چپکی کھڑی محرم کی طرف پلٹا.

"چلو..!" زرخان نے دھیرے سے کہا.. کہہ کر وہ ہاسپٹل کی عمارت کی طرف بڑھنے لگا. محرم بھی تیز تیز قدم اٹھاتی اسکے پیچھے پیچھے چل رہی تھی. زرخان کے قدموں کی رفتار کافی تیز تھی.. جبکہ محرم کو اسکا ساتھ دینے کے لیے تقریباً بھاگنا پڑ رہا تھا.. چکنے فرش پر پاؤں جما جما کر چلتی محرم کو لگ رہا تھا کہ وہ کہیں گر ہی نہ جائے.. معاً زرخان کو اپنے پیچھے چلتی محرم کا خیال آیا تھا، وہ رُکا اور پلٹ کر اسکی جانب دیکھا.. اسکے یوں اچانک رُک جانے پر اپنی جون میں تیز تیز چلتی محرم اُس سے ٹکراتے ٹکراتے بچی تھی. اُسکا سانس پھول چکا تھا. وہ حقیقتاً ہانپ رہی تھی. اسکے سرخ پڑتے چہرے پر نگاہ ڈال کر زرخان نے بہت آہستگی سے اسکی طرف اپنا ہاتھ بڑھایا تھا. محرم نے کچھ جھجھکتے ہوئے اپنے سامنے پھیلی اسکی چوڑی ہتھیلی دیکھی. پھر آہستگی سے نفی میں گردن ہلائی..

"میں.. ایسے ہی.... چل سکتی ہوں.." اسکے کہنے پر زرخان نے ایک نگاہ اسکے جھکے سر پر ڈالی پھر بنا وقت ضائع کیے ہاتھ بڑھا کر اسکی کلائی تھام لی. محرم کی جان مٹھی میں آگئی. دل کی دھڑکنیں سمٹ کر کلائی میں ہی دھڑکنے لگیں. اُسنے تو بچپن سے بس فاطمہ کا نرم و شفیق لمس محسوس کیا تھا.. ایک بھرپور مرد کی گرفت سے وہ سرے سے ہی ناواقف تھی.. اب جو اسنے کلائی تھامی تھی تو دل عجیب سے احساسات تلے دھڑک اُٹھا تھا... جانے خوف تھا یا وحشت، لیکن انکار کرنے کی ہمت کہاں سے لاتی وہ، سو آنسو پیتی وہ چپ چاپ اسکے ساتھ ساتھ چلنے لگی. سات

آٹھ منٹ بعد وہ دونوں ایک لمبے کوریڈور میں داخل ہوئے تھے. کوریڈور کے شروع میں ہی داد بخش ایک کمرے سے باہر نکلا تھا. محرم کی کلائی چھوڑ کر وہ سرعت سے اسکی جانب بڑھا.

"از ایوری تھنگ اوکے..؟؟" وہ بے تابی سے پوچھ رہا تھا. داد بخش نے بہت آہستگی سے نفی میں گردن ہلائی...

"بی بی کا علاج اب ممکن نہیں رہا سائیں.." کوئی بم تھا جو بخش نے اسکے سر پر پھوڑا تھا. وہ ویران پڑتی آنکھوں سے داد بخش کے ہلتے لب دیکھ رہا تھا. کان کچھ اور بھی سُن رہے تھے مگر دل ماننے سے انکاری تھا. جبکہ اسکی غیر ہوتی حالت کو دیکھتے ہوئے بخش بہت دھیمی آواز میں سر جھکائے کہہ رہا تھا..

"انہیں زیادہ سے زیادہ ریلیکسیشن کی ضرورت ہے، اور بلفرض اگر وہ ریلیکس رہتی بھی ہیں، تب بھی چھ یا سات ماہ سے زیادہ.... نہیں جی پائیں گی.. اور دوسری صورت میں، یعنی اگر انہیں کوئی شاک یا سٹریس ملتا ہے تو.... انکی کوئی وین ڈیمج ہو سکتی ہے.. ٹیومر پھٹ...!" اسکی بات زرخان نے کاٹ دی تھی.

"بس کر دو بخش.. چپ ہو جاؤ.." اپنے بال مٹھی میں جکڑتے ہوئے وہ درشتگی سے بولا. داد بخش نے افسردگی سے اسکی سرخ آنکھوں کو دیکھا پھر نرمی سے اسکے شانے پر ہاتھ رکھا..

"سائیں.. یہ سب اللہ کی مرضی ہے، آپ پلیز ہمت سے کام لیں..!"

داد بخش نے اسے حوصلہ دینے کی ناکام کوشش کی.. تبھی اسکی نگاہ دروازے کے شیشے سے اندر جھانکتی محرم پر پڑی تھی، اسنے استہفامیہ نگاہوں سے زرخان کیطرف دیکھا... زرخان نے اسکی نظروں کے تعاقب میں سسکتی ہوئی محرم پر نظر ڈالی.

"فاطمہ مام کی بھتیجی ہے..!" زرخان نے آہستگی سے کہا. تبھی وہ اسکے پاس آئی تھی.

"س.. سر.. کیا میں اپنی.. مومی کک.. کے پاس.. جا سکتی ہوں..؟؟"وہ آنسو بھری آنکھیں زرخان کے چہرے پر ٹکائے معصومیت سے پوچھ رہی تھی.. زرخان کا دل تو پہلے ہی پھٹا جا رہا تھا، اُس پر مزید اس معصوم لڑکی کی دگرگوں حالت اسے مزید توڑ رہی تھی.. اس نے بخش کو اشارہ کیا اور خود زرا فاصلے پر بنچ پر جا بیٹھا.. سر ہاتھوں میں تھامے وہ زمین کو گھور رہا تھا مگر سماعت داد کی طرف متوجہ تھی. داد بخش نے بہت آہستگی سے محرم کے سر پر ہاتھ رکھا.

"بی بی آپ روئیں مت، فاطمہ بی بی کی طبعیت بلکل ٹھیک ہے، آپ دیکھ ہی چکی ہیں کہ وہ سو رہی ہیں..ڈاکٹرز سے بات ہوئی ہے میری، ایک یا دو گھنٹوں میں جاگ جائیں گی.. تب آپ اُن سے مل لیجئے گا..!"داد بخش نے نرمی سے کہا.

"لیکن انکے پاس جا کر.. بیٹھ تو سکتی ہوں ناں..!!"وہ بھرائے ہوئے لہجے میں بولی.

"ٹھیک ہے.. مگر ایک شرط پر..!"بخش نے نرمی سے کہا. وہ اُسے بہت طریقے سے ڈیل کر رہا تھا.

"مجھے آپکی ہر شرط منظور ہے، بس مجھے اندر جانے دیں."وہ ہاتھ جوڑے التجا کر رہی تھی.

"ارے نہیں بی بی پلیز.. یوں ہاتھ مت جوڑیں آپ.. میری بس ایک ہی شرط ہے کہ آپ فاطمہ بی بی کے پاس جا کر روئیں گی نہیں، اگر آپ روئیں گی تو اُنکی نیند خراب ہو جائیگی اور... اور پھر سائیں بھی آپ پر غصہ ہو جائیں گے.. اسلیے بس چپ چاپ انکے پاس جا کر بیٹھ جائیں..!"آخری بات اسنے رازدارانہ انداز میں کہی تھی. محرم نے فوراً ہاں میں گردن ہلائی تھی کیونکہ اسے زرخان کی کہی گئی بات بھی یاد آ گئی تھی.

"اوکے بٹ اب رونا مت، ورنہ مجھے غصہ آ جائیگا.."اسکے صبح والے جلال اور غیض و غضب والا روپ دیکھنے کے بعد وہ اُس سے اچھی خاصی خوفزدہ ہو چکی تھی.. سو شرافت سے گردن ہلا کر پلٹی تھی اور سرعت سے کمرے میں

گھس گئی. پورے کمرے میں فاطمہ کے پاس ایک نرس کے سوا کوئی نہیں تھا.. زرخان نے سراہتی نظروں سے بخش کو دیکھا. وہ نرمی سے مسکرا دیا.

"ابھی چھوٹی ہے سائیں.. اسی لیے اُسے اسکے طریقے سے سمجھایا ہے میں نے.. آپ سے بہت ڈر چکی ہے.. ویسے میرا خیال ہے کہ آپ مجھ سے بہتر انداز میں اُسے ڈیل کر سکتے تھے.." آہستگی سے کہتا وہ اسکے پاس ہی آ بیٹھا.

"ہوں.. تم یہ بتاؤ کہ کب تک ہوش آئے گا مام کو..؟؟ ڈاکٹرز کیا کہہ رہے ہیں.؟؟ اُسے تو تم بہلا چکے ہو، اب مجھے سچ سچ بتاؤ..؟" زرخان کی آواز میں تھکن تھی.

"سائیں آپکے سامنے ہی وہاں ہاسپٹل میں ڈاکٹرز نے بی بی کو انجکشنز دیے تھے.. تب سے ہی گہری نیند میں ہیں، ڈاکٹرز نے تو تین سے چار گھنٹے کی لمٹ دی ہے.. دیے گئے وقت سے بہت پہلے بھی ہوش آ سکتا ہے، اور بہت بعد میں بھی." داد بخش نے جواب دیا تھا. زرخان نے کلائی میں بندھی گھڑی میں وقت دیکھا. گھڑی شام کے پونے پانچ بجا رہی تھی. اسے یاد آیا کہ وہ دونوں صبح دس بجے کے قریب قصور کی حدود میں داخل ہوئے تھے. آج اسکے سولہ برس کی تلاش ختم ہوئی تھی.. اسی لیے دن بے حد لمبا معلوم ہو رہا تھا. جاتی گرمیوں کے دن کچھ خاص لمبے بھی نہ تھے. زرخان نے تھک کر کرسی کی پشت سے ٹیک لگالی..

◆◆◆◆

اُسے کمپنی جوائن کیے تین ماہ ہو چکے تھے اور آج ایک بار پھر وہ اکاؤنٹنٹ کی بجائے ریسیپشنسٹ کا چارج سنبھالے ہوئے تھی. اسکی جوائننگ کے پندرہ دن بعد ہی ریسیپشنسٹ ارینج ہو گئی تھی جبکہ زمل نے اکاؤنٹنٹ کی سیٹ سنبھال لی تھی. ایک ماہ کے اندر ہی وہ کافی ٹرینڈ ہو گئی تھی اور اب تو راوی چین ہی چین لکھ رہا تھا مگر پچھلے دو دن سے ریسیپشنسٹ ایک بار پھر سے غائب تھی، لہٰذا مجبوراً آج اسے ریسیپشن پر بھی ڈیوٹی دینی پڑ رہی تھی.. دوپہر کے

دو بجے کے قریب اسنے کاؤنٹر پر موجود کمپیوٹر میں ہی اپنی فائل اوپن کرلی تھی اور اکاؤنٹس مینٹین کرنے لگی..

کی-بورڈ پر چلتی اسکی انگلیاں ایک دھیمی آواز پر رُکی تھیں..

"ایکسکیوز می..؟؟"کسی نے کاؤنٹر ناک کیا تھا.زمل نے نگاہ اُٹھا کر ناک کرنے والے کو دیکھا.سامنے ایک گیارہ بارہ سالہ بچہ کھڑا تھا.ماتھے پر بکھرے بھورے بال آنکھوں تک آرہے تھے..یونیفارم ڈریس میں ملبوس وہ چہرے پر بلا کی معصومیت لیے کافی کیوٹ لگ رہا تھا.زمل نے کچھ حیرت سے اُسے دیکھا،شاید وہ غلطی سے وہاں آگیا تھا.

"یس..؟؟"وہ نرمی سے بولی.

"ایم-ڈی شہباز حسن اپنے آفس روم میں ہی ہیں..؟؟"وہ نرم لہجے میں مگر بے حد سنجیدگی سے پوچھ رہا تھا.زمل نے آنکھیں سکیڑ کر اس چار فٹ کے بچے کو دیکھا..اُسے یوں اپنی جانب دیکھتا پا کر وہ جھنجھلا گیا.

"آئی آسکڈ..از ہی دیئر آر ناٹ..؟؟"وہ قدرے بے زاری سے پوچھ رہا تھا.زمل اسکی بے زاری پر نرمی سے مسکرائی.وہ جھنجھلاتا ہوا مزید پیارا لگ رہا تھا.

"یس ہی از دیئر..بٹ ہُو آر..."اسکی بات پوری نہیں ہو پائی تھی وہ "یس" سنتے ہی باس کے آفس کی طرف بڑھا تھا.زمل کے ہوش صحیح معنوں میں اُڑے تھے..وہ سرعت سے اسکے پیچھے دوڑی..

"لسن..بیٹے رُکو پلیز..!"زمل نے اسے پکارا تھا مگر وہ بنا سُنے ایم-ڈی کے آفس روم کا دروازہ کھول کر اندر جا گھسا.

اپنی پیشانی مسلتی ہوئی وہ چند پل تو سوچتی رہی کہ کرے تو کرے کیا.پھر بنا وقت ضائع کیے دروازے کے ہینڈل پر ہاتھ رکھا تھا.دوسری طرف سے دروازہ کھول کر شہباز حسن کی پرسنل سیکرٹری باہر آئی تھی.زمل فوراً پیچھے ہٹی.

"وہ..وہ مس ثنا..!"وہ خوفزدہ سے ہکلا کر بولی.

"واٹ...؟؟ کیا ہوا یہ تمہارے چہرے کا رنگ کیوں اُڑا ہوا ہے..؟؟" ثنا نے اسکی اُڑی اُڑی رنگت دیکھ کر حیرت سے پوچھا.

"وہ ابھی ایک بچہ... اندر گیا ہے.. میں اُسے روک رہی تھی مگر وہ رُکا نہیں.." انگلیاں مروڑتے ہوئے اسنے پھنسی پھنسی آواز میں کہا.

"اوہ جسٹ چِل یار.. اتنی جلدی پریشان کیوں ہو جاتی ہو تم..؟؟ وہ سر کا بیٹا ہے، "علی"، یہاں سب اُسے سر مونی کہتے ہیں.. تم بھی نیکسٹ ٹائم زیادہ کوئسچننگ مت کرنا ورنہ سر کو تمہاری کمپلین کر دے گا..!" وہ ہنستے ہوئے بتا رہی تھی جبکہ زمل کا دماغ تو لفظ "بیٹا" سن کر ہی سُن ہو رہا تھا. شہباز حسن میرڈ تھے، یہ بات اس سے کسی صورت ہضم نہیں ہو رہی تھی.

"ہاؤ از اٹ پاسیبل..... سر تو اتنے ینگ سے ہیں.. آئی کانٹ بیلیو دِز، گیارہ بارہ سالہ وہ بچہ اُنکا بیٹا کیسے ہو سکتا ہے....." وہ آنکھیں پھیلائے حیرت کی عملی تصویر بنی کھڑی تھی..

"کیا، بچپن میں ہی شادی کر لی تھی کیا سر نے....؟؟" وہ صدمے سے چُور آواز میں کہہ رہی تھی. اسکی باتوں پر ثنا نے قہقہہ لگایا. "تم کس دنیا میں رہ رہی ہو یار... سر بس ینگ لگتے ہیں، ینگ ہیں نہیں، ہی از آلموسٹ تھرٹی ایٹ ائیرز اولڈ... میں سر کے آئی ڈی کارڈ کی کاپی اپنے پرس میں لے کر گھومتی ہوں میڈم.. اینڈ سر مونی جنکو تم گیارہ بارہ سال کا بچہ سمجھ رہی ہو ناں، یہ نائنتھ کلاس کے سٹوڈنٹ ہیں.. اب خود ہی گیس کر لو کہ سر مونی کی ایج کیا ہو گی... پاگل ہو تم قسم سے..!" کہتے ہوئے آخر میں اسنے زمل کے سر پر چپت لگائی. بدلے میں زمل نے بڑی مشکلوں سے ہونٹ پھیلائے تھے.

"اگر آپ دونوں میرے اور ڈیڈ کے بارے میں ساری انفارمیشن ایکسچینج کر چکی ہیں تو پلیز مجھے راستہ دے دیں.. آئی ہیو ٹو گو..!!" آفس روم کے دروازے میں کھڑا وہ سنجیدگی سے کہہ رہا تھا۔ اسے دیکھ کر زمل تو اچھل پڑی مگر ثنا ڈھیٹ پن سے مسکرا دی..

"شیور..." کہہ کر ثنا نے مسکراتے ہوئے راستہ چھوڑ دیا جبکہ ہونق کھڑی زمل بھی فوراً سائیڈ پر ہوئی تھی.

"لو دیکھ لو... پوری آفت ہیں یہ جناب... سُن لی ساری بات.. خیر جاؤ تم جا کر اپنا کام کرو.. سر ویٹ کر رہے ہیں، وہ سراج اینڈ احمر کمپنی سے جو ڈیلنگز ہوئی ہیں ناں لاسٹ منتھ..؟ انکی جرنل اینٹریز کر کے ساری فائنینشل سٹیٹمنٹس پریپئیر کرو اور سر کی آئی-ڈی پر میل کر دو.. گو فاسٹ..!" اسنے گم صُم کھڑی زمل کو کہا اور خود سر خالد کے آفس روم میں جا گھسی.

زمل نے خالی خالی نظروں سے خالی کوریڈور کو دیکھا. پھر بوجھل قدموں سے اپنی سیٹ پر آ بیٹھی. وہ بچہ جو اُسے پہلی نظر میں ہی اچھا لگا تھا، وہ شہباز حسن کا بیٹا تھا... اسکا باپ بھی تو پہلی نظر میں ہی زمل آفندی کے دل کو بھا گیا تھا. نم ہوتی آنکھوں سے اسنے آج خود سے یہ اعتراف کیا تھا کہ وہ شہباز حسن سے پہلی نظر میں ہی محبت کر بیٹھی تھی. سبز آنکھوں سے آنسو ٹوٹ ٹوٹ کر گال پر بکھر رہے تھے.. سختی سے آنسو صاف کر کے اسنے کمپیوٹر سکرین پر نگاہ جمائی مگر کچھ ہی دیر میں سکرین پھر سے دھندلی محسوس ہوئی تھی. اسکے کانوں میں ندا کے الفاظ گونج رہے تھے.

ابھی دو دن پہلے ہی تو عون سے بات کرنے کے بعد اسکی اور ندا کی گفتگو ہوئی تھی.

"ارے زمل آپی محبت بری چیز نہیں ہے.. قسم سے محبت تو بہت خوبصورت احساس ہے. اب دیکھیں ناں.. عون مجھ سے دور ہیں مگر یہ محبت ہی تو ہے جسکے باعث مجھے ہر وقت عون کی اپنے پاس موجودگی کا احساس ہوتا رہتا ہے..!

میں آنکھیں بند کرتی ہوں اور وہ پورے بتیس دانت نکالتے ہوئے میرے تصور میں آجاتے ہیں.."وہ کہتے ہوئے کھلکھلائی..زمل بھی کھل کر مسکرائی تھی.

"سچ سچ بتایئے گا..کیا آپکو کبھی کسی سے محبت ہوئی ہے..؟؟"ندا نے آنکھ دباتے ہوئے شرارت سے پوچھا.زمل کے تصور میں چھم سے شہباز حسن کا وجیہہ سراپا اترا تھا.

"نن..نہیں تو...!"زمل نے لاپرواہی سے کہا.اسکے نگاہ چرانے پر ندا قہقہہ لگا کر ہنسی.

"پتہ ہے لڑکیاں 'نہیں تو' کب کہتی ہیں.؟؟"وہ ہونٹوں پر خوبصورت مسکراہٹ سجائے زمل سے پوچھ رہی تھی.

"کب..؟؟"زمل نے سادگی سے پوچھا.

"جب اُنہیں یکطرفہ محبت ہو جاتی ہے..!"اسنے آرام سے جواب دیا.

"ہیں...؟؟لو بھلا یہ کیا بات ہوئی..؟"زمل نے اُسے گھورا.ندا کھلکھلائی.

"یہ وہ ہی بات ہوئی جو آپکی سمجھ سے باہر ہے..!"وہ کندھے اچکا کر آرام سے بولی.

"ہاں اور تم تو جیسے بہت سمجھدار ہو ناں..!بیٹا پورے تین سال چھوٹی ہو تم مجھ سے..."زمل نے مصنوعی کالر اکڑائے.

"اور زمل آفندی کبھی بھی یکطرفہ محبت نہیں کرے گی..محبت کرونگی تو دو طرفہ..جو مجھے چاہے گا میں بھی اُسے چاہوں گی بس.."وہ غیر سنجیدگی سے کہہ رہی تھی.

ندا نے سنجیدگی سے اسکی طرف دیکھا.

"محبت کرنے سے کہاں ہوتی ہے زمل آپی.. محبت تو ہو جاتی ہے بس.. جب ہوتی ہے ناں، تو پھر ہم بے بس ہو جاتے ہیں.. دل ہمیں اتنا مجبور کر دیتا ہے کہ ہمارے پاس سرینڈر کرنے کے علاوہ اور کوئی آپشن ہی نہیں بچتا..!" کہتے ہوئے وہ دھیرے سے مسکرائی تھی. زمل کی آنکھیں پل میں ویران ہوئی تھیں.

"اور اگر محبت یکطرفہ ہو تو کیا تب بھی سرینڈر کر دینا چاہئیے..؟؟" ابھی کچھ دیر پہلے دو طرفہ محبت کرنے کا دعویٰ کرنے والی وہ نادان لڑکی یکطرفہ محبت کی بابت پوچھ رہی تھی. ندا کی مسکراہٹ گہری ہوئی تھی.

"نہیں، اگر یک طرفہ محبت ایک عورت کر بیٹھے تو اسکو سرینڈر نہیں کرنا چاہئیے. یہ مرد بڑے کایاں ہوتے ہیں زمل آپی... یہ لوگ اگر ایک بار جان جائیں نہ کہ عورت اُن پر دل و جان سے فدا ہے اور انکے لیے جان تک دے سکتی ہے تو وہ واقعی عورت کی جان نکال لیتے ہیں، عورت کو جینے کے قابل ہی نہیں چھوڑتے.." وہ بڑی گہری باتیں کر رہی تھی.

"اور یہ یکطرفہ محبت بڑی ظالم شے ہوتی ہے زمل آپی.. خاص کر عورت کے دل کو تو ایسا قلعہ بنا ڈالتی ہے جسے محبوب کے سوا کوئی دوسرا مرد فتح کر ہی نہیں سکتا... اور اگر وہ فتح یاب مرد اپنی راجدھانی چھوڑ دے تو پھر وہ قلعہ بوسیدہ کھنڈر بن جاتا ہے.. ایسا کھنڈر جس میں کسی اور کے فتح یاب ہونے کی گنجائش ہی نہیں بچتی.." دھیمے لہجے میں بولتی وہ زمل کو بے چین کر گئی تھی. زمل نے مسکرا کر اسکا ہاتھ تھپکا تھا اور اسکے پاس سے اُٹھ کر اپنے کمرے میں آگئی تھی..

یک طرفہ محبت...

ظالم مرد...

فتح یاب...

بوسیدہ کھنڈر...

گنجائش..

مختلف الفاظ تھے جو اسکے کانوں میں گونج رہے تھے.. کیا شہباز حسن ایک ظالم مرد تھا.. کی-بورڈ پر انگلیاں چلاتے ہوئے وہ خود سے پوچھ رہی تھی. دل نے چلا کر جواب دیا تھا..

"نہیں نہیں...

اور واقعی وہ ظالم تو نہیں تھا.. اسکا کیا قصور..؟؟ وہ تو لا علم تھا.. زمل کے جذبات سے، احساسات سے... وہ تو قطعی بے خبر تھا.. اور قصور تو زمل کا تھا، ظلم تو اُسنے خود کیا تھا اپنے ساتھ.. یہ ظلم ہی تو تھا کہ وہ ایک ایسے مرد کو چاہ بیٹھی تھی جو پہلے ہی کسی اور کا تھا. انجانے میں ایک ایسے مرد کو دل دے بیٹھی تھی جو کسی اور کی ملکیت، کسی اور کا شوہر تھا. اُسکی ذاتی زندگی میں زمل آفندی کی گنجائش تو کہیں بھی نہیں نکلتی تھی.. کانپتی انگلیوں سے اینٹر کا بٹن کلک کر کے اسنے شہباز حسن کو انکم سٹیٹمنٹ میل کی تھی. تو یعنی شہباز حسن اسکے آنسوؤں کا ذمہ دار نہیں تھا.. ہاں وہ اسکے کسی جذبے کے لیے جواب دہ نہیں تھا. زمل کے دل نے بہت آرام سے شہباز حسن کو بری الذمہ قرار دے دیا تھا. ونڈو شٹ ڈاؤن کر کے وہ اُٹھی تھی اور ریسیپشن سے نکل کر دھیمی چال چلتی ہوئی کیفے ٹیریا میں جا بیٹھی.. ٹیبل پر سر رکھ کر آنکھیں موندتے ہوئے اسنے اپنی سسکیاں روکنے کی کوشش کی تھی.

بازوؤں میں سر دیے وہ جانے کتنی دیر یونہی بیٹھی رہی.. بھاری ہوتی آنکھیں بند ہونے کو تھیں جب مس ثنا کی آواز پر وہ اچھل کر سیدھی ہوئی.

"او ہیلو میڈم... کس غم کا سوگ منا رہی ہو..؟؟" اسکی روئی روئی گلابی آنکھیں دیکھ کر وہ پریشان ہو گئی تھی.. زمل ہولے سے مسکرا دی.

"کچھ بھی نہیں، بس وہ.. سر میں درد ہو رہا تھا.." زمل نے نرمی سے جواب دیا.

"ابھی مزید درد ہونے والا ہے اسکی بھی ٹینشن لو.." ثنا نے سنجیدگی سے کہا.

"کیا مطلب..؟" زمل کی آنکھوں میں تحیر اترا.

"تمہیں سر بُلا رہے ہیں، بہت غصے میں ہیں.. آیت الکرسی کا ورد کرتے ہوئے جانا.." مسکراتے ہوئے اسے باور کرواتی وہ جانے کو پلٹی تھی. زمل فوراً کھڑی ہو گئی.

"مگر ہوا کیا ہے..؟؟" وہ حقیقتاً پریشان ہو چکی تھی.

"سات لاکھ کا لاس..!" ثنا نے جواب دیا.

"واٹ...؟؟" زمل کی آنکھیں پوری کھل گئیں.

"یس.. اینڈ دِز لاس اِز سفر ڈجسٹ بکاز آف یُو..!" ثنا کے جواب پر زمل کے چہرے کا رنگ پیلا پڑ گیا.

"مگر مم... میں نے... تو کچھ بھی نہیں کیا مس ثنا..!" وہ ہکلا گئی.

"آئی ڈونٹ نو... تم ہی تو اکاؤنٹس پر پیپئیر کرتی ہو، آج تم نے جو سراج اینڈ احمر کمپنی سے ڈیلنگز کی اینٹریز سر کو میل کی ہیں وہ بد قسمتی سے سر خالد نے بنا دیکھے ہی اپرُووڈ کر دی تھیں اور مزے کی بات یہ ہے کہ جو سات لاکھ ہم نے احمر جعفری سے لینے تھے، وہ ہی سات لاکھ ہمارے ہونہار کیشئیر نے اُنکے اکاؤنٹ میں ٹرانسفر کر دیے ہیں.. اور اب ان سات لاکھ کی واپسی کا دور دور تک کوئی امکان نہیں ہے بی کاز احمر جعفری سے پیمنٹ لینا ہی شیر کے منہ سے نوالہ نکلوانے کے مترادف ہے کجا یہ سات لاکھ جو ہم اسے دے چکے ہیں، انکی واپسی تو....." اُسنے بات ادھوری چھوڑ کر کندھے اچکائے.. زمل کی ہتھیلیوں میں پسینہ اتر آیا.. کہاں وہ مہینے کے پندرہ ہزار کمانے والی معمولی سے ایمپلائے اور کہاں سات لاکھ..

"مگر میں نے تو ساری اینٹریز ٹھیک کی تھیں.. "وہ رونے والی ہو گئی. بھلا سات لاکھ کا نقصان کہاں سے پورا کرتی.

"مجھ سے کیا کہہ رہی ہو جا کر سر کو بتاؤ.. سر خالد بھی انکے آفس میں ہی ہیں، اور احمد (کیشئیر) بھی اُنھی کے سامنے پلیز پلیز کر رہا ہے.. اب تمہاری باری ہے، گو فاسٹ..!!" سنجیدگی سے کہہ کر وہ آرام سے چلتی ہوئی وہاں سے نکلتی چلی گئی.

جبکہ زمل کے ہاتھ پاؤں باقاعدہ کانپنے لگے.. شل ہوتی ٹانگوں کو گھسیٹتے ہوئے اسنے شہباز حسن کے آفس کا رخ کیا.. لبوں پر خود بخود آیت الکرسی کا ورد شروع ہو گیا تھا. آفس روم کے دروازے پر ہی اسکے قدم رک گئے. گردن موڑ کر اُسنے کوریڈور کے شروع میں لگی گھڑی کو دیکھا جو شام کے چھ بجا رہی تھی. یعنی ڈیوٹی ٹائم آف ہو چکا تھا. ڈرتے ڈرتے اُسنے دروازہ ناک کیا تھا اور پھر اندر جھانکا.

"مے... آئی کم اِن... سر...؟؟" اسکی آواز میں کپکپاہٹ تھی. وہ ٹیبل پر دونوں ہاتھ رکھ کر زرا جھک کر کھڑا ہوا تھا. اسکے پوچھنے پر سر اُٹھا کر اسکی جانب متوجہ ہوا.

"یس... کم اِن..!!" سرد لہجے میں جواب دیا گیا تھا. وہ سختی سے ہاتھ کی انگلیاں بھینچے اندر داخل ہوئی تھی. ثنا کی اطلاع کے مطابق سر خالد (مینیجر) اور سر احمد (کیشئیر)، دونوں ہی آفس میں موجود تھے..

"آپ دونوں جا سکتے ہیں.." شاہ نے سنجیدگی سے اُن دونوں کو رہائی کا پروانہ تھمایا. سر جھکائے وہ دونوں فوراً وہاں سے نکلے تھے. زمل کی گھبراہٹ میں اضافہ ہونے لگا. اُسنے چور نظروں سے شہباز حسن کی طرف دیکھا جو اب اپنی چئیر پر بیٹھ چکا تھا.

"بیٹھیے پلیز.." اسے کمرے کے بیچوں بیچ کھڑے دیکھ کر وہ سختی سے بولا. وہ فوراً ٹیبل کے پاس پڑی چئیر زمیں سے ایک پر آ کر بیٹھی.

"سس.. سر... میں نے.. میں نے ساری اینٹریز.. ٹھیک پاس کی تھیں." وہ کپکپاتی آواز میں صفائی دے رہی تھی.

شہباز نے اپنے سامنے کھلے لیپ ٹاپ کو گھما کر اسکا رخ زمل کیطرف کیا. سامنے ہی لاسٹ منتھ کی بیلنس شیٹ جو اسنے آج تیار کی تھی، اوپن تھی. اُسنے پریشانی سے شہباز حسن کیطرف دیکھا. سبز آنکھوں میں نمی اتر رہی تھی.

"ایک نظر دیکھیں اسکو.. یہ صبح آپ نے ہی مجھے میل کی تھی شاید...؟؟" وہ بے حد سنجیدگی سے بات کر رہا تھا.

زمل نے ایک نگاہ لیپ ٹاپ کی سکرین پر ڈالی.

"جج.. جی سر.." اُسنے بمشکل اعتراف کیا.

"جو ڈیٹا میں نے آپکو میل کیا تھا اسکے مطابق احمر جعفری، سات لاکھ سے ہمارا ڈیٹر (debtor) تھا. (ڈیٹر وہ شخص جس سے رقم لینی ہو.) اور آپ نے اُسے لائبیلٹی سائیڈ پر کریڈیٹر سے شو کیا ہے مس زمل..." (کریڈیٹر وہ شخص جسکو رقم دینی ہو.) اسکی آواز میں اتنی سختی تھی کہ وہ کانپ کر رہ گئی.

"اکاؤنٹنٹ بن جانا بچوں کا کھیل نہیں ہے مس زمل.. اتنی لاپرواہی.. اتنی غیر ذمہ دارانہ حرکت.. کہ سات لاکھ کا لاس کروا چکی ہیں آپ.. احمر جعفری یہ سات لاکھ اتنی آسانی سے واپس نہیں کرے گا، میرا یہ نقصان اب کون پورا کرے گا مس زمل..؟؟ آپ بھی احمد اور خالد کیطرح سوری کہہ دیں گی بٹ مجھے صرف اتنا بتا دیں کہ اس غلطی کا حقیقی ذمہ دار کون ہے.. یقیناً آپ ہی ہیں.. رائٹ..؟؟" وہ درشتگی سے پوچھ رہا تھا. سر جھکائے بیٹھی زمل نے بے دردی سے ہونٹ کچلے.

آنکھوں میں چمکتے آنسو بہت تیزی سے گالوں پر لڑھکے تھے. اسنے دوبارہ لیپ ٹاپ کی سکرین دیکھی تھی جہاں پرپیئرڈ بیلنس شیٹ میں احمر جعفری سات لاکھ سے کریڈٹ ہو رہا تھا.

"ایم... ایم سسس.. سوری سر.." اسنے بھیگی پلکیں اُٹھا کر شہباز حسن کیطرف دیکھا.

"میں نے جان بوجھ کر نہیں کیا، مم.. میں بہت ڈسٹرب تھی.. پتہ نہیں کیسے یہ.. مجھے پتہ نہیں چلا.. مجھے تو سمجھ ہی نہیں آرہی کہ یہ مجھ سے... ہو کیسے ہو گیا...!" وہ ہاتھوں میں چہرہ چھپا کر بُری طرح رو پڑی. اسکے یوں رونے پر شہباز حسن بوکھلا گیا.

"آئی ایم رئیلی سوری سر.. مم.. میں آپکا یہ.. نقصان پورا کر دوں گی... آ.. آپ جتنے سال کہیں گے میں اُتنے سال بِنا سیلری لیے آپکے لیے کام کروں گی.. بٹ پلیز سر، مجھے معاف کر دیں.. ایم رئیلی سوری.." وہ گھبراہٹ میں جو منہ میں آیا بولتی چلی گئی. آنسو متواتر گالوں کو بھگو رہے تھے. شہباز حسن یک ٹک اُسکے ہلتے گلابی لبوں کو دیکھ رہا تھا جنکی لرزش بہت واضح تھی. ایک پل لگا تھا اور سرخ پڑتی سبز آنکھیں اُسے بے بس کر گئی تھیں..

"مس زمل.. پلیز آپ رونا بند کریں..!" خود کو کمپوز کرتے ہوئے وہ دھیمے لہجے میں بول پڑا.

"نہیں سر.. مم.. میں ہوں ہی پاگل.. میری ہی غلطی ہے، مجھے احتیاط برتنی چاہئیے تھی.. اینڈ آئی نو کہ میرے رونے سے آپکا اتنا بڑا لاس ریکور نہیں ہو جائے گا، بٹ پلیز آپ..." شہباز حسن نے اسکی بات کاٹ دی تھی.

"اسی لیے تو کہہ رہا ہوں کہ میرا مزید نقصان مت کریں.. پلیز چپ ہو جائیں..!" اسکی سبز آنکھوں میں جھانکتا ہوا وہ کھویا کھویا سا بولا تھا.

"کک.. کیا مطلب..؟؟" اسکی معنی خیز بات زمل کے تو خاک بھی پلے نہ پڑی.

"مطلب تو مجھے بھی سمجھ نہیں آرہا.." اسکے حسین چہرے پر نگاہ جماتے ہوئے وہ پریشانی سے بولا.

"سر... آئی تھنک اِٹس ناٹ لاس.. دیز سیون لیک کین بی کنسیڈرڈ ایز بیڈ ڈیٹس.." آنکھوں سے بہتے آنسو صاف کرتے ہوئے وہ اپنی طرف سے اسکی پریشانی کم کرنے کو بولی تھی..

شہباز حسن نے ایک نگاہِ خاص اُسکے روئے روئے گلابی چہرے پر ڈالی تھی..

"آئی تھنک اٹس اے بِگ لاس مس زمل.. اے لاس دیٹ کین بی ریکورڈ اونلی بائے یور سیلف.."(میرا خیال ہے یہ بہت بڑا نقصان ہے مس زمل، ایک نقصان جو صرف تمہارے وجود / تمہاری ذات، سے ہی پورا کیا جاسکتا ہے).. اسکا چہرہ نگاہوں کی زد میں لیے وہ سنجیدگی سے کہہ رہا تھا.

"مطلب...؟؟"ایک بار پھر اسکی بات زمل کے سر پر سے گزری تھی.

"مطلب یہ کہ اب آپ کل دوبارہ سے اینٹریز پاس کریں گی اور ان سات لاکھ کو بیڈ ڈیٹس کے اکاؤنٹ سے شو کروائیں گی.. ہوپ سو کہ یہ بیڈ ڈیٹس ریکور ہوجائیں ورنہ سزا کے طور پر آپکو زندگی بھر میرے ساتھ رہنا پڑے گا....... آئی مین میری کمپنی کے لیے، میرے ساتھ، میرے پاس جاب کرنا پڑے گی.."شاہ نے لہجے کو حتی الامکان سنجیدہ رکھا تھا. اسکی بات پر زمل کی جان میں جان آئی.

"تھینکس... تھینکس آلاٹ سر...!"اسکے گلابی لبوں پر بے ساختہ مسکراہٹ در آئی. سبز آنکھیں پھر سے چمکنے لگیں. شہباز حسن کے لیے دل بچانا محال ہوگیا..

"اٹس اوکے بٹ بی کیئر فُل فار نیکسٹ ٹائم..!"بمشکل نگاہ پھیر کر شاہ نے جواب دیا. وہ کھل کر مسکرائی تھی اور تھینکس اگین کہتے ہوئے وہاں سے نکلتی چلی گئی. شہباز حسن نے پریشان ہوکر اپنا سر ہاتھوں میں تھام لیا. یہ کیا ہوگیا تھا اُسے...!!

کیا تھی وہ لڑکی..!اسنے اپنے آفس روم سے باہر نکلتی زمل کی پشت کو دیکھا.

کیسا جادو تھا اُسکی آنکھوں میں کہ وہ محض ایک پل میں سب کچھ ہار بیٹھا تھا.

کیسی مٹھاس تھی اُن لبوں میں کہ اُن سے ادا ہونے والے چند بے وقوفانہ جملے اسے گھائل کر گئے تھے. وہ کوئی نو عمر لڑکا نہیں تھا. اڑتیس سالہ میچور مرد تھا.. جوان ہوتے بیٹے کا باپ تھا، مگر جانے کیوں اسکا دل اُس لڑکی کے لیے

مچلنے لگا تھا. ایک عجیب سی کشش تھی جو پہلے دن سے ہی اُسے زمل کی طرف کھینچ رہی تھی. اور آج تو جیسے اُن قاتل آنکھوں نے اسکے دل پر آخری ضرب لگا دی تھی.

یہ میچور عمر کی محبت اسکے لیے خوشی کا نہیں بلکہ پریشانی کا باعث تھی. وہ نوخیز کلی جیسی لڑکی بھلا اُسکی محبت کو کیونکر قبول کر سکتی تھی.. اسنے بے بسی کے شدید احساس تلے اپنی آنکھیں موند لیں.

میرے دل پر ملنے والی،

آخری دستک ہو تم...!!

اوففف... میں کیسے تم سے دامن بچاؤں گا زمل.!!وہ جتنا اسکے بارے میں سوچ رہا تھا.. اتنا ہی بے بس ہو رہا تھا.

♦♦♦♦

"بی بی کو ہوش آگیا ہے سائیں..!" داد بخش نے اُسے بتایا تھا. وہ سرعت سے فاطمہ کیطرف بڑھا تھا. انکے بیڈ کے پاس کھڑی وہ لڑکی اپنے ہاتھوں میں انکا ہاتھ لیے ہچکیوں سے رو رہی تھی.

"میں نے آپکو کتنی بار کہا کہ میرے ساتھ ہاسپٹل چلیں مگر آپ نے کبھی میری بات نہیں مانی.. اب دیکھ لیں اپنا کیا حال کر لیا ہے آپ نے..!!" وہ روتے ہوئے انہیں ڈپٹ رہی تھی.

"اب آتو گئی ہوں.. اب پراپر ٹریٹمنٹ کرواؤں گی.. پکا پرامس..!" اسکا ہاتھ چومتے ہوئے وہ نرمی سے بول رہی تھیں. تبھی انکی نظر محرم سے چند قدم پیچھے کھڑے زرخان عباسی پر پڑی.

"بہت ضدی ہو تم.. کر لی نہ اپنی مرضی..؟؟" اسکے ستے ہوئے چہرے کو دیکھتے ہوئے وہ خفگی سے بولیں. محرم نے پلٹ کر دیکھا. زرخان کو وہاں دیکھ کر اسنے فوراً اپنے آنسو پونچھ لیے..

"یہ میری مرضی نہیں ہے، یہ آپکی زندگی کے لیے بہت ضروری تھا.. میں آپکو یہاں نہ بھی لے کر آتا، تب بھی یہ محترمہ کبھی نہ کبھی آپکو یہاں لے ہی آتیں.. آپکو آنا تو یہیں تھا فاطمہ مام.. سو اچھا ہوا ناں کہ میں ہی لے آیا.." وہ نرمی سے مسکرا دیا. محرم زمین پر نگاہ جمائے کھڑی تھی ورنہ اسکو مسکراتے دیکھ اسے حیرت کا جھٹکا ضرور لگتا.

"مجھے تمہارا فیصلہ پسند نہیں آیا زر خان.. میں تو یہاں آرام سے بستر پر پڑی رہوں گی، اور میری محرم..؟؟ محرم کا کیا ہوگا زر خان.. یہ کب تک ہاسپٹل میں رُلتی رہے گی..؟؟" وہ سنجیدگی سے کہہ رہی تھیں. محرم نے بھیگی آنکھوں سے اُنکی جانب دیکھا..

"میں یہیں، آپکے پاس رہوں گی مومی.." وہ بول پڑی.

"میں اسی کے بارے میں آپ سے بات کرنے والا تھا..، میں اسے گھر لے جاتا ہوں.. جب تک آپ ٹھیک نہیں ہو جاتیں یہ عباسی ہاؤس میں رہ لے گی.. اِٹس ناٹ اے بِگ ایشو مومی..." وہ نرمی سے کہہ رہا تھا. اسکی بات سُن کر محرم نے فوراً نفی میں گردن ہلائی تھی مگر فاطمہ اسکی طرف متوجہ نہیں البتہ زر خان کی نظروں سے اسکا یہ انکار مخفی نہیں رہا تھا.

"اِٹس اے بِگ ایشو مائی سن.. میں خود اس گھر میں نہیں جانا چاہتی تو بنا کسی رشتے کے اپنی بیٹی کو کیسے وہاں رہنے دے سکتی ہوں..؟" وہ ٹھہر ٹھہر کر دھیمے لہجے میں بات کر رہی تھیں.

"آپ وہاں نہیں جانا چاہتیں تو مت جائیں، مگر اسکو لے جانے پر پابندی مت لگائیں پلیز، کیونکہ میں خود بھی اسے یہاں ہاسپٹل میں نہیں چھوڑونگا.. بیلیو می، میں اسکا ہر طرح سے خیال رکھونگا.. آپ پلیز پریشان مت ہوں..!" وہ اُنہیں سمجھانے کی اپنی سی کوشش کر رہا تھا.

"تم کس رشتے سے خیال رکھو گے اسکا؟ کیا لگتی ہے یہ تمہاری..؟؟"کیا جواب دو گے اپنے باپ کو..؟؟" آخر میں انکا لہجہ تلخ ہو گیا تھا.

"آپکی بیٹی ہے یہ، اور میرے لیے یہی رشتہ کافی ہے.."وہ پھر سے مسکرایا.. کہ بہرحال ہر صورت انہیں قائل کرنا چاہتا تھا.

"تمہارے لیے کافی ہے، مگر محرم کے لیے یہ رشتہ کافی نہیں ہے زرخان..!!"اُنکا انداز پرسوچ تھا. داد بخش خاموش تماشائی بنا کھڑا تھا جبکہ محرم اُن دونوں کی بے سروپا گفتگو نا سمجھی سے سُن رہی تھی.

"کیا چاہتی ہیں آپ..؟؟"زرخان نے بغور انکے کمزور چہرے کو دیکھا.

"میری چاہت کا احترام کرو گے تم..؟؟"فاطمہ کے چہرے پر ایک پھیکی مسکراہٹ اپنی چھب دکھلا کر غائب ہو گئی.

"ہر صورت کرونگا.. آپ اپنی چاہت بتائیں، زرخان عباسی حاضر ہے..!"وہ سنجیدگی سے بول رہا تھا. جبکہ داد بخش بات کی تہہ تک پہنچتے ہوئے شدید حیرت کے عالم میں زرخان کے سنجیدہ چہرے کو دیکھ رہا تھا.

"سائیں..!"وہ ایک قدم اسکی طرف بڑھا تھا، شاید اُسے کچھ کہنا چاہتا تھا.، روکنا چاہتا تھا.. علیزے کی بابت کچھ سمجھانا چاہتا تھا.... مگر زرخان نے ہاتھ اُٹھا کر اُسے قریب آنے سے روک دیا تھا. پھر آنکھ سے اشارہ کیا جسکو سمجھتے ہوئے وہ فوراً محرم کے پاس آیا تھا.

"بی بی آپ چلیے میرے ساتھ."ہاتھ باندھے وہ مؤدبانہ درخواست کر رہا تھا.. محرم نے پریشان ہو کر فاطمہ کی طرف دیکھا. انکے اشارہ کرنے پر وہ منہ بسورتی ہوئے داد بخش کے ساتھ کمرے سے نکل گئی.

"کیا چاہتی ہیں آپ..؟؟"انکا ہاتھ تھام کر وہ نرمی سے پوچھ رہا تھا. فاطمہ نے نم آنکھوں سے اسکی جانب دیکھا.

"محرم کے لیے،...ایک محرم چاہتی ہوں..اپنی بیٹی کے لیے ایک محفوظ پناہ چاہتی ہوں... تمہیں چاہتی ہوں زرخان..اپنی محرم کے لیے زرخان چاہتی ہوں..!"وہ بہت دھیمے لہجے میں التجا کر رہی تھیں..آنکھوں سے نکلتے آنسو تکیے میں جذب ہو رہے تھے.ایک پل کو انکے نحیف ہاتھ پر زرخان کے مضبوط ہاتھوں کی گرفت ڈھیلی پڑی تھی.

"تم ہچکچا رہے ہو..؟؟انکار کرنا چاہتے ہو..؟؟"فاطمہ نرمی سے مسکرائی تھیں..

"ہاں میں ہچکچا رہا ہوں...میں شاکڈ ہوں...میں شاکڈ ہوں کیونکہ اگر آپ میرے لیے اپنی بیٹی کو چُنتیں تو شاید میں شاکڈ نہ ہوتا..مگر آپ نے مجھے اپنی بیٹی کے لیے چُنا ہے...ایم شاکڈ فاطمہ مام کہ آپ نے مجھے اس قابل سمجھا کہ اپنی عزیز از جان ہستی میرے حوالے کرنا چاہ رہی ہیں..ایم رئیلی شاکڈ..!!"انکے ہاتھ پر اپنے ہاتھ کی گرفت نرمی سے مضبوط کر کے وہ حیرت زدہ سا بول رہا تھا.فاطمہ نے ایک پر سکون سانس خارج کی.

"مولوی کو کتنے بجے کا وقت دوں..!"موبائل کی سکرین آن کرتے ہوئے وہ نرمی سے پوچھ رہا تھا.

"ایک گھنٹے بعد کا وقت دے دو..میں نیند میں جانے سے پہلے محرم کو، محرم زرخان علی عباسی بنتے دیکھنا چاہتی ہوں."وہ مطمئن سی کہہ رہی تھیں..لبوں پر ایک پر سکون مسکراہٹ تھی.وہ اثبات میں سر ہلا کر اُٹھ کھڑا ہوا..پر وقار چال چلتا ہوا وہ روم سے باہر آیا تو وہ بنچ پر سر جھکائے بیٹھی تھی.

صبح والے سفید یونیفارم میں ملبوس، تھکی تھکی سی وہ قابلِ رحم لگ رہی تھی.دیوار پر ایک ہاتھ ٹکا کر کھڑا داد اُسے دیکھتے ہی اسکے پاس آیا.جبکہ زرخان کے باہر آجانے پر محرم نے فوراً اندر کا رخ کیا تھا.اس سے پہلے کہ داد بخش اُس سے کچھ پوچھتا وہ خود ہی بول پڑا.

"بیس منٹ کے اندر اندر مولوی اور چار گواہوں کا بندوبست کرو بخش.. "حسبِ توقع بات سن کر داد بخش نے خفگی سے اسکی جانب دیکھا.

"ایسا مت کریں سائیں.. یہ فیصلہ آپکے لیے درست نہیں ہے.. "وہ پندرہ سال سے اسکے ساتھ تھا مگر آج پہلی بار ایسا ہوا تھا کہ وہ اسکے حکم کی تعمیل کرنے کی بجائے اُلٹا اسے ایسا کرنے سے روک رہا تھا. وگرنہ زرخان عباسی سیاہ کرتا یا سفید کرتا.. داد بخش بس اسکا حکم بجالاتا تھا. مگر آج زرخان عباسی کی اپنی زندگی کا مسلہ تھا تو بھلا ایسے میں داد بخش کیونکر خاموش رہ سکتا تھا.

"بخش...!"زرخان نے تنبیہی نگاہوں سے اسکی جانب دیکھا.

"سائیں پلیز ایسے نہ دیکھیں، میں یہ آپکے بھلے کے لیے ہی.. "اسکی بات پوری ہونے سے پہلے ہی زرخان بول پڑا.

"میں بہت اچھے سے جانتا ہوں کہ تم نے آج تک کوئی بھی بات میری بہتری کے علاوہ نہیں.. تمہاری ہر سوچ، ہر بات میں میرے لیے بہتری کی کوشش ہوتی ہے بخش مگر آج.. آج مجھے اپنی بہتری عزیز نہیں ہے.. "زرخان نے سنجیدگی سے کہا.

"لیکن مجھے عزیز ہے، سائیں وہ بچی ہے.. آپ کے ساتھ ایڈجسٹ نہیں کر پائے گی، آپکی زندگی بہت مشکل ہو جائے گی..!"وہ اسے قائل کرنے کی ناکام کوشش کر رہا تھا.

"میں اُسے اپنے ساتھ ایڈجسٹ ہونے پر مجبور نہیں کرونگا بخش.. میں خود کو اسکے ساتھ ایڈجسٹ کرنے پر مجبور کرونگا.. "وہ اپنے فیصلے پر قائم تھا.

"یعنی آپ ایک مجبوری کا رشتہ نبھائیں گے..؟؟"وہ تاسف زدہ سا پوچھ رہا تھا.

"ایسا نہیں ہے.. "زرخان نے مضبوط لہجے میں کہا.

"تو پھر کیسا ہے سائیں..؟؟علیزے بی بی پچھلے آٹھ برس سے آپکی منتظر ہیں.. آپ سے بے حد محبت کرتی ہیں، اور آپ مانیں یا نہ مانیں آپ بھی اُنہیں چاہتے ہیں سائیں.. پلیز ایسا مت کریں.. آپ پہلے ہی اپنی زندگی کے قیمتی سال ایک پچھتاوے کی آگ میں جھلستے ہوئے ضائع کر چکے ہیں اور اب باقی کی زندگی بھی اسی پچھتاوے کی تلافی کی نذر کرنا چاہتے ہیں..؟؟ مت کریں سائیں.. اپنے ساتھ یہ ظلم مت کریں...!" وہ نم آنکھیں لیے اس سے التجا کر رہا تھا.

"میں فیصلہ کر چکا ہوں بخش.." زرخان نے بہت آہستگی سے کہا..

"اور علیزے بی بی..؟؟" داد بخش نے ایک آخری کوشش کی.

"آئی ڈونٹ لَو ہر...!" اسنے سختی سے کہا. داد بخش نے تاسف سے ایک نظر اسکے چٹانوں جیسے سخت چہرے پر ڈالی اور پھر وہاں سے نکلتا چلا گیا. زرخان نے پلٹ کر گلاس ڈور سے فاطمہ کے سرہانے بیٹھی اُس لڑکی کو دیکھا.. دل بلکل خاموش تھا.. ایک ساکت جھیل کی طرح، کوئی ہلچل نہیں تھی، کوئی شور نہیں تھا.. وہ چپ چاپ اسکی پشت کو دیکھ رہا تھا.. یونہی کھڑے کھڑے جانے کتنا وقت بیت گیا مگر وہ مسلسل اُسے دیکھ رہا تھا کہ اچانک بخش کی آواز پر چونک اُٹھا.

"نکاح کا سارا انتظام ہو چکا ہے سائیں.. دس منٹ تک وہ لوگ آجائیں گے..!" اسکی آواز میں تھکاوٹ تھی. زرخان نے اثبات میں سر ہلا دیا. فاطمہ کو اطلاع دینے کے لیے اسنے اندر کا رخ کیا تھا.. اور پھر واقعی فاطمہ کے نیند میں جانے سے پہلے پہلے زرخان نے اُس لڑکی کو مسز زرخان عباسی بنا لیا تھا..

♦♦♦♦

"زمل... ادھر آؤ میرے پاس..!" وہ اپنے پریس شدہ کپڑے ہینگ کر رہی تھی جب سلمیٰ جہاں نے اُسے اپنے پاس بلایا تھا.. زمل نے الماری کا پٹ بند کیا اور انکے پاس مسہری پر جا بیٹھی.

"عون سے بات ہوئی تمہاری..؟؟ کب تک آرہا ہے وہ..؟" وہ نرمی سے پوچھ رہی تھیں.

"کہہ رہا تھا کہ پرسوں (ہفتہ) تک آجائے گا.. پھر پورے پندرہ دن رہ کر جائے گا.." وہ خوشی خوشی بتا رہی تھی.

"ہوں.. میں تم سے ایک بات کرنا چاہ رہی تھی.." انہوں نے محبت سے اسکا چہرہ دیکھا. زمل ٹھٹھک گئی.

"اب پھر سے ضرور زرینہ خالہ نے کوئی اچھا سا رشتہ بتا دیا ہو گا آپکو.. ہے ناں..؟؟" وہ خفگی سے بولی.

"ارے سن تو لو.. تم پہلے ہی منہ پھلا لیا کرو.." سلمٰی جہاں غصے میں آگئیں..

"لڑکا بینک مینیجر ہے.. دس مرلے کا اپنا مکان ہے، کم عمر بھی ہے اور خوش شکل بھی.. اگر تم کہو تو میں زرینہ کو اس اتوار کا کہہ دیتی ہوں، اتوار کو عون بھی یہیں ہو گا.. وہ بھی دیکھ بھال لے گا.." انہوں نے آہستگی سے کچھ پرجوش ہو کر کہا. زمل کا دل پل میں ڈوبا تھا.

"جب آپ خود ہی سب کچھ فائنل کر چکی ہیں تو مجھ سے کیا پوچھ رہی ہیں.. کر لیں اپنی مرضی.." وہ خفگی سے کہتی مسہری سے اتر گئی.

"لو.. پوچھا تو ہے تم سے... اور اگر تمہیں کوئی اعتراض ہے تو بتا دو.." وہ کندھے اچکاتے ہوئے آرام سے بولیں.

"ہاں اور آپ تو جیسے میرے اعتراض کو اہمیت دیں گی.. اُلٹا مجھے ہی سمجھانے بیٹھ جائیں گی.. اسلیے میں نہیں کر رہی کوئی اعتراض ویتراض..!" وہ ہنوز خفا تھی. سلمٰی جہاں قہقہہ لگا کر ہنس دیں.

"تو جب کوئی اعتراض نہیں ہے تو پھر منہ تو سیدھا رکھو.." انہوں نے مسکراتے ہوئے اسے چھیڑا.

"مجھے دیر ہو رہی ہے.. جا رہی ہوں میں اللہ حافظ..!" بیگ سنبھالتے ہوئے اسنے سر پر چادر جمائی.

"جاؤ خیر سے.. فی امان اللہ.." وہ نرمی سے بولیں. تیز تیز قدم اٹھاتی وہ گلی پار کر رہی تھی.. گلی کے سرے پر ہی ڈرائیور موجود تھا. وہ چپ چاپ گاڑی میں جا بیٹھی..

آنکھیں نم ہو رہی تھیں، وہ رونا نہیں چاہتی تھی مگر جانے کیوں نمکین پانی رخساروں پر پھسل رہا تھا. وہ سوچ رہی تھی کہ گھر جا کر سلمٰی جہاں کو ہاں کر دے گی.. شاید ایسا کرنے سے دل اُس شخص کیطرف سے پلٹ جاتا جو کبھی اسکا تھا ہی نہیں.. انجانے میں وہ ایک غلط جگہ دل ہار بیٹھی تھی. دل کو ڈپٹتے ہوئے اسنے آنسو صاف کیے تھے اور چلتی سڑک کو دیکھنے لگی. ٹھیک دس منٹ بعد وہ آفس میں داخل ہو رہی تھی. اپنے کیبن میں آکر اسنے چادر اتار کر دوپٹہ اوڑھا تھا اور ونڈو آن کر لی. مونیٹر کی سکرین پر نگاہیں جمائے وہ بہت توجہ سے اپنا کام کر رہی تھی جب مس ثنا اسکے پاس آئی.

"کل کیا بنا پھر..؟؟"وہ بہت سنجیدگی سے دریافت کر رہی تھی.

"بس بچ ہی گئی.."زمل خوشدلی سے مسکرائی.

"رئیلی..؟؟؟"ثنا کو یقین کرنا مشکل ہو رہا تھا.

"یس.."اسنے سکون سے کہا. ثنا نے حیرت سے کندھے اچکائے..

"ان بیلیو ایبل.. بٹ ویل ڈیٹس گُڈ.. بٹ بیسیکلی میں تمہیں یہ بتانے آئی تھی کہ کل سر مونی کی برتھ ڈے ہے..، اور سر پی-سی میں پارٹی دے رہے ہیں.. اینڈ ہم سب انوائیٹڈ ہیں.. تمہیں بھی جانا ہے اوکے..؟؟"وہ اسے مطلع کر رہی تھی.

"مجھے پرمیشن نہیں ملے گی.."زمل نے آہستگی سے کہا. وہ سر مونی کی برتھ ڈے پارٹی میں جا کر شہباز حسن کی بیوی کا سامنا نہیں کرنا چاہتی تھی. وہ اس خوش نصیب عورت کو کبھی نہیں دیکھنا چاہتی تھی جو شہباز حسن کے بیٹے کی ماں تھی.

"اوہ کم آن.. دوبارہ مت کہنا کہ نہیں جاؤ گی.. سر کو بلکل اچھا نہیں لگے گا.. بہت بُرا مان جائیں گے.. اسلیے چپ چاپ آج میرے ساتھ بازار چلنا ہم سر مونی کے لیے گفٹ لے کر آئیں گے.." ثنا نے اسے سمجھایا تھا.

"میں کہہ رہی ہوں ناں کہ مجھے پرمیشن نہیں ملے گی، اور ویسے بھی پرسوں میرا بھائی آرہا ہے، گھر پر بہت کام ہے مجھے.. پلیز میں نہیں جا پاؤں گی.." زمل نے سنجیدگی سے کہا اور سر جھکا کر اپنا کام کرنے لگی.

"اوکے ایز یور وِش.. مجھے تو سر نے کہا تھا کہ تمہیں بھی کہہ دوں.. اب وہ ہی تم سے بات کریں گے..!" کہہ کر وہ رُکی نہیں تھی. وہاں سے نکلتی چلی گئی. زمل نے پریشان ہو کر سر ہاتھوں میں تھام لیا. اسے فکر ہونے لگی، اب کسی بھی وقت شہباز حسن کی طرف سے بلاوا آسکتا تھا. لیکن سارا دن گزر گیا شہباز حسن کی طرف سے کوئی کال نہیں آئی تھی. زمل نے سکون کا سانس لیا. چھ بجنے میں پچیس منٹ باقی تھی جب وہ خود اسکے کیبن میں چلا آیا. زمل نے حیرت سے اسکی طرف دیکھا جو بغور دھانی رنگ کے دوپٹے میں لپٹا اسکا گلابی چہرہ دیکھ رہا تھا..

"سر آپ یہاں... مم.. مجھے بلا لیا ہوتا..!" وہ ہچکچاتے ہوئے بولی.

"کل علی کی برتھ ڈے ہے.. میں چاہتا ہوں کہ کل آپ بھی اسے وش کرنے آئیں.." وہ سنجیدگی سے ٹھہر ٹھہر کر بولتا اسکا دل دھڑکا رہا تھا.

"سر وہ.. مم.. مجھے پرمیشن نہیں ملے گی..!" زمل نے بمشکل انکار کیا تھا.

"کس سے لینی ہے پرمیشن..؟؟ چلیے میں لیتا ہوں پرمیشن..!!" اسکے ٹیبل پر دونوں ہاتھ رکھے وہ جھک کر بات کر رہا تھا. زمل نے خشک پڑتے لبوں پر زبان پھیری.. اسکی سبز آنکھوں میں بغور جھانکتا وہ اسے بے بس کر رہا تھا.

"سر آپ..." اسے سمجھ نہیں آرہی تھی کہ اب کیا بہانہ بناتی.

"تو پھر کل آپ آ رہی ہیں..؟؟" کہتے ہوئے شہباز حسن کے لب مسکرا اُٹھے. زمل کی ہارٹ بیٹ مس ہوئی تھی. شاید اس شخص کو اپنی سحر انگیز شخصیت کا بخوبی احساس تھا..

"بولیے مس زمل..!" وہ بڑی توجہ سے اسکے چہرے کے ایک ایک نقش کو دیکھ رہا تھا کہ دل پر کنٹرول کرنا اب زرا مشکل ہی تھا.

"جج..جی..کوشش کرونگی.." وہ جلدی سے بولی. نظروں کا زاویہ فوراً بدلا تھا کیونکہ مقابل مسلسل اسکی آنکھوں میں جھانک رہا تھا.

"آپکی کوشش کامیاب ہونی چاہیئے.." کہہ کر وہ سیدھا ہوا تھا. زمل کی جان میں جان آئی.. پھر ایک بھرپور نگاہ اسکے حواس باختہ چہرے پر ڈال کر پلٹ گیا. زمل نے ایک لمبا سانس خارج کیا تھا. دھڑکنوں کی رفتار معمول سے ہٹ کر تھی..

میری قسمت میں لکھا تھا،

تم سے بے پناہ محبت کرنا.

وہ بے بس ہو کر ریوالونگ چیئر پر ڈھے سی گئی.

♦♦♦♦

نکاح کے کچھ دیر بعد ہی وہ اُسے عباسی ہاؤس لے آیا تھا. ڈیڈ سے اسکی بات ہو چکی تھی.. وہ اُسے اپنے فارم ہاؤس لے جانا چاہتا تھا مگر انہوں نے سختی سے اسے وہاں لے جانے سے منع کر دیا تھا. وہ تو اسکے یوں اچانک شادی کر لینے پر ہی بہت حیران ہوئے تھے اس پر مزید یہ حقیقت کہ شادی علیزے سے نہیں گاؤں کی کسی مجبور لڑکی سے کی تھی.. وہ حقیقتاً ناراض ہو چکے تھے مگر ناراضگی میں بھی اسے یہی آرڈر ملا تھا کہ بہو کو عباسی ہاؤس ہی لے جانا ہے.. گاڑی جس وقت عباسی ہاؤس کے پورچ میں رکی تھی، محرم نے حیرت سے آنکھیں کھول کر سیاہ پڑتی رات کی تاریکی میں

اُس شاندار عمارت کو دیکھا تھا. وہ گھر نہیں کوئی محل معلوم ہو رہا تھا.. دور دور تک پھیلا سبزہ.. شاید وہ کوئی بہت بڑا باغ تھا.. محرم کی سمجھ میں تو یہی آیا تھا.. چمکتے روشن درخت.. ہر درخت پر کچھ روشنی تھی، شاید جگ مگ کرتی وہ روشنی بلبوں کی تھی جو اس لان میں موجود ان گنت درختوں کو روشن کیے ہوئے تھے. زرخان عباسی کی معیت میں چلتی وہ حیرت سے چہار سُو دیکھ رہی تھی. لان میں چار فوارے روشن تھے جن سے نکلتا کبھی نیلا، کبھی لال، کبھی پیلا پانی آنکھوں کو بے حد بھلا محسوس ہو رہا تھا.. اندرونی عمارت کے دروازے پر چار باوردی گارڈ موجود تھے.. انکے ہاتھ میں موجود اسلحہ دیکھ کر وہ زرخان کے بلکل قریب ہو کر چلنے لگی.. بڑی سی راہداری سے گزرنے کے بعد وہ دونوں ایک گول ہال نما جگہ پر آ گئے.. اس ہال کے چاروں سروں پر سیکنڈ فلور کو جاتی سیڑھیاں تھیں.. اُس پورے ہال کی زمین کو مہرون کلر کی قالین سے ڈھانپ دیا گیا تھا.. اسکا ہاتھ تھام کر وہ سیڑھیوں پر چڑھنے لگا. محرم خوفزدہ سی پلٹ کر اس ہال کو دیکھنے لگی جس میں جانے کتنے صوفے، کتنے ہی ڈیکوریشن پیسز، اور جانے کیا کیا رکھا ہوا تھا. ایک چیز جس نے اسکی توجہ کھینچی تھی وہ ہال کے شروع میں ہی دیوار میں نصب ایک بہت بڑا شیشے کا باکس تھا جس کے اندر ایک چھوٹے سے سمندر کا سا منظر تھا. رنگ برنگی مچھلیاں اور ہلکا ہلکا سبزہ.. محرم اپنی پریشانیاں بھولنے لگی.. اس ہال نما وسیع جگہ پر چلتے پھرتے ملازم حیرت سے زرخان عباسی کے ساتھ چلتی اس لڑکی کو دیکھ رہے تھے. سیڑھیاں پار کر کے وہ اسے لیے دائیں طرف چلنے لگا. محرم کسی بے جان گڑیا کی طرح اسکے ساتھ گھسٹ رہی تھی. پہلا کمرہ چھوڑ کر اسنے دوسرے کا دروازہ کھولا... بورڈ پر ہاتھ مار کر سارے بلب روشن کیے تھے. چھت میں نصب فانوس اور بلب ایک جھماکے سے روشن ہوئے تھے. محرم نے سختی سے زرخان کا ہاتھ دبوچ لیا..

"مجھے یہاں نہیں رہنا مجھے میری مومی کے پاس لے جائیں پلیز...!!!" وہ ایک ہی سانس میں جلدی سے بولی تھی.

زرخان نے کچھ حیرت سے اسکے خوفزدہ چہرے کیطرف دیکھا..

"ڈر کیوں رہی ہو؟؟ یہاں انسان ہی رہتے ہیں، اور تم بھی اب یہیں رہو گی.. "اپنا ہاتھ آہستگی سے چھڑا کر وہ نرمی سے بولا. محرم نے لرزتی پلکیں اٹھا کر زرخان کیطرف دیکھنا چاہا.. گھنی مونچھوں تلے دبے عنابی لبوں سے اوپر اسکی نگاہ جانے سے پہلے ہی پلٹ آئی تھی..

"تم یہیں رُکو میں ابھی آتا ہوں.. "کہہ کر وہ کمرے سے باہر نکل گیا.

وہ اُسے روکنا چاہتی تھی مگر زبان تالو سے چپک گئی تھی. محرم نے پلٹ کر پورے کمرے کا جائزہ لیا. کمرا کیا تھا پورا ہال روم تھا. کمرے کے وسط میں جہازی سائز بیڈ تھا، اتنا بڑا تو ضرور تھا کہ ایک وقت میں چھ لوگ آرام سے سو سکتے تھے. بیڈ کی دونوں سائیڈ ٹیبلز پر لیمپ رکھے ہوئے تھے. اسکے علاوہ ایک ٹیبل پر شیشے کا جگ اور گلاس موجود تھا جبکہ دوسری سائیڈ والے پر امپورٹڈ ڈیکوریشن پیس رکھا ہوا تھا. ڈارک براؤن کلر کے صوفہ سیٹ جن کے درمیان میں براؤن شیشے کی چمکتی ٹیبل رکھی ہوئی تھی، اُس ٹیبل کے بیچوں بیچ تازہ پھولوں کی ٹوکری پڑی تھی. ڈارک براؤن کلر کی ہی دیوار گیر الماری جسکی چمکتی لکڑی یقیناً عمدہ تھی. بیڈ کے دائیں طرف جدید ڈریسنگ ٹیبل تھا جس پر برانڈڈ پرفیومز رکھے ہوئے تھے. دیواروں پر پڑے لائٹ کریم اینڈ ریڈ کلر کے پردے آنکھوں کو بے حد بھلے لگ رہے تھے.. محرم نے گھبرا کر نگاہ جھکالی.. نگاہ جھکانے پر نگاہ نرم دبیز قالین پر پڑی تھی.. لائٹ کریم اینڈ ڈارک براؤن کلر کا قالین پورے کمرے کے فرش کو ڈھانپے ہوئے تھا. اُسے اس قدر لگژری روم سے وحشت ہونے لگی.. اسنے تو ڈراموں میں بھی کبھی ایسا محل نما گھر نہیں دیکھا تھا.. محرم کو شدت سے اپنا دو کمروں کا چھوٹا سا گھر یاد آیا. آنکھ پھر سے بھر آئی تھی.. اسنے مڑ کر دروازے کیطرف دیکھا. زرخان کو گئے دس منٹ سے زائد وقت ہو چکا تھا مگر وہ ابھی تک واپس نہیں آیا تھا. محرم نے ٹائم دیکھنے کی لیے نگاہ دوڑائی.. مختلف سینریوں کے بیچ دیوار پر نصب ڈارک براؤن کلر کی گھڑی رات کے آٹھ بجا رہی تھی. محرم نے ایک بار پھر دروازے کیطرف دیکھا. وہ ابھی تک

وہیں کھڑی تھی جہاں اُسے رکنے کا کہہ کر زر خان باہر گیا تھا. جب مزید دس منٹ تک وہ واپس نہ آیا تو وہ سہج سہج کر قدم رکھتے ہوئے کمرے کے دائیں طرف والی دیوار کیطرف آئی، جہاں بھاری پردے چھت سے آتے ہوئے زمین پر بچھے قالین کو چھو رہے تھے. بہت آہستگی سے پردہ ہٹا کر اُسنے دیکھنا چاہا تھا کہ وہاں کیا ہے.. سامنے ہی لان کا منظر تھا.. اور لان کے آخر میں وقفے وقفے سے جگنو سے روشن تھے.. آنکھیں سکیڑ کر دیکھنے پر اُسے اندازہ ہوا کہ وہ روشنیاں گھروں کی کھڑکیوں سے آرہی تھیں. یقیناً وہ ملازمین کے کوارٹرز تھے. محرم نے شیشے کی اس دیوار کو ہولے سے چھوا تھا.. پردہ ہٹا کر اسنے اینڈ تک دیکھا تھا، وہ گلاس وال ہی تھی.. جو لان اسکے سامنے تھا وہ ویسا نہیں تھا جو یہاں آتے وقت اسنے دیکھا تھا.. یہ تو کوئی اور ہی لان تھا. محرم کا دل گھبرانے لگا، جانے کتنا بڑا گھر تھا.. اکیلے اُس گھر میں رہنے کے تصور نے ہی اسکے ہاتھ پاؤں ٹھنڈے کر دیے تھے. اسنے فوراً پردہ کھینچ کر برابر کیا تھا اور خود بیڈ کی پائینتی سے دو قدم آگے رکھے صوفہ نما ٹیبل پر بیٹھ گئی..

"مومی یہ آپ نے مجھے کہاں پھنسا دیا.." دو آنسو بہت تیزی سے رخساروں پر پھسلے تھے. اسے کچھ دیر پہلے کا منظر یاد آیا..

"لیکن زر خان سر تو آپکے بیٹے ہیں مومی.. اور میں بھی آپکی بیٹی ہوں.. ہم دونوں تو بہن بھائی ہوئے ناں.. ہم دونوں کی شادی کیسے ہو سکتی ہے...؟؟" انکی بات سن کر اسنے فٹ جواز پیش کیا تھا.

"محرم تم جانتی ہو کہ تم میری سگی بیٹی نہیں ہو میری جان..!" انہوں نے نرمی سے اسکا گال چھوا.

"ہاں مگر مجھ میں آپکا خون تو ہے ناں..؟؟" اسنے سمجھداری کا مظاہرہ کیا.

"ہاں ہے، مگر زر خان میں جسکا خون ہے وہ میری رگوں میں خون بن کر گردش کرتا ہے محرم..!" انہوں نے کھوئے کھوئے لہجے میں جواب دیا.

"کیا مطلب..؟؟"انکی بات محرم کی چھوٹی سمجھ سے باہر تھی.

"مطلب یہی ہے کہ تمہاری اور زرخان کی شادی ہو سکتی ہے میری جان.."انہوں نے نرمی سے کہا.

"مگر میں ابھی چھوٹی ہوں مومی، پلیز میری شادی مت کریں.."اسنے فاطمہ سے التجا کی تھی.

"کیوں..؟؟ کیا تم نے اپنی گڑیا کی شادی نہیں کی تھی..؟؟"فاطمہ نے مسکراتے ہوئے پوچھا.

"ہاں مگر وہ تو گڑیا تھی ناں..!"محرم نے جیسے انکی عقل پر ماتم کیا تھا.

"تم بھی تو میری گڑیا ہو..!"انکے پاس بھی جواب موجود تھا.

"مگر میرے لیے جو گُڈا آپ نے ڈھونڈا ہے، مجھے اُس سے ڈر لگتا ہے مومی.."کہتے ہوئے اُسنے آواز دھیمی کرلی کیونکہ زرخان زرا سے فاصلے پر ہی داد بخش کے ساتھ محو گفتگو تھا.

"شروع شروع میں سب کو ڈر لگتا ہے میری جان.. تمہاری گڑیا بھی تو کتنی بار گڈے سے روٹھ کر تمہارے پاس آئی تھی ناں..؟؟"وہ اسے نرمی سے قائل کرنے کی کوشش کر رہی تھیں.

"مگر مومی.. میں تو ابھی چھوٹی ہوں..!"کہتے ہوئے اسکی آنکھیں نم ہو گئیں..

"لیکن تمہارا گڈا تو بڑا ہے ناں..!"وہ ہر صورت اسے منالینا چاہتی تھیں.

"ایک تو آج آپکی باتیں مجھے بلکل سمجھ نہیں آرہی مومی.."وہ خفگی سے بولی.

"ہاں کیونکہ تم ناسمجھ ہو.."وہ ہنس پڑیں.

"اوکے میں ایک شرط پر شادی کروں گی.."اسنے سنجیدگی سے کہا. شادی تو جیسے گڑیا گڈے کا کھیل ہی تھی اسکے لیے اس لیے بڑے آرام سے بول رہی تھی.

"میں سارادن آپکے پاس رہوں گی.. اور رات کو بھی سر زرخان کے ساتھ تب جایا کروں گی جب آپ سو جایا کریں گی، چاہے رات کے بارہ ہی کیوں ناں بج جائیں.."وہ مکمل طور پر سنجیدہ تھی.

"اوکے ڈن.. میں کل سے سات بجے ہی سو جایا کرونگی، بارہ بجے تک تمہیں انتظار نہیں کرنا پڑے گا."انکا لہجہ شرارت سے پُر تھا.

"مومی..!"محرم نے انہیں خفگی سے دیکھا.وہ ہنس دیں..

"اور ایک بات... جیسے ہی آپ ٹھیک ہو جائیں گی میں ہمیشہ کے لیے گڈے کو چھوڑ کر آپکے پاس آجاؤں گی.. ڈن..؟؟"ایک اور شرط حاضر تھی.

"ڈن..!!"فاطمہ کی بجائے زرخان نے جواب دیا تھا.وہ اسکی بات سن چکا تھا.

محرم اپنی جگہ چور سی ہو گئی.. جبکہ فاطمہ نے ایک مسکراتی نظر زرخان کے خوبرو چہرے پر ڈالی.. پھر تھوڑی ہی دیر میں چند آدمیوں کے ساتھ ایک مولوی صاحب آئے تھے.فاطمہ کی ہدایات کے مطابق وہ سارے تقاضے پورے کرتی چلی گئی.. تقریباً سوا سات بجے کے قریب وہ زرخان عباسی کے نکاح میں آچکی تھی.. نکاح کے بعد انہیں محرم کو وہاں سے بھیجنے کی لگ گئی تھی اُسنے بتھیرے ترلے کیے کہ کچھ دیر تو اپنے پاس رہنے دیں مگر فاطمہ نے نیند نیند کرکے محرم کو قائل کر ہی لیا تھا...

نتیجتاً تھوڑی ہی دیر بعد فاطمہ کے ضد کرنے پر وہ منہ بسورتی ہوئی زرخان کے ساتھ اس محل نما گھر میں آگئی تھی اور اب اکیلی بیٹھی مسلسل رو رہی تھی کیونکہ زرخان عباسی تھوڑی دیر کا کہہ کر ابھی تک واپس نہیں آیا تھا..

◆◆◆◆

"آخر آگئی ہو ناں..؟؟"آنکھ دبا کر بولتی مس ثنا اسے مسکرانے پر مجبور کر گئی تھی.

"جی ہاں آگئی ہوں، آنا ہی تھا..!" ثنا کے ساتھ چلتے ہوئے وہ نرمی سے بولی.. ہوٹل کی سجاوٹ لاجواب تھی.. تقریباً سارا سٹاف ہی وہاں موجود تھا جبکہ سٹاف کے علاوہ آدھا شہر شہباز حسن نے انوائٹ کیا ہوا تھا. اتنے لوگوں کی موجودگی میں وہ پزل ہو رہی تھی. چپ چاپ ایک چیئر سنبھال کر بیٹھ گئی.. دفعتاً اسکی نگاہ شاہ پر پڑی تھی. بلیک ڈنر سوٹ میں ملبوس وہ بے حد وجیہہ لگ رہا تھا.. سب کی آنکھوں کا مرکز وہ شخص اسکے دل کے سنگھاسن پر بڑی شان سے براجمان تھا.. دل کا درد بڑھ رہا تھا.. اسکی بیوی کے بارے میں سوچ کر ہی زمل کا دل سکڑنے لگا. نگاہ جھکا کر وہ ناخنوں پر لگی کیوٹکس کھرچنے لگی. آنکھیں نم ہو رہی تھیں. ٹیبل پر رکھے ٹشو باکس سے ٹشو نکال کر اسنے بھیگتی پلکوں کو صاف کیا.

"یہاں کیوں بیٹھی ہو چلو کیک کٹنے والا ہے وہاں سٹیج کے پاس چلتے ہیں.." اسکے سر پر کھڑی ثنا تیز تیز بول رہی تھی.

"نہیں میں یہیں ٹھیک ہوں، آپ مجھے یہیں رہنے دیں پلیز..!" نگاہ چراتے ہوئے وہ بمشکل مسکرائی تھی.

"واٹس رانگ وِد یُو زمل.. ایک تو تم اتنا لیٹ آئی ہو، دوسرا یہ کہ تم سر سے بھی نہیں ملیں اور تیسرا یہاں چھپ کر بیٹھ گئی ہو.... اور تو اور اب وہاں سٹیج کے پاس بھی جانے کو تیار نہیں ہو... میڈم کیا چکر کیا ہے..؟؟ یہ گفٹ جو ساتھ لائی ہو یہ واپس لے کر جانے کا ارادہ ہے کیا..؟؟" وہ بولنا شروع ہوئی تو نان سٹاپ بولتی ہی چلی گئی.

"میرے سر میں درد ہو رہا ہے اسی لیے یہاں ایک طرف آکر بیٹھ...." ثنا کی پشت پر ابھرتے چہرے کو دیکھ کر اسکی چلتی زبان کو بریک لگے تھے.. مقابل کی آنکھوں میں شوق کا ایک جہان آباد تھا. لبوں پر دلنشین مسکراہٹ سجائے وہ زمل کے ستے ہوئے چہرے کو دیکھ رہا تھا..

"از ایوری تھنگ فائن مس زمل..؟؟" وہ بہت نرمی سے پوچھ رہا تھا.

زمل گڑبڑا کر فوراً اپنی سیٹ سے کھڑی ہوئی. ثنا فوراً وہاں سے کھسک گئی.

"اسلام علیکم سر..!" جب کچھ سمجھ نہ آئی تو اسنے فٹ سلام جھاڑا.

"وعلیکم اسلام.. ابھی میں نے کچھ سنا ہے، آپکے سر میں درد ہے شاید..؟؟" وہ سنجیدگی سے پوچھ رہا تھا.

"جج..جی ہو رہا ہے...!" ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے وہ نگاہ چرا کر بولی. شہباز حسن کی بولتی نگاہیں اسکے چہرے پر گلال بکھیر رہی تھیں. کاہی کلر کی شیفون کی لانگ شرٹ زیب تن کیے جس پر گولڈن تلّے کا کام ہوا تھا، کاہی کلر کا تنگ پاجامہ جبکہ کاہی کلر کا ہی شیفون دوپٹہ شانوں پر پھیلائے، چہرے پر لائٹ سا میک اپ کیے وہ سیدھا اسکے دل میں اتر رہی تھی. لائٹ گولڈن سلکی بال اونچی پونی میں مقید تھے. جبکہ چہرے کے اطراف میں اٹھکلیاں کرتی چند شرارتی لٹیں حقیقتاً شہباز حسن کا چین لُوٹ رہی تھیں.

"میرے بھی ہونے لگا ہے.." اسکی سبز آنکھوں میں جھانکتے ہوئے وہ گھمبیر لہجے میں بولا.

"کیا..؟؟ کیا ہونے لگا ہے..؟؟" زمل نے حیرت سے پوچھا. شاہ کے لب مسکرائے تھے.

"درد... درد ہونے لگا ہے.." شہباز حسن نے معنی خیزی سے کہا. زمل فوراً متفکر ہوئی.

"تو آپ پیناڈول ٹیبلیٹ لے لیں ناں..!" اسنے مشورہ دیا.

"سر میں درد تو آپکے ہے، اس لیے پیناڈول بھی آپ ہی لیں.." کندھے اچکاتے ہوئے وہ سنجیدگی سے بولا.

"مگر ابھی تو آپ نے کہا کہ آپکو بھی درد ہو رہا ہے..؟" زمل نے حیرت سے اسکی طرف دیکھا جسکے چہرے کے تاثرات ناقابل فہم تھے.

"ہاں درد تو ہو رہا ہے.. مگر سر میں نہیں ہو رہا مس زمل..!" کہتے ہوئے اسنے ایک گہری نگاہ اسکے نازک سراپے پر ڈالی اور پھر آہستگی سے پلٹ گیا. زمل کا دل بے ساختہ دھڑکا تھا.

کیا تھا اُن آنکھوں میں..

کیا مطلب تھا اسکی باتوں کا...!!زمل کی الجھنیں بڑھنے لگیں.

"زمل....؟؟اب آ بھی چکو."ثنا نے اسے آواز لگائی. ٹیبل پر پڑا گفٹ اُٹھا کر وہ ثنا کے پاس چلی آئی. بھرپور تالیوں کی گونج میں شہباز حسن کا بیٹا کیک کاٹ رہا تھا جبکہ اس کے پاس کھڑا وہ تالیاں بجاتا شخص...زمل نے بغور اسے دیکھا...

کس قدر عزیز ہو چکا تھا اُسے یہ شخص..زمل نے نم آنکھوں سے اسکا مسکراتا چہرہ دیکھا.وہ ارد گرد سے بے خبر شاہ کو دیکھ رہی تھی جب اسکی نگاہوں کی تپش محسوس کر کے شہباز کی نظر بھی زمل پر پڑی تھی. نظروں کا تصادم بڑا دلفریب تھا.زمل نے فوراً نگاہ چرالی جبکہ شہباز حسن کے لبوں پر اسکی اس حرکت کے باعث تبسم بکھر گیا..دفعتاً اسے شہباز حسن کی بیوی کی غیر موجودگی کا احساس ہوا تھا..اسنے ثنا کو ٹھوکا مارا.

"ہاں کیا ہے..؟؟"ثنا نے آہستگی سے پوچھا.

"سر کی وائف نظر نہیں آ رہی..؟؟"زمل نے دبے دبے لہجے میں پوچھا.

"ہو گی تو نظر آئے گی ناں..!"کہہ کر ثنا نے قہقہہ لگایا.زمل کی ہارٹ بیٹ مس ہوئی.

"کیا مطلب..؟؟"دل میں خوش گمانی جنم لینے لگی.

"سارے مطلب ابھی پوچھو گی کیا...؟؟پارٹی انجوائے کرلو بعد میں بتاؤں گی.."ثنا نے بے زاری سے کہا.

"آپ ابھی بتادیں ورنہ مجھے تجسس رہے گا..!"زمل نے لہجے کو حتیٰ الامکان سادہ رکھا تھا.

"اوہ یار سر کی وائف سر کو چھوڑ گئی تھی..!"ثنا نے اسکے کان میں گھس کر کہا.

"کب..؟؟"زمل کے دل کی حالت غیر ہو رہی تھی.

"تم بھی سب ابھی ہی پوچھ کر چھوڑنا.."کیک کا پیس منہ میں رکھتے ہوئے وہ جھنجھلا کر بولی. زمل نے اسکی حالت پر اپنی ہنسی کنٹرول کی.

"اچھا بتائیں تو سہی..؟؟"زمل نے ہنستے ہوئے کہا.

"اوئے ہوئے.. کہیں تم سر پر ٹرائی کرنے کا تو نہیں سوچ رہیں..؟؟"کیک کی خالی پلیٹ ٹیبل پر رکھتے ہوئے وہ اپنی آنکھیں سکیڑ کر پوچھ رہی تھی. ایک پل کو زمل کا رنگ فق ہوا تھا پھر دوسرے ہی پل اسنے خود کو کمپوز کیا اور مسکرائی..

"ایسی کوئی بات نہیں ہے، میں ویسے ہی پوچھ رہی ہوں.."زمل نے کندھے اچکاتے ہوئے کہا.

"ہاں ہاں سوچنا بھی مت ورنہ عزت افزائی کر دیں گے تمہاری.. اچھا تمہیں مزے کی ایک بات بتاؤں..؟؟ جب میں نے سر کا آفس جوائن کیا تھا نہ تو سچی سر مجھے بہت ہینڈسم لگے تھے.. ہینڈسم تو خیر اب بھی اُتنے ہی ہیں مگر تب میرے سر پر، سر کا بھوت چڑھ گیا تھا.. بس پھر کیا.. میں نے فل ٹائم ٹرائی کیا مگر..."ثنا نے بے چارہ سا منہ بنایا.

"مگر میری دال بلکل نہیں گلی سچی..... سر تو جیسے مرچیں چبا کر آفس آتے تھے.. بس پھر ڈیڑھ سال پہلے میری منگنی ہوگئی اور سر کا بھوت چپ چاپ شرافت سے اتر گیا.."کہہ کر وہ خود ہی ہنسنے لگی. زمل کی مسکراہٹ بھی گہری ہوگئی.

"آپ سر کی وائف کے بارے میں کچھ بتانے والی تھیں..؟"زمل کی سوئی وہیں اٹکی تھی. ثنا نے ٹیڑھی نظروں سے اسکی طرف دیکھا..

"آر یو شیور کہ تمہارا ٹرائی کرنے کا ارادہ نہیں ہے..؟؟"ثنا مصنوعی غصے سے پوچھ رہی تھی.

"یس ایم شیور...!"زمل نے ہنستے ہوئے کہا.

"اوکے تو پھر سن لو..وہ ہی جو میں نے سب سے سنا ہے.،اور میں نے سنا ہے کہ جب سر مونی بہت چھوٹے تھے تب سر کی وائف نے زبردستی سر سے طلاق لے لی تھی.

"مگر کیوں..؟؟"زمل کو حقیقتاً افسوس ہوا.

"یہ مجھے نہیں پتہ.."ریشئین سائیلڈ کا بھرا ہوا چمچ منہ میں ٹھونستے ہوئے وہ آرام سے بولی.

"کچھ تو پتہ ہی ہو گا.."زمل کے منہ سے نکل گیا.ثنا نے اسے گھورا.

"تم اب مجھے کچھ کھانے دو گی یا نہیں..؟؟"وہ چڑ گئی..

"سوری سوری.."زمل نے فوراً معافی مانگی اور وہاں سے کھسکی کہ کہیں وہ غصے میں آکر بھری ہوئی پلیٹ اسکے سر پر ہی خالی نہ کر دے..

ہنستے ہوئے وہ وہاں سے ہٹ گئی..چہرے پر جھولتی لٹوں کو کان کے پیچھے اُڑستے ہوئے وہ ناک کی سیدھ میں چل رہی تھی کہ سامنے سے آتے شہباز حسن سے ٹکرا گئی.زمل نے بوکھلا کر سامنے دیکھا.

"ایم ایکسٹریملی سوری سر..وہ میں نے آپکو آتے نہیں دیکھا..."وہ شرمندہ شرمندہ سی معذرت کر رہی تھی.شہباز حسن نے نچلا لب دانتوں تلے دبا کر اسکا

گھبرایا گھبرایا روپ دیکھا.

"اٹس اوکے..!"اسنے نرمی سے کہا.

"میں آپ سے ہی اجازت لینے آرہی تھی..کافی ٹائم ہو گیا ہے..میں اب چلتی ہوں بس..؟"وہ سوالیہ نظروں سے اسکی طرف دیکھ رہی تھی.

"اور اگر میں کہوں کہ ابھی تو تھوڑا وقت بھی نہیں گزرا تو..؟؟" شاہ نے پھر سے معنی خیز بات کی. زمل کو سمجھ نہ آئی کہ کیا جواب دے..

"مطلب..؟؟" ہمیشہ کی طرح ایک ہی سوال تھا.

"مطلب یہ کہ ابھی آپکو آئے دیر ہی کتنی ہوئی ہے مس زمل جو آپکو جانے کی جلدی پڑ گئی ہے..!" وہ شکوہ کر رہا تھا. انداز بہت دوستانہ تھا. زمل کی دھڑکنیں بے ہنگم ہونے لگیں..

"نن.. نہیں ٹائم تو کافی ہو گیا ہے.. اب مجھے چلنا چاہئیے..!" زمل نگاہ جھکا کر منمنائی.

"مس زمل......؟؟" وہ نرمی سے بولا.

"جی...؟؟" زمل نے سوالیہ نظروں سے اسکی جانب دیکھا.

"کیا میں کہہ سکتا ہوں کہ، آپ آج بہت اچھی لگ رہی ہیں..؟؟" اسکا انداز شائستہ تھا مگر اسکی جگ مگ کرتی آنکھیں زمل کے دل کی دنیا تہہ وبالا کر گئی تھیں. اسکے لبوں پر ایک بے ساختہ مسکراہٹ در آئی...

"آپ... کہہ چکے ہیں..!" کہتے ہوئے اسکے گلاب ہونٹوں کی مسکراہٹ گہری ہو گئی.. اسکے مسکرانے پر شہباز حسن بھی کھل کر مسکرایا..

♦♦♦♦

"تم یہاں کیا کر رہے ہو..؟؟" وہ جیسے ہی ہوش میں آئی تھیں، اُسے روم میں دیکھ کر پوچھ بیٹھیں. زرخان انکے سوال پر ہولے سے مسکرایا.

"آپکے ڈاکٹرز سے ملنے آیا تھا.. کچھ ٹیسٹ کرنا چاہ رہے ہیں ڈاکٹرز.. فورٹی پرسنٹ چانسز ہیں کہ کچھ، بہتری ہو جائے..!" اسنے جھوٹ سچ ملا کر انہیں جواب دیا.

"کب سے ہو یہاں..؟؟" فاطمہ نے فکرمندی سے پوچھا.

"تقریباً نو بجے کے قریب آیا تھا.. کیوں خیریت..؟؟میری یہاں موجودگی سے کچھ پریشان لگ رہی ہیں آپ؟؟" انکے چہرے پر فکر مندی کے آثار دیکھ کر وہ خود بھی پریشان ہو گیا.

"تم نو بجے سے یہاں ہو..؟؟اور اب بارہ بجنے والے ہیں زرخان..!! محرم کو کس کے پاس چھوڑ کر آئے ہو..؟؟ اُسے میرے بغیر نیند نہیں آتی.. اور اکیلے میں تو ڈر جاتی ہے وہ.." انکے لہجے میں واضح پریشانی تھی. زرخان شرمندہ سا ہو گیا. اسے تو وہ بھول ہی گیا تھا. زرخان کو یاد آیا کہ وہ محرم کو واپس آنے کا کہہ کر باہر نکلا تھا تبھی دادبخش کی کال آگئی تھی.. وہ پریشانی میں سیدھا ہاسپٹل آگیا تھا مگر آتے آتے بھی ملازمہ کو ہدایت دے کر آیا تھا کہ محرم کو کھانا کھلا دے.. اسنے فوراً کلائی پر بندھی گھڑی دیکھی جو رات کے سوا بارہ بجا رہی تھی. اسنے شرمندگی سے فاطمہ کی طرف دیکھا جن کی آنکھوں میں نمی چمک رہی تھی..

"ایم سوری فاطمہ مام.. میں آپکو لے کر بہت ڈسٹرب تھا، بس اسی لیے اب تک گھر نہیں جا پایا.. میں ابھی گھر جاتا ہوں اور آپکی اس سے بات کرواتا ہوں.. یُو ڈونٹ وری پلیز..!" وہ سنجیدگی سے بولا.

"وہ بہت چھوٹی ہے زرخان.. تنہائیوں کی عادی نہیں ہے وہ، بہت معصوم ہے میری محرم... اب تک تو وہ رو رو کر خود کو ہلکان کر چکی ہوگی.. تم.. تم جلدی جاؤ، بس چلے جاؤ.. جلدی کرو..!" وہ بے تابانہ بولیں.. زرخان اثبات میں سر ہلاتا سرعت سے پلٹا تھا اور وہاں سے نکلتا چلا گیا.. دادبخش کو وہ اُنکے پاس ہی چھوڑ آیا تھا. انتہائی رش ڈرائیونگ کرتا وہ پچھتا رہا تھا کہ کسی ملازمہ کو اسکے پاس رکنے کی ہدایت کر کے کیوں نہیں آیا.. اسے واقعی اُس معصوم لڑکی کی فکر ہو رہی تھی، وہ تو ایک سخت نگاہ سے بھی سہم جاتی تھی.. چالیس منٹ کا راستہ اسنے بیس منٹ میں طے کیا تھا.

جس وقت وہ عباسی ہاؤس پہنچا تھا گھڑی رات کا پونے ایک بجا رہی تھی. گاڑی پورچ میں کھڑی کر کے وہ اندرونی عمارت کی طرف تقریباً بھاگا تھا. وہ چاروں گارڈ جو پہلے اندرونی عمارت کے دروازے پر کھڑے تھے، رات کی

تاریکی کے ساتھ انکی تعداد میں اضافہ ہو چکا تھا. کل آٹھ باوردی گارڈز پورے لان میں چکر لگا رہے تھے. چار بل ڈوگز اپنی لال سرخ زبانیں لٹکائے یہاں سے وہاں کھلے عام پھر رہے تھے. لان پار کر کے وہ اندر داخل ہوا تھا. تیزی سے سیڑھیاں پھلانگتے ہوئے وہ اپنے بیڈ روم کے دروازے تک پہنچا تھا. ایک جھٹکے سے ہینڈل گھما کر وہ اندر داخل ہو گیا.... کمرہ مدھم لائٹس میں روشن تھا. اسکی پہلی نظر بیڈ پر پڑی تھی جسکی بے شکن چادر اسکا منہ چڑا رہی تھی. خالی پڑا کمرہ حقیقتاً اسکے اوسان خطا کر گیا تھا. زرخان نے دوبارہ پورے کمرے میں نگاہ دوڑائی. وہ کہیں نہیں تھی... کہیں بھی نہیں تھی.. وہ سرعت سے واش روم کیطرف بڑھا مگر واش روم میں چھایا سیاہ اندھیرا اس بات کی دلیل تھا کہ وہ وہاں بھی نہیں تھی.. زرخان نے آخری امید کے طور پر ڈریسنگ روم میں جھانکا مگر وہ وہاں بھی نہیں تھی.. زرخان کا دل ڈوبنے لگا.. اسنے پریشانی سے اپنی پیشانی مسلی.. اتنا تو طے تھا کہ وہ گھر سے باہر نہیں جا سکتی تھی، مگر اتنے بڑے گھر میں اسے ڈھونڈنے کے لیے اسے ملازموں کی مدد درکار تھی. اور سارے ملازم یقیناً اپنے کوارٹرز میں جا چکے تھے، سو یہ کام بھی اُسے اکیلے ہی کرنا تھا. سارے دن کی تھکاوٹ اُس کے روم روم میں سرایت کر رہی تھی مگر اُس لڑکی کی غیر موجودگی میں وہ کیونکر سکون سے رہ سکتا تھا. زرخان کمرے کے دروازے کی طرف بڑھا تا کہ باہر جا کر اُسے باقی کمروں میں ڈھونڈ سکے. اُسنے ہاتھ بڑھا کر دروازے کا ہینڈل گھمایا، دفعتاً اسکی نظر درمیان والے بڑے صوفے پر پڑی تھی.. صوفے کی ٹیک پر اوپر سفید کپکپاتی انگلیاں نمودار ہو رہی تھیں.. زرخان نے پورا رخ اُس طرف کر لیا. اگلے ہی پل دو بھیگی آنکھیں نظر آئی تھی. وہ آنکھیں پورے کمرے کا جائزہ لیتی زرخان پر آ کر رُک گئی تھیں. زرخان کو اپنی جانب دیکھتا پا کر وہ تیزی سے نیچے ہو کر چھپ گئی. دل بہت تیزی سے دھک دھک کر رہا تھا.

جبکہ اسکو دیکھ کر زرخان کے اندر تک سکون اتر گیا تھا. دھیمی چال چلتا ہوا وہ صوفوں کی طرف آیا تھا اور گھوم کر اسکے سامنے پنجوں کے بل آ بیٹھا. وہ صوفے کی پشت میں منہ گھسیڑے رو رہی تھی..

"ہنی..؟؟" زرخان نے اسے نرمی سے پکارا تھا. محرم نے آنکھیں کھول کر اپنے قریب بیٹھے زرخان عباسی کو دیکھا. اسکی سرخ آنکھیں دیکھ کر وہ خوفزدہ ہو کر فوراً پیچھے کھسکی.. زرخان مزید قریب ہوا.. محرم کی جان پر بننے لگی.. روئی روئی سُوجی ہوئی آنکھیں پوری سے زیادہ کھول کر اسنے اپنے حد سے زیادہ قریب زرخان کا وجیہہ چہرہ دیکھا.

"نام کیا ہے تمہارا..؟؟" وہ آج صبح سے بارہا اسکا نام سن چکا تھا مگر اُسے پھر بھی حرم اور محرم میں کنفیوژن تھی. اسکے نرمی سے پوچھے گئے سوال پر محرم حیران نظروں سے اسکی طرف دیکھنے لگی.

"کیا نام ہے تمہارا..؟؟" اسنے دوبارہ اپنا سوال دوہرایا تھا. اسکی حد سے زیادہ سُوجی آنکھیں اور سرخ چہرہ، بہت سا رو چکنے کی غمازی کر رہے تھے. گلاب کی پنکھڑی جیسے نازک لبوں کا کٹاؤ بھی سُوجا ہوا الگ رہا تھا. زرخان کی نگاہ اُس کٹاؤ کو دیکھ کر تلملانے لگی. محرم نے اُسے اپنی جانب دیکھتے پا کر آہستگی سے کانپتے لب کھولے تھے.

"محرم..." جواب دے کر اُسنے اپنی بھیگی پلکیں جھکا لیں. زرخان نے بغور اسکے ہلتے لبوں کو دیکھا تھا. محرم کے لبوں سے اُسکا نام بڑا پیارا لگا تھا اسے..

"دوبارہ بتاؤ..؟؟" زرخان نے اسے مشکل میں ڈالا..

"مم..ح.. محرم...!" اسکے ہونٹوں کی کپکپاہٹ بڑی واضح تھی. زرخان کو وہ بولتی ہوئی بڑی پیاری لگی.

"کھانا کھایا تھا تم نے..؟؟" اُسنے ہاتھ بڑھا کر اسکا نازک ہاتھ اپنے بھاری مضبوط ہاتھ میں لے لیا. محرم نے اسکی جرأت پر تڑپ کر اسکی طرف دیکھا.. دل کی دھڑکنیں تیز ہونے لگیں..

"میں پوچھ رہا ہوں کچھ..؟؟ کھانا کھایا تھا..؟؟" اسکا لہجہ ہنوز نرم تھا. محرم نے فوراً اثبات میں سر ہلایا.

"تمہیں میں نے رونے سے منع کیا تھا ناں..؟؟" اسکے خفگی سے کہنے پر محرم کی آنکھیں ایک بار پھر بھر آئیں..
زرخان نے بہت نرمی سے اسکے رخساروں پر بہتے آنسو صاف کیے تھے، محرم کی جان ہوا ہونے لگی.. اُس ظالم شخص کی اس قدر نزدیکی اس پہ مستزاد یہ نرم رویہ.. ہونٹوں کی لرزش پر قابو پانے کو اسنے سختی سے نچلا ہونٹ دانتوں میں دبالیا... زرخان کے ہاتھ میں موجود اسکا ہاتھ کپکپا اُٹھا تھا. اسکے ہاتھ کی لرزش محسوس کر کے زرخان نے بہت آہستگی سے اسکا ہاتھ چھوڑ دیا اور زرا سا دور ہوا. محرم کی جان میں جان آئی.
"روئی کیوں تھیں.؟؟" ایک اور سوال کیا گیا تھا.
"مجھے اس..بڑے سے کمرے...میں..بہت..ڈر لگ رہا تھا..!" وہ گھٹنوں میں سر دے کر پھر سے رونے لگی.
زرخان پریشان سا ہو گیا..
"محرم..ادھر دیکھو ہنی..پکا پرامس آج کے بعد تمہیں کبھی اکیلا نہیں چھوڑ نگا.. چلو اُٹھو اب شاباش..!" اسکا چہرہ اونچا کر کے زرخان نے اسے بچوں کی طرح پچکارا. اسکے نرم لہجے پر حیران ہوتی وہ آنسو صاف کرتے ہوئے کھڑی ہو گئی. وہ اسکا ہاتھ تھامے اسے بیڈ پر لے آیا.
"یہاں لیٹ جاؤ اور سونے کی کوشش کرو.. صبح پھر فاطمہ مام سے بھی ملنے جانا ہے ناں..؟؟" زرخان نے نرمی سے پوچھا تھا. اُس نے جھٹ اثبات میں گردن ہلائی.
"چلو پھر لیٹو.." زرخان کے کہنے پر وہ فوراً لیٹ گئی. بستر بے حد نرم اور آرام دہ تھا. زرخان نے بخش کا نمبر ڈائل کیا تھا پھر فاطمہ کو مطمئن کر کے ہی روم میں واپس آیا تھا. وہ آنکھیں بند کیے شاید سو چکی تھی. زرخان نے سلیپنگ ڈریس نکالا اور چینج لائٹس آف کیں اور بیڈ پر آلیٹا. بیڈ کے دوسرے کونے پر لیٹی وہ شاید محو خواب تھی. کمرے

میں پھیلی نائٹ بلب کی روشنی میں زرخان کو تو یہی لگا تھا. اسنے اسکی طرف سے کروٹ بدل لی. معاً اسے لگا جیسے وہ جاگ رہی ہے، مگر وہ رخ موڑے لیٹا رہا..

"سنیے.."کانپتا لہجہ، دھیمی آواز.. وہ انجانے میں بیویوں والا انداز اپنا بیٹھی تھی. زرخان کے لبوں پر ایک بے ساختہ مسکراہٹ در آئی جسے چھپاتے ہوئے اسنے محرم کیطرف کروٹ بدلی.

"جی سنایئے..؟؟"زرخان کا انداز شرارتی تھا. مگر وہ سمجھ نہیں پائی.

"مم.. میں نیچے فرش پر سو جاؤں..؟؟"اسنے ڈرتے ڈرتے پوچھا. زرخان نے پریشانی سے اسکے معصوم و دلکش چہرے کو دیکھا.

"کیوں..؟؟"اُسنے سنجیدگی سے پوچھا.

"مج.. مجھے ڈر... لگ رہا... ہے.." محرم نے پلکیں جھکا کر جواب دیا.

"اب تو میں روم میں ہی ہوں، اب کیوں ڈر لگ رہا ہے؟؟"وہ اسکے ڈرنے پر حیران تھا. محرم بتانے میں تذبذب کا شکار ہوئی پھر ہمت کر کے بول پڑی.

"آ.. آپ سے... ہی تو ڈر... لگ رہا.. ہے..!"بڑی سادگی سے سچائی کا مظاہرہ کیا گیا تھا. وہ اجازت کے لیے منتظر نظروں سے اسکیطرف دیکھ رہی تھی. چہرے پر لہراتا خوف بڑا واضح تھا.

زرخان کے لبوں پر مسکراہٹ آنے کو مچلی تھی مگر اسنے سختی سے اسکا گلا گھونٹ دیا.

"مجھ سے ڈرنے کی وجہ.؟؟"جانتے بوجھتے بھی وہ انجان بن رہا تھا.

"بس مجھے ڈر لگ رہا ہے... کہیں میں رات کو نیند میں آپ سے ٹکرا گئی اور.... اور آپ نے پھر.... پھر سے مجھے... تھپڑ مار دیا تو.. تو... اس بار... پکا میرا دانت ٹوٹ... جائے گا.... صبح والا ابھی تک درد ہو رہا ہے..!"اسنے اپنے

دل کا خوف بڑی ہمت کر کے زرخان کے گوش گزار کیا تھا. اُسے حقیقتاً اپنے صبح والے رویے کے لیے افسوس ہوا.

زرخان نے نرم نگاہوں سے نیم اندھیرے میں اسکے پھولے پھولے نرم گال دیکھے.. یا شاید ایک گال ہی زیادہ پھولا ہوا تھا. سفید چادر میں لپٹا اُسکا گلاب چہرہ زرخان سے فقط ایک ہاتھ کے فاصلے پر تھا..

"لاؤ دکھاؤ تو..!" اسکے پھولے ہوئے رخسار کو چھوتے ہوئے وہ اسکے قریب ہوا. محرم تیزی سے پیچھے کھسکی مگر وہ تو پہلے ہی کنارے پر تھی، اس سے پہلے کہ نیچے گرتی زرخان نے پھرتی سے اسکی نازک کمر کو تھاما تھا.. محرم نے گھبرا کر آنکھیں میچ لیں.. بنا اسکی طرف دیکھے زرخان نے سائیڈ لیمپ آن کیا تھا. اس لیمپ کی روشنی میں محرم کا بے ریا چہرہ، زرخان کی نگاہوں کے بلکل سامنے.. بے حد قریب تھا. وہ آنکھیں سختی سے میچے اسکے حصار میں مقید تھی.

زرخان نے بہت آہستگی سے اسکے چہرے کے گرد لپٹی چادر کا حصار ڈھیلا کیا تھا.

نتیجتاً اسکا چاند چہرہ سامنے تھا. زرخان نے اپنے ہاتھ کی انگلیوں سے اسکے چہرے کا رُخ بدلا اور سُوجا سُوجا سا وہ رخسار دیکھا جس پر اسنے صبح اپنی انگلیوں کے نشان چھوڑے تھے. لیمپ کی روشنی میں اسکے گلابی چہرے پر ہلکا ہلکا بھورا رواں واضح ہو رہا تھا. زرخان نے نرمی سے اسکے گال پر اپنی مضبوط انگلیوں کا لمس چھوڑا. شاید اُس تکلیف کا مداوا کرنا چاہا تھا. اسکی سختی سے بند پلکیں لرزنے لگیں.

"محرم...!" زرخان نے آہستگی سے پکارا. وہ آنکھیں بند کیے ساکت پڑی رہی. لب سختی سے آپس میں پیوست تھے.

"محرم.... آنکھیں کھولو..!" وہ نرمی سے کہہ رہا تھا. محرم نے ہولے سے پلکیں وا کیں.

"آئی ایم سوری محرم... ایم رئیلی سوری فار دیٹ..!!" اسکے رخسار کو سہلاتے ہوئے وہ نرمی سے کہہ رہا تھا. محرم کو لگا جیسے اسنے کچھ غلط سُنا ہے. اپنے گال پر اسکا میٹھا لمس، ناقابلِ یقین سا لگ رہا تھا.

خود پر چھائے زرخان عباسی کو دیکھتے ہوئے اسکی آنکھیں پوری کی پوری کھل گئیں. وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے اپنے بے حد قریب وہ وجیہہ چہرہ دیکھ رہی تھی، وہ چہرہ جس سے پہلی ملاقات میں اسنے آگ کی لپٹیں نکلتی دیکھی تھیں.
آج ہی تو ملا تھا وہ اُسے.. اور ایک ہی دن میں کس قدر قریب آچکا تھا وہ شخص...!!
لیمپ کی روشنی میں اسکی چوپٹ کھلی آنکھوں کا رنگ بڑا سحر انگیز لگ رہا تھا. نوکدار پلکوں کا سایہ اسکی آنکھوں کو مزید نکھار بخش رہا تھا. محرم کی آنکھوں میں جھانکتے زرخان عباسی کے ساکت دل میں پہلی ہلچل ہوئی تھی. جیسے ٹھہری ہوئی جھیل میں پہلا پتھر آگرا ہو، وہ گھبرا کر اُس سے دور ہوا. پہلی بار اسے لگا، جیسے سینے میں دھڑکتا گوشت پوست کا وہ لوتھڑا جسے لوگ دل کہتے ہیں، وہ دل جذبات رکھتا ہے.. اسنے ایک بار پھر محرم کی طرف دیکھا جو سینے پر ہاتھ رکھے اپنی سانسیں ہموار کر رہی تھی. زرخان نے فوراً کروٹ بدل لی. شاید یہ وقتی طور پر ہوا تھا.. اسنے خود کو سمجھانے کی کوشش کی.
اسکی طرف سے کروٹ بدلے وہ ایسے ہی لیٹا رہا، اور پھر واقعی وہ تھوڑی ہی دیر میں خود کو کمپوز کر چکا تھا..
"آپ نے بتایا نہیں... میں نیچے سو جاؤں..؟؟" محرم وہیں کی وہیں اٹکی تھی. زرخان پھر سے پلٹا. سرہانے رکھے سات آٹھ کشنز اٹھائے اور انہیں اپنے اور محرم کے درمیان ایک لائن سے رکھ دیا.
"وہ تمہاری سائیڈ، اور یہ میری سائیڈ.. اب تم مجھ سے بلکل نہیں ٹکرا سکتی.. ناؤ اوکے؟؟" وہ بڑی مشکلوں سے لہجے کو نرم رکھ پایا تھا.. ورنہ حقیقتاً اب اس پر جھنجھلاہٹ طاری ہو رہی تھی..
"ا... اوکے..!" محرم نے آہستگی سے کہا.

"سو جاؤ اب..!" کہہ کر وہ کروٹ بدل گیا. محرم نے ایک نظر نیم اندھیرے میں ڈوبے کمرے کو دیکھا. نیند اسکی آنکھوں سے کوسوں دور تھی. فاطمہ کی کمی اسے شدت سے محسوس ہو رہی تھی.. انکے بغیر اس نرم بستر پر نیند آنا محال تھی. وہ کروٹ بدل کر چپ چاپ تکیہ بھگونے لگی..

♦♦♦♦

"مے آئی کم اِن سر..؟؟" دروازے کو زرا سا کھول کر صرف منہ اندر کیے وہ شائستگی سے پوچھ رہی تھی. فون کان سے لگائے وہ شاید کسی سے بات کر رہا تھا. زمل منتظر نظروں سے اسکی جانب دیکھ رہی تھی..

"ٹھیک ہے، میں تیس منٹ میں پہنچ رہا ہوں انشاء اللہ... جی جی میں نکل رہا ہوں بس..!" ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہتا وہ کال ڈسکنکٹ کر گیا پھر اسکی طرف متوجہ ہوا..

"یس کم اِن.." نرمی سے جواب دیا گیا.. دھیمی چال چلتی ہوئی وہ اسکے سامنے چیئر پر آ بیٹھی..

"جی مس زمل..؟؟" وہ سوالیہ نظروں سے اسکی طرف دیکھ رہا تھا.

"سر وہ.. آج کچھ زیادہ ورکنگ نہیں تھی، جو تھوڑی بہت ٹیلی ورکنگ تھی وہ میں کر چکی ہوں، ایکچلی آج میرا بھائی گھر آ رہا ہے، تو میں چاہ رہی تھی کہ اگر آپکی اجازت ہو تو......؟؟ کیا میں آج جلدی چلی جاؤں...؟؟" زمل نے آہستگی سے کہا.. شہباز حسن ہولے سے مسکرایا. زمل نے نگاہ جھکا لی.

"کل سنڈے ہے مس زمل.. کل کا سارا دن آپ نے اپنے بھائی کے ساتھ ہی سپینڈ کرنا ہے، ویسے بھی ڈیوٹی آف ہونے میں تین گھنٹے باقی ہیں ابھی.. میں زرا سائٹ پر جا رہا ہوں، گھنٹے تک واپس آ جاؤں گا... دین آپکے پاس کرنے کے لیے بہت ورکنگ ہو گی بی کاز میں کمنگ منتھ کی کچھ ڈیلنگز ڈسکس کرنا چاہتا ہوں آپ سے.. تو ابھی آپ گھر جانے کا سوچیے بھی مت..!" شہباز حسن نے رسانیت سے کہا. زمل کا منہ لٹک گیا. اسکی اترتی شکل دیکھ کر شاہ کے لبوں پر تبسم بکھر گیا.

"بٹ سر کل... کل تو..!" زمل بتاتے بتاتے رُکی.

"کیا کل..؟؟ کیا کل بھی آنے کا ارادہ ہے آپکا..؟؟ سائٹ پر کام ہو گا ویسے.. آپ چاہیں تو آسکتی ہیں..!!" انداز غیر سنجیدہ تھا.

"نہیں سر وہ کل... کل کچھ لوگ مجھے دیکھ... دیکھنے کے لیے آرہے ہیں..، تو کل بھی سارا دن مصروفیت رہے گی.. میں اپنے بھائی کے ساتھ ٹائم سپینڈ نہیں کر پاؤں گی، پرسوں مجھے سے پھر سے آفس آیا کرنا پڑے گا.. تو پلیز، ابھی آپ مجھے جانے دیں..!" زمل نے سچائی کا مظاہرہ کیا.. جانے کیوں وہ اسے یہ بات بتا بیٹھی تھی.. اسنے جھکی نگاہ اُٹھا کر شہباز حسن کی طرف دیکھا جس کے چہرے پر گہری سنجیدگی تھی. اُسے امید تھی ابھی وہ کہے گا، "یہ تو بہت خوشی کی خبر ہے مس زمل... اوکے آپ جائیں اینڈ بیسٹ آف لک فار ٹومارو.." لیکن وہ ٹھوڑی پر ہاتھ رکھے چپ چاپ زمل کا چہرہ دیکھ رہا تھا.

"کیا ہوا سر...؟؟" اسکو شعلوں کی نذر کر کے وہ بڑی سادگی سے پوچھ رہی تھی.

"سوچ رہا ہوں کہ آپکو کل بھی آفس بلا لوں.." لہجہ سرد تھا.. انداز میں سنجیدگی تھی.

"کک.. کیا مطلب..؟؟" ہمیشہ کیطرح وہی سوال.

"مس زمل ابھی آپ چار دن پہلے ہی مجھ سے دعویٰ کر رہی تھیں کہ جتنا عرصہ میں چاہوں اتنے عرصے آپ میرے لیے کام کریں گی..؟؟ اور ابھی آپ شادی کی بات کر رہی ہیں..؟؟ آپ شادی نہیں کر سکتیں زمل.. بلکل نہیں کر سکتیں..!!" اسکی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کرتا وہ زمل کا دل دھڑکا گیا تھا..

"مگر.. ابھی تو صرف دیکھنے آرہے ہیں،" انگلیاں چٹخاتے ہوئے وہ منمنائی.. شہباز حسن کا دل کیا اُسے وہیں کہیں قید کر لے تاکہ اُسے کل دیکھنے کے لیے آنے والے لوگ نامراد ہی لوٹ جائیں.

"ایم گیٹنگ لیٹ مس زمل.. واپس آکر بات ہوتی ہے آپ سے..!" ٹیبل پر سے اپنا موبائل اور گاڑی کی کیز اٹھاتے ہوئے وہ کھڑا ہو گیا.

"لیکن سر..!" زمل بھی اپنی چیئر سے اٹھ کھڑی ہوئی اور اسکے پیچھے لپکی... دروازے کی طرف بڑھتے اسکے قدم رکے تھے. وہ آہستگی سے پلٹا. زمل کو خود سے دو قدم دور کھڑے دیکھ کر وہ ایک قدم اسکی طرف بڑھا.. زمل نے اپنی سانس روک لی.. دل کی دھڑکنوں نے یک دم شور مچایا تھا.

"آپ... شادی نہیں کریں گی مس زمل، نہیں کریں گی.. مطلب نہیں کریں گی، اور اسکی وجہ میرا وہ بھاری نقصان ہے جو آپ نے چار دن پہلے کیا ہے، از اٹ کلیئر..؟؟" اسکی سبز بھیگتی آنکھوں میں جھانک کر کہتا وہ شخص... زمل کو ہمیشہ کی طرح بے بس کر گیا تھا. وہ جس سینس میں بات کر رہا تھا دراصل زمل وہ بات سمجھنے سے قاصر تھی. وہ اپنے دل پر ہونے والی واردات کی بات کر رہا تھا مگر زمل اس نقصان کو سات لاکھ سے منسوب کر رہی تھی.

"جج..جی سر..!" اسکے گلابی لب بمشکل ہلے تھے.

"گُڈ...!" نرمی سے کہتا وہ پلٹ گیا. زمل نے بے بسی سے اسکی پشت کو گھورا. ایک تھکا ہوا آنسو رخسار پر پھسل کر، چہرے کے گرد لپٹے دوپٹے میں جذب ہوا تھا.

◆◆◆◆

صبح کی روشنی پھیلتے ہی اسکی آنکھ کھل گئی.. انگڑائی لیتے ہوئے اُسنے کروٹ بدلی تھی تبھی اسے محسوس ہوا جیسے کوئی نرم گرم وجود اسکے ساتھ اسکے بیڈ پر موجود ہے، زرخان نے فوراً آنکھیں کھول کر اُسے دیکھنے کی کوشش کی تھی. اپنے قریب موجود چہرہ دیکھ کر اسکے سوئے ہوئے حواس فوراً سے پہلے بیدار ہوئے تھے. کل کا دن پوری جذیات سے اسکی یادداشت میں ابھرا تھا. زرخان نے بالوں میں ہاتھ چلاتے ہوئے دوبارہ کروٹ بدل لی. تھکاوٹ نئے سرے سے پورے وجود میں سرایت کرنے لگی. کچھ دیر وہ یونہی کسلمندی سے پڑا رہا پھر بھوری مائل شیو پر ہاتھ

پھیرتا اُٹھ بیٹھا.. ایک نظر محرم کے بے خبر سوئے ہوئے وجود پر ڈالی پھر بالوں میں ہاتھ چلاتا الماری کی طرف بڑھا.. براؤن شلوار سوٹ نکال کر وہ سرعت سے واش روم میں جا گھسا. پھر تقریباً بیس منٹ بعد وہ نکھرا نکھرا سا باہر نکلا تھا.. محرم ہنوز آنکھیں بند کیے محوِ خواب تھی. گیلے بالوں کو تولیے سے رگڑتا وہ بیڈ پر آبیٹھا اور ایک تھکی نگاہ اسکے بے خبر وجود پر ڈالی. بیڈ کے درمیان میں رکھے گئے کشنز ویسے کے ویسے بیچوں بیچ پڑے تھے وہ ایک کونے میں گٹھری بنی، چادر کو مٹھیوں میں بھینچے سو رہی تھی. زرخان نے وقت دیکھا، صبح کے آٹھ بج رہے تھے.. تولیہ سائیڈ پر رکھ کر وہ چند قدم آگے بڑھا تھا اور گلاس وال سے پردہ ہٹا دیا.. سورج کی چمکیلی کرنیں چھم سے کمرے کی در و دیوار کو روشن کر گئی تھیں.. اسے ہنوز سوتا دیکھ وہ کمرے سے باہر نکل آیا.. لاؤنج میں آکر کاؤچ پر بیٹھتے ہوئے اسنے پہلی فرصت میں داد بخش کو کال ملائی.

"مام کی طبعیت کیسی ہے..؟؟" وہ فکرمندی سے پوچھ رہا تھا.

"ہمم... ناشتا کروا دیا تم نے انہیں..؟؟" دوسری طرف سے ہاں میں جواب سن کر وہ مطمئن سا ہو گیا.

"ہوں.. میں تھوڑی دیر تک نوراں اور زوہیب بابا کو بھیج دیتا ہوں وہاں..!" داد بخش مزید کچھ کہہ رہا تھا.

"ہاں اسکے علاوہ دو بندے فارم ہاؤس سے بلوا لو تم... ہاں ہاں ٹھیک ہے، نہیں تم اس طرف سے ریلیکس رہو.. وہ میں سنبھال لوں گا.." زرخان نرمی سے بول رہا تھا.

میں آرہا ہوں تھوڑی دیر تک...!" کہہ کر اسنے کال ڈسکنکٹ کر دی تھی. اخبار کی سرخیوں پر نظر دوڑا کر وہ پورے نو بجے ڈائننگ ٹیبل کی طرف آ گیا. اللہ رکھی نامی پرانی ملازمہ چند دوسری ملازماؤں سے ٹیبل سیٹ کروا چکی تھی..

"آپ میں سے بیگم صاحبہ کو کون جگانے گیا تھا..؟؟ آئی نہیں وہ ابھی تک..؟؟" ابرو چڑھائے وہ سنجیدگی سے پوچھ رہا تھا.

"صاحب میں گئی تھی تھوڑی دیر پہلے مگر بیگم صاحبہ گہری نیند میں ہیں.. میں نے زیادہ اصرار کرنا.. مناسب نہیں سمجھا، میں نے.. ٹھیک کیا نے صاحب..؟؟" وہ ادھیڑ عمر ملازمہ مؤدب سی تائیدی انداز میں پوچھ رہی تھی..

" ہممممم..." زرخان نے سنجیدگی سے ہنکارا بھرا. جوس کا بھرا ہوا گلاس لبوں سے لگا کر وہ پر سوچ نظروں سے، لوازمات سے سجے ڈائننگ ٹیبل کو دیکھ رہا تھا. خالی گلاس ٹیبل پر رکھ کر وہ اُٹھ کھڑا ہوا.. بھاری قدم زمین کے سینے پر رکھتے ہوئے اسکے قدم سیڑھیوں کی طرف بڑھ رہے تھے.. وہ چند ہی قدموں میں زینہ پھلانگتا ہوا ایک بار پھر اپنے کمرے میں داخل ہوا تھا.

اسکی پہلی نگاہ بیڈ پر ہی پڑی تھی. کشنز کو بازوؤں میں دبوچے وہ ہنوز سو رہی تھی. گلاس وال کے پردے برابر تھے. یقیناً یہ کام ملازمہ کا ہی تھا. چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتا وہ بیڈ تک آیا تھا اور اُس سے زرا فاصلے پر بیٹھ گیا. اسکے سندوری چہرے پر معصومیت ہی معصومیت تھی. زرخان نے نرم نگاہوں سے اسکی بند آنکھوں کو دیکھا جنکی نوکدار پلکیں گلابی رخساروں پر سایہ فگن تھیں.

"محرم..." اسنے نرمی سے پکارا. مگر وہ آنکھیں بند کیے پڑی رہی.

"محرم اٹھو..!" زرخان نے اسکا رخسار تھپتھپایا. وہ زرا سا کسمسائی پھر بازؤں میں بھرے ہوئے کشنز کو مزید خود میں دبوچ کر اُن میں منہ چھپا لیا. اسکے بازوؤں میں بھنچے کشنز کو دیکھ کر زرخان کو گدگدی سی ہونے لگی. مونچھوں تلے دبے شفاف ہونٹوں پر مسکراہٹ کھیلنے لگی..

"محرم.... ہنی اُٹھوناں..!" وہ نرمی سے کہہ رہا تھا. زرخان نے اسے بازو سے تھام کر سیدھا کیا. محرم نے نیند میں ہی منہ بسورا..

"محرم...!"زرخان نے ایک بار پھر اسکا رخسار تھپتھپایا.. محرم نے مندی مندی آنکھیں کھول کر خود پر جھکے زرخان کو دیکھا..وہ غائب دماغی سے اُسے دیکھنے لگی، شاید پہچاننے کی کوشش کر رہی تھی. بھورے مائل گھنے بال جھکنے سے پیشانی پر آرہے تھے.. صاف رنگت... روشن دل کو دھڑکا دینی والی شہد رنگ آنکھیں.. مغرور ناک، گھنی بھوری مائل مونچھیں اور عنابی لبوں کے اطراف میں اُگی ہوئی بھوری مائل شیو..وہ صبح ہی صبح اسے دیکھ کر حقیقتاً بوکھلا گئی..اگلے ہی پل اسکی پوری آنکھیں کھلی تھیں. لمحے کے ہزارویں حصے میں اسکے حواس بیدار ہوئے تھے. وہ ایک جھٹکے سے اُٹھی اور کھسک کر اُس سے دور ہوگئی.. زرخان نے مسکراتی نظروں سے اسکا یوں دور ہو جانا دیکھا، البتہ لبوں کی مسکراہٹ سمٹ چکی تھی.

"فاطمہ مام کے پاس نہیں جانا..؟؟"وہ دھیمی آواز میں پوچھ رہا تھا. محرم نے جھٹ اثبات میں گردن ہلائی اور بیڈ سے اتر کر کھڑی ہوگئی.

"چلیں..؟"چہرے پر ہاتھ پھیرتے ہوئے وہ جھجھکتے ہوئے بولی. زرخان اسکی جلد بازی پر ہنس دیا جبکہ محرم کا منہ اسکے یوں ہنسنے پر کھل سا گیا.. اسنے تقریباً آنکھیں پھاڑ کر ہنستے ہوئے زرخان کو دیکھا.. محرم کا ہونق چہرہ دیکھ کر زرخان کے لیے اپنی ہنسی روکنا محال ہوگیا.. اسے اندازہ ہو رہا تھا کہ وہ واقعی ابھی بہت چھوٹی ہے.

"ایسے جاؤ گی..؟؟"مسکراہٹ دباتے ہوئے وہ سنجیدگی سے پوچھ رہا تھا.

"تت..تو پھر..؟؟"محرم نے اپنا جائزہ لے کر اس سے سوال پوچھا. اسکے اپنا جائزہ لینے پر زرخان نے بھی اسکا جائزہ لیا. وہ کل سے اسی سکول یونیفارم میں تھی جو اب اچھا خاصا ملگجا ہو رہا تھا..

"وہ...میں اپنا کوئی..سوٹ لے کر نہیں آئی..!"وہ نگاہیں جھکائے شرمندگی سے کہہ رہی تھی. زرخان نے پُرسوچ نظروں سے ہاتھ پر بندھی گھڑی کی طرف دیکھا. ساڑھے نو کا وقت تھا..

"تم ایک کام کرو.. میں ملازمہ کو بھیجتا ہوں وہ تمہیں گائیڈ کر دے گی.. یہاں، یہ واش روم ہے، اندر جاؤ اور فریش ہو جاؤ.. میرا کوئی ڈریس پہن لو اور ناشتا کر لینا... تب تک میں ہاسپٹل کا ایک چکر لگا لیتا ہوں اور واپسی میں تمہارے لیے شاپنگ بھی کر لوں گا... پھر دوپہر میں تمہیں لے چلوں گا ہاسپٹل.. ٹھیک ہے؟؟؟" دو منٹ میں سارا منصوبہ ترتیب دے کر وہ اب اس سے تائید چاہ رہا تھا. وہ تڑپ کر اسکے پاس آئی.

"نہیں پلیز مجھے ابھی لے جائیں مومی کے پاس..!" اسکے سامنے کھڑی وہ التجائیہ انداز اپنائے ہوئی تھی.

"ایسے یونیفارم میں جاؤ گی..؟؟ فاطمہ مام تمہیں ایسے دیکھیں گی تو اُنہیں بلکل اچھا نہیں لگے گا ہنی..!" زرخان نے اسے سمجھایا..

"نہیں پلیز آپ مجھے لے جائیں.. میں ایسے ہی ٹھیک ہوں.." محرم نے اسکی منت کی.

"نہیں تم ایسے ٹھیک نہیں ہو ناں.. شادی کے بعد تو لڑکیاں اچھے اچھے کپڑے پہنتی ہیں اور تم ہو کہ ایسے میلے کپڑے پہن کر ہاسپٹل جانا چاہتی ہو؟؟ جانتی ہو وہاں کتنے لوگ ہوں گے..؟؟ سب تمہارا مذاق اڑائیں گے.. کتنی ایمبیریسمنٹ ہو گی فاطمہ مام کو کہ انکی بیٹی شادی کے بعد بھی ایسے یونیفارم میں ان سے ملنے آئی ہے..!" وہ اُسے بڑے سبھاؤ سے ڈیل کر رہا تھا..

"لیکن....!" وہ بے بسی سے اسے دیکھ کر رہ گئی.

"لیکن ویکن کچھ نہیں.. میں ملازمہ کو بھیج رہا ہوں تم فریش ہو جاؤ..!" نرمی سے کہہ کر وہ پلٹ گیا.

"سر پلیز مجھے لے جایئے، مجھے مومی کی بہت یاد آ رہی ہے.." اپنے دل سے مجبور ہو کر وہ دوبارہ اسکے سامنے آئی تھی. اسکی خوبصورت آنکھیں بھیگنے لگی تھیں..

"ضدمت کرو ہنی، میں تمہیں ایسے بلکل نہیں لے کر جاؤں گا." زرخان نے بہت نرمی سے اسکے آنسو صاف کیے تھے.. محرم نے اسکے نرم لمس پر خفگی سے اسکی جانب دیکھا.

"اور گر اب تم روئیں تو میں تمہیں فاطمہ مام کے پاس لے کر بلکل نہیں جاؤں گا.. اسلیے چپ چاپ فریش ہو جاؤ.. چلو شاباش..!!" اسکا رخسار تھپک کر وہ وہاں سے نکلتا چلا گیا. محرم نے وہیں بیٹھ کر رونا شروع کر دیا. دو منٹ بعد ہی دو ملازمائیں اسکے سامنے ہاتھ باندھے موجود تھیں.

اسکے آنسوؤں میں مزید روانی آ گئی..

"بیگم صاحبہ مہربانی کر کے چپ ہو جائیں ورنہ صاحب واپس آ کر ہمیں ڈانٹیں گے.." دونوں میں سے ایک ملازمہ ملتجی ہوئی تھی. یعنی وہ دونوں ملازماؤں کو اسکی خبر گیری کے لیے چھوڑ کر گیا تھا. محرم نے جھٹ آنسو صاف کر لیے..

"آیئے میں آپکو واش روم دکھا دوں.." اُن میں سے ایک بولی تھی.. وہ چپ چاپ اُٹھی اور اسکی معیت میں واش روم نما کمرے میں چلی آئی. وہ محرم کے گھر میں بنے دو کمروں جتنا ایک کمرہ تھا.. وہاں جدید باتھ روم کی ہر سہولت موجود تھی. وہ گو مگو کی کیفیت میں واش روم کے وسط میں کھڑی تھی اتنے میں ایک ملازمہ زرخان کی پریس شدہ چند فُل بازو شرٹس ہینگر میں لیے جبکہ دوسری والی ملازمہ چند ڈریس پینٹس ہاتھ میں پکڑے وہاں چلی آئی..

"صاحب نے کہا تھا کہ انکے کوئی سے کپڑے آپکو پہننے کے لیے دینے ہیں، ان سب میں سے دیکھ لیں جو دل کرے پہن لیں..." وہ دونوں عمر میں اُس سے کافی بڑی تھیں مگر اس سے اتنے ادب سے بات کر رہی تھیں جیسے وہ اُن سے بڑی ہو... محرم حیرت زدہ سی اپنے لیے آپ جناب جیسا طرزِ تخاطب سُن رہی تھی..

"کک.. کوئی بھی.. رکھ دیں یہاں..!" وہ ہچکچاہٹ کا شکار تھی. اسکے ڈرے سہمے انداز پر دونوں ملازماؤں نے ایک دوسرے کو کچھ حیرت سے دیکھا. پھر ساری پینٹ اینڈ شرٹس وہاں رکھ دیں.

"آپ خود لے لیجئے گا ورنہ صاحب ہمیں غصے ہوں گے.." مودبانہ کہہ کر وہ دونوں وہاں سے پلٹ گئیں. محرم نے ایک نظر اُن شرٹس کو دیکھا پھر شاور کے نیچے جا کھڑی ہوئی.. وہ یونیفارم سمیت بھیگنے لگی. چہرے پر پانی کے ساتھ ساتھ آنسو بھی پھسل رہے تھے...

♦♦♦♦

"امی آپ پلیز ضدمت کریں.. مجھے ابھی شادی نہیں کرنی، آپ زرینہ خالہ کو منع کر دیں کہ وہ لڑکے والوں کو انکار کر دیں.. انہیں کل یا کبھی بھی یہاں آنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے.!" رات کو عون اور ندا کے کمرے سے جاتے ہی وہ سلمٰی جہاں کے پاس آبیٹھی اور انہیں اپنا فیصلہ سنا دیا..

"تم پاگل ہوئی ہو کیا زمل.. ابھی پرسوں تو تم نے مجھے اچھی خاصی رضامندی دی ہے اور اب جب وہ لوگ صبح آرہے ہیں تو تم منع کر رہی ہو..؟؟" وہ اسکے عین ٹائم پر انکار کرنے سے سخت بدمزہ ہوئی تھیں..

"میں نے رضامندی تو نہیں دی تھی امی..!" اسنے نرمی سے کہا.

"ہاں مگر میری رضامندی پر بات ختم کر دی تھی تم نے.. اور میری رضامندی تم جانتی ہو.." انکا انداز حتمی تھا.

"امی پلیز...!" زمل نے انکے ہاتھ تھام لیے. سلمٰی جہاں نے اسے سخت چتونوں سے گھورا. وہ سٹپٹا گئی.

"تم کسی اور کو پسند کرتی ہو زمل..؟؟؟" وہ دور کی کوڑی لائی تھیں. زمل کے چہرے کا رنگ پل میں متغیر ہوا تھا.. سلمٰی بیگم اسے کھوجتی نگاہوں سے دیکھ رہی تھیں..

زمل نے گھبرا کر نگاہ چرائی.

"نن.. نہیں تو... ایسا کچھ نہیں ہے امی..!" اسنے ہکلاتے ہوئے صفائی دی.

"میں بس ابھی شادی کے جھنجھنٹ میں پڑنا ہی نہیں چاہتی۔" اسنے لہجے کو حتیٰ الامکان بیزار بنایا۔

"اگر ایسی بات ہے تو پھر نظر ادھر اُدھر کیوں گھما رہی ہو؟؟ میری طرف دیکھ کر بات کروناں۔۔!!" وہ بھی اسکی ماں تھیں۔ اسکی شخصیت کے ایک ایک پہلو سے واقف تھیں وہ، تو پھر بھلا کیونکر اسکا یوں گھبرانا ہچکچانا انکی زیرک نگاہوں سے مخفی رہ سکتا تھا۔

"امی پلیز، میں بھلا کیوں آپ سے نگاہ چراؤں گی۔۔؟؟ آپ پلیز بس اُن لوگوں کو انکار کر دیں۔۔!" کہتے ہوئے وہ انکے پاس سے اُٹھ گئی۔

"زمل تم کیوں مجھے ذلیل کروانے پر تُلی ہو۔۔؟؟ عون آج ہی آیا ہے اسکو بھی بتا چکی ہوں میں کہ کل تمہیں دیکھنے آرہے ہیں۔۔ خوش ہے وہ بہت۔۔۔۔۔ اب اسکو کیا جواز پیش کروں گی میں۔۔؟؟" وہ حقیقتاً پریشان ہو چکی تھیں۔

"اسے میں خود سمجھالوں گی۔۔ آپ اسکی فکر مت کریں۔۔" بستر پر لیٹتے ہوئے اسنے آرام سے کہا۔

سلمیٰ جہاں نے غصے سے اسکو گھورا مگر وہ مسکراتے ہوئے کروٹ بدل گئی۔ سلمیٰ جہاں لب بھینچ کر رہ گئیں۔

♦♦♦♦

اپنی خوبصورت آنکھیں حیرت سے پھیلاتے ہوئے وہ شفاف چمکتے آئینے میں اپنا عکس دیکھ رہی تھی۔ زرخان کی ساری پینٹس بیلٹ باندھ کر بھی اسکو پوری نہیں آرہی تھیں، مجبوراً ملازمہ نے اُسے اسکا بلیک ٹراوزر دیا تھا جس پر اب وہ ڈارک گرے کلر کی شرٹ پہنے آئینے کے سامنے کھڑی خود کو دیکھ رہی تھی۔ گیلے بال کندھوں پر دائیں بائیں بکھرے پڑے اسکے چہرے کے گرد ہالہ سا بنائے ہوئے تھے۔۔ دبیز قالین پر چھوٹے چھوٹے قدم رکھتے ہوئے وہ بیڈ پر جا بیٹھی۔ ایک ملازمہ تو پہلے ہی کمرے میں موجود تھی جبکہ دوسری اب ٹرالی سیٹ کیے اسکے لیے ناشتا لا رہی تھی۔۔ وہ ناشتا کرنا نہیں چاہتی تھی مگر پھر زرخان کی تنبیہہ یاد آئی تو منہ بسورتی ہوئی ناشتا کرنے لگی۔ اسکے ناشتا کر لینے کے بعد وہ دونوں ملازمائیں ہنوز کمرے میں موجود تھیں۔ محرم کو الجھن سی ہونے لگی۔

"آپ.. دونوں.. جا کیوں نہیں رہیں؟؟" اسنے کچھ جھجھکتے ہوئے پوچھا.

"کیونکہ چھوٹے صاحب نے ہمیں آپکے پاس رُک کر آپکا خیال رکھنے کے لیے کہا تھا..!" اُن میں سے ایک نے فوراً جواب دیا.

"لل.. لیکن میں، بیمار تو نہیں ہوں." اسکے حیرت سے کہنے پر اُن دونوں کے چہرے پر مسکراہٹ کھیلنے لگی.. اُنہیں یونہی مسکراتا دیکھ وہ کچھ خفاسی ہو کر گلاس وال کے پاس آ کھڑی ہوئی. اگست کا مہینہ اختتام کو تھا. محرم نے دن کے اجالے میں، گلاس وال سے نظر آتے لان کو دیکھا. سر سبز لان جس میں اس وقت دھوپ چمک رہی تھی. اور دھوپ تو اسکی آنکھوں میں بھی چبھ رہی تھی البتہ کمرے کے ٹھنڈے ماحول میں اسے گرمی کا احساس نہیں ہو رہا تھا.. گلاس وال سے بیرونی طرف لپٹی عشق پیچاں کی بیل دیکھتے ہوئے وہ اس عالیشان محل میں خود کو قیدی محسوس کر رہی تھی. لان کے آخر میں بنا قدرے الگ تھلگ کواٹر اسکی توجہ کھینچ رہا تھا. وہ باقی کوارٹرز سے زرا فاصلے پر بنایا گیا تھا.

ایک طرف پودوں کی کانٹ چھانٹ کرتا مالی تو دوسری طرف چار پانچ دوسرے مالی بھی مختلف کام کر رہے تھے، کہیں کوئی مالی لان کو پانی دے رہا تھا تو کہیں کوئی گوڈی کر رہا تھا. اسکا بس نہیں چل رہا تھا کہ پلک جھپکتے میں اس سب سے دور بھاگ کر اپنی مومی کے پاس چلی جائے مگر بے بسی ہی ایسی تھی کہ وہ مکمل طور پر ایک بلکل اجنبی شخص کے رحم و کرم پر تھی. گلاس وال پر ایک ہاتھ رکھ کر اسنے اپنا سر اُس پر ٹکا لیا. اسے یونہی کھڑے کھڑے جانے کتنا وقت بیت گیا جب اچانک اُسے اپنی پشت پر کسی کی گرم سانسوں کی تپش محسوس ہوئی تھی. دل کی دھڑکنیں ایک دم ہی سست پڑنے لگیں، شاید وہ جانتی تھی کہ وہ سانسیں کس شخص کی ہیں، وہ آہستگی سے پلٹی تھی، اور مقابل کو دیکھا. اپنی شہد رنگ آنکھوں میں سنجیدگی لیے وہ اُسے اپنی فیورٹ شرٹ میں ملبوس دیکھ رہا تھا.. زرخان کی وہ

شرٹ اسکے گھٹنوں تک آ رہی تھی. بلیک جاگنگ ٹراوزر کے پائینچے فولڈ کیے گئے تھے.. کندھوں پر بکھرے گھنے براؤن بال وہ آج دیکھ رہا تھا. اُسے اپنی طرف یوں دیکھتا پا کر وہ ایک قدم پیچھے ہٹی اور نتیجتاً گلاس وال سے چپک سی گئی. دھڑکنوں کی رفتار اُسے دیکھ کر مدھم سے مدھم تر ہو رہی تھی. خشک پڑتے لبوں پر زبان پھیرتے ہوئے محرم نے نگاہ جھکالی..

"ناشتا کیا تم نے..؟؟" اسکے نرمی سے پوچھنے پر محرم نے نگاہ اٹھا کر پورے کمرے میں دوڑائی. دونوں ملازمائیں وہاں موجود نہیں تھیں. محرم کا حلق خشک ہونے لگا.

"تم ایک بار میں جواب کیوں نہیں دیتیں ہنی؟ مجھے سننا اچھا لگتا ہے کیا تمہیں..؟؟" وہ غیر سنجیدگی سے دریافت کر رہا تھا.

"جی... کک.. کرلیا تھا.." انگلیاں مروڑتے ہوئے محرم نے نرمی سے کہا.

"کیا تم میری کسی بھی بات کا جواب بنا وقفہ لیے نہیں دے سکتیں...؟ آئی مین یہ.. اٹکنا ضروری ہوتا ہے کیا..؟؟" اس سے ایک قدم کے فاصلے پر کھڑا وہ بڑی سنجیدگی سے پوچھ رہا تھا.

"مومی کیسی ہیں..؟؟" اسکے سوال کا جواب دینے کی بجائے اُسنے الٹا اُس سے سوال پوچھ لیا.

"ہمممم گڈ، میرے ایک دفع کے کہنے پر ہی کافی افاقہ ہوا ہے.." اسکا اشارہ محرم کے بنا اٹکے بولنے کی طرف تھا. وہ ناسمجھی سے اسکی جانب دیکھنے لگی.

"مجھے.. آپ.. آپکی کوئی بات سمجھ نہیں آ رہی، میں ناشتا کر چکی ہوں..... اب، پلیز آپ مجھے میری مومی کک... کے پاس لے جائیں..!" کہتے ہوئے اسکی آنکھوں میں پھر سے نمی اترنے لگی. زرخان دو قدم مزید دور ہوا.

"ٹھیک ہے.. تمہارے لیے کچھ شاپنگ کی ہے میں نے، وہ دیکھ لو.. اور جلدی سے چینج کر لو پھر چلتے ہیں..!" کہتے ہوئے وہ پلٹا تھا.. بیڈ پر پڑے شاپنگ بیگز پر محرم کی نگاہ پڑ چکی تھی.

"میں میڈ کو بھیج دیتا ہوں وہ تمہاری ہیلپ کر دے گی..!" کہہ کر وہ کمرے سے نکل گیا.

محرم کو اسکی لائی گئی چیزوں میں کوئی دلچسپی نہیں تھی مگر فی الحال تو اُسے اپنی مومی سے ملنے کی جلدی تھی اسی لیے سرعت سے بیڈ کیطرف بڑھی اور جلد بازی میں سارے شاپنگ بیگز بیڈ پر اُلٹ دیے.. دس بارہ لون کے برانڈڈ ریڈی میڈ سوٹ تھے.. چار پانچ جوتیوں کے جوڑے، ہر جوڑی چھوٹے بڑے سائزز میں موجود تھی. پرفیومز، کریمز، لوشنز، لپ سٹکس، اور خواتین کی ضرورت کی ہر قسم کی چیزیں بیڈ پر بکھری پڑی تھیں. کچھ چیزیں دیکھ کر تو اسکے چہرے کا رنگ سرخ پڑ گیا تھا. کمرے کے خنک ماحول میں بھی اُسے گرمی کا احساس شدت سے ہوا تھا. اسنے گھبرا کر پہلو بدلا.. تبھی وہ کمرے میں داخل ہوا تھا. اسکے پیچھے پیچھے وہ ہی صبح والی دو ملازمائیں بھی اندر آئی تھیں.

زرخان کی پہلی نگاہ محرم کے سرخ ٹماٹر ہوتے چہرے پر پڑی.. اسنے اُسکے گلابی پڑتے گالوں کو کچھ حیرت سے دیکھا. زرخان کو دیکھتے ہی محرم کے رخساروں کا گلابی رنگ لال ہونے لگا، وہ بوکھلائی بوکھلائی سی اسکا لایا گیا سامان الٹ پلٹ کرنے لگی. محرم کی ہڑبڑاہٹ دیکھ کر زرخان کو اسکے رخساروں پر کھلتے گلابوں کی سمجھ آگئی تھی. وہ منہ پھیر کر لبوں پر امڈتی مسکراہٹ کا گلا گھونٹنے کی کوشش کرنے لگا. جبکہ محرم اپنی جگہ پانی پانی ہوئی جا رہی تھی.. پھر چہرے پر سنجیدگی طاری کرتے ہوئے اُسنے ملازمہ کی طرف رُخ کیا.

"میڈم کو پندرہ منٹ میں تیار کر کے نیچے لے کر آؤ، اور پندرہ منٹ سے ایک منٹ لیٹ نہیں ہونا چاہیے..!" سختی سے کہتا وہ کمرے سے نکل گیا. محرم نے خفت سے جاتے ہوئے زرخان کی پشت کو دیکھا. اور پھر واقعی اُن دونوں ملازماؤں نے مل کر تیرہ سے چودہ منٹ میں اُسے تیار کر دیا تھا. جس وقت وہ اُن دونوں کے ساتھ سیڑھیاں اترتی

نیچے آئی، زرخان عباسی فون کان سے لگائے، ٹانگ پر ٹانگ صوفے پر بیٹھا تھا. سہم سہم کر قدم رکھتی محرم پر ڈالی گئی زرخان کی ایک غیر دانستہ نگاہ، پل بھر کو ساکت ہوئی تھی. بھورے بالوں کی اونچی پونی ٹیل اسکے چلنے سے بہت آہستگی سے ہلتی ہوئی اسکی گردن کو چومتے ہوئے کندھوں سے نیچے تک آرہی تھی.. میک سے مبرا چہرہ جس پر سجی بڑی بڑی سحر انگیز سبز آنکھوں پر پلکوں کی باڑ گرائے وہ دھیمی چال چلتی ہوئی اسکے سامنے چند قدموں کے فاصلے پر آکر رکی تھی. زرخان عباسی کی نگاہوں کا ارتکاز ٹوٹا تھا..

"چلیں..؟؟"پلکیں اُٹھا کر اسنے بے تابی سے پوچھا. زرخان نے آہستگی سے نگاہ پھیر لی.

"ہوں.. چلو..!"سنجیدگی سے کہتے ہوئے اسنے محرم سے کہا اور زمین پر بچھے قالین کو اپنے مضبوط قدموں تلے روندتا ہوا راہداری کی طرف بڑھنے لگا. محرم کے قدم پھرتی سے اسکی پیروی کر رہے تھے.

♦♦♦♦

دن یونہی، بے کیف سے گزر رہے تھے.. اسکی ضد سے مجبور ہو کر سلمیٰ جہاں نے اُس رشتے کے لیے انکار کر دیا تھا. عون بھی چند دن رہ کر واپس جا چکا تھا.. زمل کے دن بوجھل اور راتیں اداس گزر رہی تھیں کیونکہ شہباز حسن کی طرف سے مکمل خاموشی تھی. اپنے کیبن میں آنکھیں موندے بیٹھی وہ اس دن کو کوس رہی تھی جب اس نے شہباز اینڈ سنز جوائن کرنے کا فیصلہ کیا تھا. اُسے یہاں کسی قسم کا مسئلہ نہیں تھا، سیلری پیکیج اچھا تھا، کولیگز بھی کوآپریٹو تھے، شہباز حسن کا رویہ بھی اسکے ساتھ بے حد نرم تھا مگر مسئلہ تو سارا اسکے دل کا تھا، کمبخت دل کا کیا کرتی جو دن بدن اسے بے چین کیے دے رہا تھا.. کلائی میں پہنی تین چوڑیوں سے کھیلتے ہوئے وہ ہولے ہولے ریوالونگ چیئر پر جھول رہی تھی.. چند دن پہلے کا منظر بند آنکھوں کے پردے پر لہرا رہا تھا.

"واٹ اباؤٹ یسٹرڈے..؟؟"انٹرکام کے ذریعے اُسے فوری طور پر اپنے آفس روم میں بلا کر وہ جو بات اُس سے پوچھ رہا تھا، اسنے زمل کو حیرت میں مبتلا کر دیا تھا.

"کک.. کیا مطلب..؟؟" وہ بات کا مطلب سمجھ کر بھی اکثر یہی سوال پوچھ بیٹھتی تھی.

"اُس پروپوزل کی بات کر رہا ہوں جو کل آپکے لیے آنے والا تھا..؟؟" اسکے چہرے پر پھیلی گھبراہٹ دیکھتے ہوئے وہ بڑی سنجیدگی سے دریافت کر رہا تھا. نظریں مسلسل اسکے گلاب چہرے کا طواف کر رہی تھیں. اسکی نگاہوں کی بے باکیاں محسوس کرتے ہوئے زمل کی پلکوں پر حیا اترنے لگی.

"وہ.. آ.. آپ نے منع کر تو دیا تھا." زمل نے نگاہ جھکا کر کہا. ہتھیلیاں عرق آلو ہو رہی تھیں.

"کیا کہا تھا..؟؟" اسکو اپنے ہاتھ مسلتے دیکھ کر وہ نرمی سے پوچھ رہا تھا. اسکے سوال پر زمل نے آہستگی سے پلکیں اُٹھائیں..

"آپ نے ہی تو کہا تھا کک.. کہ میں شادی نہیں کر سکتی، تو میں نے اپنی مدر کو اس رشتے کے لیے انکار کر دیا تھا." کہہ کر زمل پھر سے نگاہ جھکا گئی. اسنے اپنے لہجے کو مضبوط رکھنے کی بھرپور کوشش کی تھی.

"دیٹس گڈ... بٹ میں نے جو آپ پر شادی والی ریسٹرکشن لگائی تھی اُسکا مطلب یہ بلکل نہیں تھا کہ آپ کبھی بھی شادی نہیں کر سکتیں، اسکا مطلب یہ تھا کہ ابھی، فی الحال فوری طور پر آپ شادی نہیں کر سکتیں..!" وہ مکمل طور پر سنجیدہ تھا. زمل ایک بار پھر نگاہ اُٹھانے پر مجبور ہوئی تھی. شہباز حسن کو اسکا یوں بار بار نگاہیں جھکانا اور اُٹھانا اپنی جانب کھینچ رہا تھا. اسکے دل میں شدت سے خواہش جاگی تھی کہ کاش وہ اُس پر اتنا حق رکھتا کہ اُن پلکوں کو بھرپور انداز میں چھو سکتا.. اُسنے بے چینی سے نگاہ پھیر لی.

"فی الحال مطلب...؟؟" لہجہ ہچکچاہٹ زدہ سا تھا.

"مطلب آپ میرا نقصان پورا ہو جانے کے بعد شادی کر سکتی ہیں.!" وہ آرام سے کہہ گیا.

"اور آپ کا نقصان.. کب پورا ہو گا.. ؟؟" وہ حیران پریشان سی ہو کر پوچھ رہی تھی.. خوامخواہ ہی یہ نقصان اُسے ذلیل کروا رہا تھا. جبکہ وہ اسکے چہرے کے بدلتے رنگوں سے خوب محظوظ ہو رہا تھا.

"اگر چند ماہ تک آپ سے شادی ہو جائے تو ضرور پورا ہو جائے گا..!!" اسکی بات پر زمل نے ایک جھٹکے سے اپنا سر اُٹھایا تھا. رخساروں پر گلال بکھرنے لگا.

"مم.. مجھ سے شادی..؟؟؟؟" وہ آنکھیں پھاڑے اسکے سنجیدہ چہرے کو دیکھ رہی تھی.

"اوہ.. سوری میں کہہ رہا تھا کہ آپکی شادی، اگر آپکی شادی ہو جائے تو..!" شہباز حسن نے بات سنبھالنے کی کوشش کی. زمل نے بے قابو ہوتے دل پر ہاتھ رکھ لیا. کان جو، کچھ اچھا سننے کی توقع رکھتے تھے، شہباز حسن کی بات سن کر بہرے سے ہو گئے.. مزید کوئی سوال جواب کیے بنا وہ اُس سے اجازت لے کر بے دلی سے واپس اپنے کیبن میں آگئی تھی... اور پھر اسی روز زمل کو پتہ چلا تھا کہ شہباز حسن پندرہ دنوں کے لیے اسلام آباد جا رہا ہے... وہ کیوں جا رہا ہے کس لیے جا رہا ہے، اس بات سے زمل کو کوئی سروکار نہیں تھا.. اگر اسکو کچھ معلوم تھا تو بس یہ کہ پندرہ دنوں تک وہ اُس شخص کی دید سے محروم رہے گی.. وہ اسکے جانے سے پہلے اُس سے ملنا چاہتی تھی.. ایک بار اُسے سرسری سا ہی سہی، مگر دیکھ لینا چاہتی تھی.. مگر افسوس کہ وہ اپنی کوشش میں ناکام ٹھہری تھی. وہ اپنے کیبن سے نکل کر تقریباً بھاگتے ہوئے باہر کیطرف لپکی تھی. مگر یہ قسمت بھی ناں...، زمل نے نم ہوتی آنکھوں سے اسکی دور ہوتی گاڑی کو دیکھا تھا.. اور آج پندرہواں دن تھا، وہ جانتی تھی کہ آج وہ ضرور آئے گا.. شہباز حسن لاپرواہ نہیں تھا، وہ جو کہہ دیتا تھا وہ ہی کرتا تھا. مگر آج.... آج شام ہونے کو تھی مگر وہ نہیں آیا تھا.. سورج ڈوبنے کو تھا مگر شہباز حسن کے آنے کے کوئی آثار نہیں تھے..

وہ آنکھیں موندے یونہی اپنے وجود میں سرایت کرتے درد کو محسوس کر رہی تھی. گھڑی کی چلتی سوئیوں کی ٹک ٹک کے ساتھ ساتھ اسکا ضبط جواب دیتا جا رہا تھا.. انتظار کتنی جان لیوا شے ہے، اس بات کا اندازہ اسے ان پندرہ دنوں میں بخوبی ہو چکا تھا.. اور اب تو جیسے جان ہاتھوں سے نکلنے کو تھی کیونکہ ڈیوٹی ٹائم آف ہونے میں فقط تیس منٹ باقی تھے.. زمل نے گلابی پڑتی آنکھوں سے وال کلاک کیطرف دیکھا. گھڑی کا چھوٹا ہندسہ شام کے ساڑھے پانچ بجا رہا تھا. تبھی اسکے کیبن میں رانیہ (ریسیپشنسٹ) آئی تھی.

"اگر آپ فری ہو چکی ہیں تو پہلے آپ چلی جائیں، ڈرائیور آپکا ویٹ کر رہا ہے..!" رانیہ نے شائستگی سے کہا. زمل کے دل کی حالت غیر ہونے لگی. کل رات اسی خوشی میں تو سو گئی تھی وہ کہ صبح شہباز حسن واپس آ جائے گا مگر یہاں تو صبح سے شام ڈھل رہی تھی مگر شہباز حسن کا کوئی اتا پتہ نہیں تھا..

یعنی ایک اور لمبی رات...!! زمل کی پلکیں بھیگنے لگیں.

"نہیں.. ابھی میرا کچھ کام باقی ہے، پہلے آپ چلی جائیں..!" جانے کس طرح اسکے لبوں سے یہ الفاظ ادا ہو گئے تھے حالانکہ اب مزید یہاں رکنا بے وقوفی ہی تھی.

"ٹھیک ہے، میں تو آپکو اسلیے کہہ رہی تھی کیونکہ آپکا گھر ذرا قریب ہے، مجھے چھوڑ کر آنے میں ڈرائیور کو ٹائم لگ جائے گا.!" رانیہ نے کندھے اچکاتے ہوئے کہا.

"اٹس اوکے.. میں انتظار کر لوں گی.." دھیمے لہجے میں کہہ کر اسنے ونڈو آن کر لی. رانیہ مسکراتی ہوئی پلٹ گئی. جبکہ اسکے جاتے ہی زمل نے بے دلی سے ہتھیلی تلے دبے ماؤس کو پرے کیا. اور ریوالونگ چیئر کی پشت سے ٹیک لگا لی. آنسو بہت تیزی گھنی پلکوں کی باڑ توڑ کر رخساروں پر پھسل رہے تھے. زمل کا بس نہیں چل رہا تھا کہ اپنے کرلاتے

دل کو دبوچ کر کہیں دور پھینک دیتی. خود پر بے تحاشا غصہ آرہا تھا کہ آخر اس انسان کے لیے رونے کی ضرورت ہی کیا ہے...!

بے بسی کا شدید احساس تھا جس سے مغلوب ہو کر وہ رو رہی تھی.. اسے یونہی سسکتے ہوئے چند لمحے گزرے تھے معاً اُسے اپنے چہرے پر تپش کا احساس ہوا.. وہ تپش کسی کی بے تاب نظروں کی تھی، زمل نے گھبرا کر آنکھیں کھولیں اور گردن موڑ کر دیکھا.. پہلے تو آنکھوں میں بے یقینی اُتری تھی پھر اگلے ہی پل وہ اپنی چیئر سے اٹھ کھڑی ہوئی تھی. ایسا کرنے سے وہ شخص اب بالکل اسکی آنکھوں کے سامنے، اس سے دو قدم دور تھا.. زمل کے دل کی دھڑکنیں اسے دیکھ کر معمول سے ہٹ کر دھڑکنے لگیں. آنکھوں سے بہتے ہوئے آنسوؤں میں یک دم اضافہ ہوا تھا..

"اب بھی کیوں آئے ہیں آپ..؟؟" وہ بھیگی آواز میں بولی. جانے کس جذبے کے تحت اسکے لبوں سے شکوہ بر آمد ہوا تھا. شہباز حسن جو اسے یوں روتے دیکھ کر پریشان ہو چکا تھا، اسکی زبان سے نکلا ہوا شکوہ سن کر ہولے سے مسکرا دیا. سفر کی ساری تھکن اترنے لگی.. جبکہ اسکو یوں مسکراتے دیکھ زمل اور شدت سے رو دی. چیئر پر بیٹھتے ہوئے اسنے اپنا چہرہ ہاتھوں میں چھپالیا تھا.. شرمندگی ہی شرمندگی تھی، بھلا ضرورت ہی کیا تھی اتنی بے خودی دکھانے کی.. وہ دل ہی دل میں خود کو کوسنے لگی. شاہ فوراً پنجوں کے بل اسکے سامنے بیٹھا تھا. اسنے چیئر کا رخ اپنی طرف موڑ کر نرمی سے اُسے پکارا..

"مس زمل.. ادھر دیکھیں میری طرف..!" اُسکے چہرے کو چھپائے ہوئے ہاتھوں کیطرف دیکھتے ہوئے وہ نرمی سے کہہ رہا تھا. شہباز نے اسے چھونے سے مکمل احتراز برتا تھا. مگر وہ ہنوز منہ چھپائے بلک رہی تھی.

"اگر اب آپ سیدھی نہ ہوئیں تو میں خود آپکے ہاتھ آپکے چہرے سے ہٹا دوں گا..!" بھاری آواز، لہجے میں سنجیدگی کا عنصر نمایاں تھا شہباز حسن سے کچھ بعید نہیں تھا وہ ایسا کر بھی سکتا تھا سو زمل نے ہولے سے چہرہ اونچا کر لیا.. آنسو صاف کر کے ہاتھوں کو گود میں رکھ کے وہ نگاہ جھکائے بیٹھی تھی. رویا رویا گلابی چہرہ شہباز حسن کی نگاہوں کے سامنے تھا. بھیگی ہوئی گھنیری پلکیں رخساروں کو چُوم رہی تھیں. سرخ ہوتی ناک اور اُس میں چمکتی لونگ شہباز حسن کے دل کی دنیا تہہ و بالا کر گئی تھیں.. اسکے لیے بے تاب ہوتے دل کو سنبھالنا دشوار ہونے لگا.

"یہاں میری طرف دیکھیں.. اور مجھے بتائیں کیا پرابلم ہے..؟؟" شاہ نے نرمی سے کہا. جبکہ لفظ پرابلم پر زمل نے تڑپ کر اسکی جانب دیکھا جو مکمل طور پر اسکی طرف متوجہ تھا. دل میں تو آیا کہہ دے کہ آپ ہی تو ہیں پرابلم، مگر شہباز حسن کی آنکھوں میں ٹھاٹھیں مارتا جذبوں کا طوفان اُسے دوبارہ نگاہیں جھکانے پر مجبور کر گیا تھا..

"میں آپ سے کچھ پوچھ رہا ہوں مس زمل... کیوں رو رہی ہیں آپ..؟؟ کیا پرابلم ہے..؟؟" وہ جانتے بوجھتے بھی انجان بن رہا تھا.

"کک.. کوئی پرابلم... نہیں ہے، آپ پلیز یہاں سے اُٹھ جائیں.. مجھے اچھا نہیں لگ رہا، آ.. آپ ایسے بیٹھے ہیں، مجھے بلکل اچھا.. نہیں لگ رہا سر.." گلابی آنکھوں سے اُسے دیکھتے ہوئے وہ شرمندگی سے کہہ رہی تھی. اسکا نازک دل حقیقتاً شہباز حسن کی اتنی قربت پر پاگل ہو رہا تھا.. جبکہ شاہ اسکے چہرے پر پھیلتے حیا کے رنگوں کو جانچتے ہوئے سرشار سا ہونے لگا.

"مگر مجھے یہاں، ایسے بیٹھنا اچھا لگ رہا ہے..!" وہ اسکے مدہوش کن حسن میں کھویا کھویا سا کہہ رہا تھا. زمل نے بے چینی سے پہلو بدلا پھر چیئر کو زرا پیچھے کر کے اُٹھ کھڑی ہوئی، مجبوراً وہ بھی کھڑا ہو گیا.

"میرا ڈیوٹی ٹائم آف ہو چکا ہے.. میں چلتی ہوں اب..!" آہستگی سے کہہ کر زمل نے اسکی سائیڈ سے نکلنا چاہا، مگر وہ فوراً اسکے سامنے ہو گیا.. زمل اس سے ٹکراتے ٹکراتے بچی تھی.

"سس.. سر مجھے جانے دیں پلیز.." آنکھیں پھر سے بھیگنے لگیں.

"ایسے تو نہیں جانے دوں گا.." وہ مزید چوڑا ہو کر کھڑا ہو گیا. زمل کا سانسیں سینے میں ہی اٹکنے لگیں.

"پہلے آپکو بتانا پڑے گا کہ آپ کیوں رو رہی تھیں...؟؟" اسکے چہرے پر گھبراہٹ کے آثار دیکھ کر شہباز حسن نے اُسے مزید تنگ کیا. وہ ایک قدم آگے بڑھا.. زمل کی حالت غیر ہونے لگی..

"اور کیا کہہ رہی تھیں آپ..؟؟ اب بھی کیوں آئے ہیں آپ..؟؟ رائٹ..؟؟ یہی کہہ رہی تھیں ناں آپ..؟؟" سنجیدگی سے کہتا ہوا وہ ایک قدم مزید آگے ہوا.. زمل کا دل سکڑ کر رہ گیا نتیجتاً پیچھے ہٹنے کی کوشش میں وہ چیئر پر گر سی گئی.. آنکھوں سے نکلتے آنسو گالوں پر بہنے لگے. وہ جھکا تھا اور چیئر پر دونوں ہاتھ رکھ کر اسکے ہلنے تک کی راہیں مسدود کر دیں. زمل کے دل کی دھڑکنوں کی رفتار تیز سے تیز ترین ہونے لگی..

"سر یہ... کک.. کیا کر رہے ہیں آپ..! ک... کوئی آجائے گا.. پپ.. پلیز مجھ سے. دد.. دور ہو جائیں..!" اُسنے آنکھیں میچتے ہوئے کہا. گلابی ہونٹ لرز رہے تھے. رخساروں پر پھسلتے شفاف موتی اسے مکمل طور پر پاگل کر چکے تھے.. دفعتاً وہ ہوش میں آیا تھا.. سرعت سے سیدھا ہوا. ضمیر نے اچھی خاصی ملامت کی تھی.. جبکہ زمل اسکے دور ہو جانے پر فوراً کھڑی ہوئی تھی اور اسکی سائیڈ سے نکل کر وہاں سے جانے کو جلدی سے آگے بڑھی مگر اسکی یہ کوشش شہباز حسن نے ناکام بنادی. وہ اسکی کلائی تھام چکا تھا.

اسکے پہلے لمس پر زمل اپنی جگہ ساکت سی ہو گئی. پورے وجود میں ایک میٹھا سا درد سرایت کرنے لگا. وہ اُس سے اس قدر دلیری کی توقع نہیں رکھتی تھی. زمل کھوئی کھوئی سی پلٹی تھی.

"ایم سوری مس زمل.. ایم ایکسٹریملی سوری.. میں آپکے آنسو دیکھ کر ڈسٹرب ہو گیا تھا.. بس اسی لیے وجہ جاننے کے لیے آپکو روک بیٹھا.." وہ بے حد نرمی سے کہہ رہا تھا.. وہ اسکے پل پل بدلتے لہجے پر حیرت زدہ سی اسے دیکھنے لگی. اسکے پاس اور کوئی آپشن نہیں تھا اس لیے زمل نے ہولے سے اثبات میں سر ہلا دیا.

"اٹس اوکے..!" کہہ کر وہ زبردستی مسکرائی تھی. شہباز حسن کے لب بھی مسکرا اُٹھے. وہ خود کو کمپوز کر چکا تھا.

"اب.. میرا ہاتھ.. ہاتھ چھوڑ دیں پلیز، مجھے دیر ہو رہی ہے..!" نگاہ جھکا کر وہ التجا کر رہی تھی.

"اوہ.. سوری اگین..!" اسنے فوراً زمل کا ہاتھ چھوڑ دیا. زمل اللہ حافظ کہتی ہوئی سرعت سے وہاں سے بھاگی تھی. دل بری طرح دھڑک رہا تھا.. کیا تھا وہ شخص، پل میں تولہ.. پل میں ماشہ.. وہ ماتھے پر آئے پسینے کو صاف کرتی گاڑی میں بیٹھ گئی جبکہ دوسری جانب شہباز حسن بے چینی سے اپنے آفس میں ٹہل رہا تھا. دل کی دہائیاں عروج پر تھی. ساتھ ساتھ دماغ بھی اپنا کردار ادا کر رہا تھا، تاہم ضمیر فی الوقت کچھ ناراض ناراض سا چپ تھا.

"جب ہاتھ پکڑ ہی لیا تھا تو پروپوز کر ہی دیتے اُسے..!" دل چلایا تھا..

"ارے پاگل ہو گیا..؟؟ وہ رو رہی تھی، پریشان تھی اور ایسے میں اُسے پروپوز کرنا ٹھیک رہتا کیا..؟؟ پاگل.. چپ کر کے بیٹھو تم مجھے ذلیل کروا کر ہی رہو گے." دماغ نے دل کو لتاڑ ڈالا.

"تم تو جیسے بہت عقل کُل ہو.. اگر میری آنکھوں سے دیکھو تو تمہیں پتہ چلے کہ وہ میرے لیے ہی رو رہی تھی،" دل نے بھی فٹ جواب دیا.

"ارے عورتیں تو چھوٹی چھوٹی باتوں پر روتی ہیں، اسکا یہ مطلب تو نہیں کہ میں خوش فہمیاں پال کر بیٹھ جاؤں.." دماغ کے پاس ہر بات کا جواب تھا. شہباز حسن زچ ہونے لگا.

"حسن یہ میری آنکھوں سے نہیں دیکھ رہا، میں نے دیکھا ہے اسکی آنکھوں میں بھی وہی جذبات ہیں جو تمہاری آنکھوں میں ہیں، میری مان لو اُسے اپنا لو..!" دل اسکے پاؤں پکڑنے کو تیار تھا.

"یہ دل تو ہے ہی پاگل تم اسکی مت سننا، وقت رہتے ہی پیچھے ہٹ جاؤ ورنہ دوسری بار تکلیف اٹھاؤ گے.." دماغ اُسے جھنجھوڑ رہا تھا، اسکا بھیانک ماضی اسے یاد دلا رہا تھا. صوفے پر بیٹھتے ہوئے اسنے اپنا سر ہاتھوں میں تھام لیا. ہاں اسکا ماضی، جسے وہ یاد نہیں کرنا چاہتا تھا.

"نہیں پلیز حسن، اسکی بات مت سنو، مجھے زمل چاہئیے، مجھے زمل لا دو ورنہ میں مر جاؤں گا.." اسے دماغ کی باتیں سنتا دیکھ دل سسکنے لگا..

"اسکے رونے کو مت دیکھو، اپنے وہ آنسو یاد کرو جو تم نے زرمینے کی بے وفائی پر بہائے تھے..!" اسکا دماغ سب کچھ یاد دلانے پر تُلا ہوا تھا. شہباز حسن نے سختی سے آنکھیں میچ لیں. ماضی کسی فلم کی ریل کیطرح دماغ میں چلنے لگا.. مگر دل اپنی سی کوشش کر رہا تھا.

"جو گزر چکا ہے اسے مت سوچو، تمہارا دماغ تمہیں ورغلا رہا ہے، زمل ویسی نہیں ہے.. وہ بہت اچھی بہت معصوم سی ہے، مجھے زمل دے دو حسن.. مجھے زمل دے دو.." دل کی سسکیاں بڑھنے لگیں.

"زرمینے بھی معصوم ہی تھی ویسے..!" دماغ نے طنزیہ جواب دیا.

"شہباز حسن کی بند آنکھوں میں زمل آفندی کا گلاب چہرہ اترنے لگا. دل مزید پاگل ہونے لگا..

"زمل....

زمل...

زمل..

مجھے بس زمل چاہئیے،.." دل بری طرح چیخ رہا تھا.. وہ فوراً جلتی آنکھیں کھول کر سیدھا ہوا.. "آئی لو زمل.. آئی لو ہر..!" اسکے لب بے آواز حرکت کر رہے تھے.

"کوئی بھی فیصلہ کرنے سے پہلے ایک بار زر مینے کا دیا گیا زخم یاد کر لینا.." اسے زمل کی محبت کا اعتراف کرتے دیکھ دماغ نے ایک آخری کوشش کی.

"اوہ یو شٹ اپ... بکواس بند کرو اپنی...!" وہ درشتگی سے چلایا تھا مگر کس پر...؟؟ وہ حیرت سے خالی کمرے کو دیکھ رہا تھا. اندر سے آنے والی آوازیں دم توڑ چکی تھیں. اسکے آفس روم میں ایک گہری خاموشی تھی. آفس روم خالی تھا، وہاں کوئی نہیں تھا.. یعنی وہ اتنا پاگل ہو رہا تھا اُس لڑکی کے لیے..؟؟ اسنے جیسے خود سے پوچھا تھا.

"ہاں مجھے زمل چاہئیے، صرف زمل...!" وہ بڑبڑایا تھا. شہباز حسن نے دل کی بات مان لی تھی... کیونکہ وہ دل کی بات ہی سننا چاہتا تھا..

♦♦♦♦

کمرے میں نیم تاریکی کا راج تھا.. خاموشیاں اس تاریکی میں رقص کر رہی تھیں.. زرخان نے اچانک کروٹ بدلی تھی، محرم جو اسکی پشت کو گھورتے ہوئے اپنا بچپن یاد کر رہی تھی اسکے یوں کروٹ بدل لینے پر فوراً آنکھیں میچ گئی.. زرخان نے ادھ کھلی آنکھوں سے اسکا یوں آنکھیں بند کرنا دیکھا. تو کیا وہ جاگ رہی تھی..؟؟ زرخان عباسی کے سوئے سوئے حواس بیدار ہونے لگے.. وہ پچھلے ایک ہفتے سے اس گھر میں اُسکے کمرے میں موجود تھی.. وہ اُسے روزانہ باقاعدگی سے ہاسپٹل لے کر جاتا تھا اور آفس سے واپسی پر اُسے گھر لے آتا، ڈنر کر کے وہ کچھ دیر موبائل استعمال کرنے کے بعد خود بھی لیٹ جایا کرتا تھا اور محرم کو بھی سونے کا کہہ دیتا تھا.. ہاں وہ اسے سونے کا کہہ کر کروٹ بھی تو بدل لیا کرتا تھا، تو کیا وہ سو جایا کرتی تھی..؟؟ زرخان نے پوری آنکھیں کھول کر اسکی لرزتی پلکیں دیکھیں، اُسے یاد آیا وہ روزانہ صبح جاگنے میں نو بجا دیا کرتی تھی جبکہ زرخان خود سات بجے ہی اُٹھ جایا کرتا تھا.. تو کیا

وہ ساری ساری رات جاگتی رہتی تھی..؟؟ وہ خود سے پوچھ رہا تھا. سائیڈ ٹیبل سے موبائل اُٹھا کر اسنے ٹائم دیکھا. رات کا ڈیڑھ بج رہا تھا. وہ خود گیارہ بجے کے بعد ہی سو گیا تھا. زرخان کو حقیقتاً اسکے جاگنے پر تشویش ہوئی.

"محرم...!" اسنے پکارا. اسکی خمار آلود آواز سن کر محرم کا دل سکڑنے لگا اُس نے مزید سختی سے آنکھیں میچ لیں.. جیسے جتانا چاہ رہی ہو کہ وہ سو رہی ہے.. اسکی اس معصوم ادا پر زرخان کے لبوں پر مسکراہٹ اپنی چھب دکھلا کر غائب ہوگئی. زرخان نے اپنی سائیڈ کا لیمپ آن کیا.

"محرم... میں جانتا ہوں کہ تم جاگ رہی ہو، آنکھیں کھولو.." مسکراتی ہوئی سرگوشی نما آواز تھی.. غیر ہوتے دل کو سنبھالتے ہوئے محرم نے آہستہ سے پلکیں وا کیں. زرخان نے اسکی آنکھوں میں ناچتی وحشت کچھ حیرت سے دیکھی.

"سوئی کیوں نہیں تم..؟؟" وہ نرمی سے پوچھ رہا تھا. محرم کی آنکھیں نم ہونے لگیں.

"شش..رونا نہیں..!" اسکی آنکھوں میں چمکتے آنسو دیکھ کر وہ قدرے سختی سے بولا.

"بتاؤ مجھے.. ابھی تک سوئی کیوں نہیں تم..؟؟" لہجے میں حلاوت تھی.

"و..وہ... مجھے یہاں.. نین.. نیند نہیں آتی..!" کہتے ہوئے وہ رو پڑی..

"اسی لیے صبح نو بجے تک بستر میں گھسی رہتی ہو..؟؟" زرخان نے اُسے چھیڑا..

"وہ تو..رات کو دیر سے.. آ.. آنکھ لگتی ہے ناں، تو اس... لیے صبح میں.. پپ.. پتہ نہیں چلتا." وہ آنسو پونچھتے ہوئے شرمندگی سے کہہ رہی تھی. زرخان اسکی شرمندگی سے محظوظ ہوا.

"لیکن اب تو تمہیں یہاں آئے کافی دن ہو چکے ہیں، اب بھی نیند نہیں آتی تمہیں..؟؟" وہ محض سات دنوں کو کافی دن بتا رہا تھا. محرم نے نگاہ جھکا لی.

"مجھے رات کو.. مومی کی کمی محسوس ہوتی ہے... میں اُنہیں.. ہگ..... کر کے سوتی تھی.. اب کیسے کروں انہیں ہگ.. وہ تو ہاسپٹل میں ہیں...!" پلکیں جھکا کر کہتی ہوئی وہ پھر سے رونے لگی..

"مومی مجھے، ساری رات یاد آتی رہتی ہیں..!" وہ روتے ہوئے اُس سے اپنا مسئلہ شئیر کر رہی تھی.. زرخان کو حقیقتاً اس پر ترس اور خود پر غصہ آیا.. خود تو وہ آرام سے سوتا رہا اور وہ بے چاری جاگتی رہی تھی. اسکی طرف نرمی سے دیکھتے ہوئے وہ تھوڑا قریب ہوا.

"تم مجھے ہگ کر لو..." اسکی جھکی ہوئی پلکوں پر ٹکے آنسو دیکھتے ہوئے وہ ہولے سے کہہ گیا. اسکی بات سن کر محرم نے بے یقینی سے اُسکی طرف دیکھا. کان کی لوئیں سرخ ہونے لگیں. پانی بھری آنکھوں میں ایسا تاثر تھا جیسے کہہ رہی ہو "توبہ کریں." زرخان نے اسکی بھرائی ہوئی سبز آنکھوں میں دیکھا. بے حد قریب وہ ہرنی جیسی آنکھیں اپنے اندر جیسے سحر انگیزی رکھتی تھیں. دل میں پھر سے ہلچل ہوئی تھی.. ایک زوردار لہر اُٹھی تھی. لیکن اس بار گھبرانے کی بجائے وہ مسکرا دیا.

"ایسے کیا دیکھ رہی ہو..؟؟ شوہر ہوں تمہارا.. آؤ مجھے ہگ کر کے سو جاؤ..!" زرخان نے مسکراتے ہوئے اسکی طرف ہاتھ بڑھایا تھا. وہ فوراً پیچھے کو کھسکی. دل کی دھڑکنیں منتشر ہو رہی تھیں. اُن دونوں کے درمیان بیڈ کے بیچوں رکھے کشنز زرخان کے قریب ہونے سے اپنی جگہ سے ہل چکے تھے.

"پپ.. پلیز..... مم.. میرے... قریب مت آئیں..!" اسے نزدیک ہوتا دیکھ محرم نے التجا کی تھی..

"کیوں..؟؟" اسکے چہرے پر اڑتی ہوائیاں دیکھ کر وہ مصنوعی سنجیدگی سے بولا. ورنہ اسے یوں گھبراتے شرماتے دیکھ کر اسکے دل میں گدگدی سی ہو رہی تھی.

"بتاؤ ناں کیوں نہ آؤں میں تمہارے قریب.. بیوی ہو تم میری..!" زرخان نے اسے باور کروایا.

"ہاں.. بب.. بیوی تو ہوں مم.. مگر وی... وی آر.. مسلمز..!" اسنے ہمت کر کے کہہ دیا.

"واٹ...؟؟ اگر مسلمز ہیں تو کیا..؟ ہم ہگ نہیں کر سکتے..؟؟" وہ اسکی عجیب و غریب منطق پر حیران ہوا.

"نہیں... کیونکہ ایسے گندے کام نان- مسلمز کرتے ہیں.." وہ بنا اٹکے جلدی جلدی بول گئی.. لرزتی پلکوں کو جھپکتے ہوئے وہ زرخان کے چہرے کو دیکھ رہی تھی. جبکہ اسکی دلیل سن کر زرخان کے لیے حلق سے بے اختیار اٹھتا قہقہہ روکنا محال ہو گیا. جبکہ اسے یوں ہنستے دیکھ محرم کا چہرہ خفت سے لال ہونے لگا.

"میں جھوٹ نہیں بول رہی.. سچ کہہ رہی ہوں، وہ.. انڈین ڈرامز ہوتے ہیں ناں..؟؟ اس میں ہیرو، ہیروئن کو چیپ سے ہگ کرتا ہے..!!" وہ اپنی صفائی میں بڑی روانی سے بول رہی تھی جبکہ زرخان بامشکل اپنی ہنسی روکنے میں کامیاب ہوا تھا. پھر ایک بھرپور نگاہ اسکے نازک وجود پر ڈالی. اسے پہلی بار اپنے اور اسکے رشتے کی نوعیت کا احساس ہو رہا تھا.

"چیپ ہگ مینز..؟؟" نچلا ہونٹ دانتوں میں دبائے وہ بڑے غور سے اسکے چہرے پر پھیلتے حیا کے رنگ دیکھ رہا تھا..

"چیپ.. چیپ ہوتا... ہے.. اسکا کوئی... مطلب.. نہیں ہوتا." محرم کے لہجے میں خفگی تھی. زرخان کی شوقیہ نظریں اسکا دل دھڑکا رہی تھیں.

"اور تم بھی میری ایک بات سمجھ لو، ہزبینڈ اینڈ وائف، ہزبینڈ اینڈ وائف ہوتے ہیں.. چاہے وہ مسلمز ہوں یا پھر نان مسلمز.. اُن میں جو کچھ بھی ہوتا ہے، وہ چیپ نہیں ہوتا.. وہ جائز ہوتا ہے..!!" اسکی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بھاری لہجے میں بولتا وہ محرم کو بہت کچھ سمجھا گیا تھا. اسنے سینے سے لگے کشن میں چہرہ چھپا لیا.

وہ اپنی معصوم اداؤں سمیت بہت چپکے سے اسکے دل میں اتر گئی اور اسے خبر بھی نہ ہوئی.

"ویسے کون سا ڈرامہ دیکھا تھا
تم نے..؟؟"وہ غیر سنجیدگی سے پوچھ رہا تھا..

"ناگن تھری.."کشن میں منہ چھپائے چھپائے ہی اسنے جواب دیا.ڈرامے کا نام سن کر زرخان کو پھر سے ہنسی آنے لگی.

"یہ کیسا نام ہے..؟؟اور فاطمہ مام تمہیں دیکھنے دیتی تھیں انڈین ڈرامے..؟؟"وہ مصنوعی حیرت سے پوچھ رہا تھا..
حقیقتاً وہ چاہتا تھا کہ محرم اس سے باتیں کرے.

"بالکل بھی نہیں...وہ تو ردا کی بہن دیکھتی تھی ناں..تب میں بھی چپکے سے انکے گھر جا کر دیکھ لیتی تھی.."وہ فوراً چہرہ اونچا کر کے بولی.

"تو اس میں ہگ والا سین کب آتا ہے..؟؟"وہ پھر سے اسی بات پر آ گیا.انداز پر شوق تھا.

"شروع میں تو ناگن کو ہیرو سے نفرت ہوتی ہے ناں..پھر جب ان دونوں کو پیار ہو جاتا ہے تب...تب وہ...!"
بولتے بولتے وہ اٹکنے لگی..

"بولو ناں..تب کیا..؟"زرخان ہولے سے مسکرایا.

"تب وہ...ہگ کر..کرتے ہیں..!"نگاہ جھکا کر اسنے جیسے کسی جرم کا اعتراف کیا تھا.

"تو تم بھی کرو ناں ہگ..ہم ہزبینڈ اینڈ وائف ہیں..تم مجھے ہگ کر سکتی ہو.."زرخان نے سرگوشی کی.محرم گھبرا گئی.

"مم..میں نے بتایا...تو ہے کہ..پپ..پہلے ناگن کو پیار ہوا تھا..پھر..انہوں نے..ہگ کیا تھا..!"محرم نے اپنے تئیں اسے آگاہ کیا.

"تو تم بھی کر و پیار.. تمہیں کس نے روکا ہے.. "زرخان کے کہنے پر اسکا دل شور مچانے لگا.

وہ بڑی گہری نگاہوں سے اسکا شہابی چہرہ دیکھ رہا تھا.

"مم... میں کروں پیار.. ؟؟ آ.. آپ سے.. ؟؟ "وہ اتنی پریشانی سے پوچھ رہی تھی جیسے زرخان نے کوئی بہت مشکل کام اسے سونپ دیا ہو..

"ہاں مجھ سے ہی.. تم نے ہی تو کہا کہ ہگ کرنے سے پہلے پیار کرنا لازمی ہے.. تو تم پہلے مجھ سے پیار کرو اور پھر مجھے ہگ کرنا. "وہ بڑا آسان حل بتا رہا تھا.

"مگر... ہگ کرنا ضروری ہے کیا.. ؟؟ "وہ شرم سے لال ہوئی جارہی تھی. زرخان کے لبوں پر ایک خوبصورت مسکراہٹ بکھر گئی.

"ضروری تو بہت کچھ ہے.. مگر فی الحال میرا ارادہ بس ہگ کا ہی ہے... اسلیے اب جلدی سے بتاؤ کب میرے سینے سے لگو گی.. ؟؟ "وہ بڑی بے باک گفتگو کر رہا تھا یا شاید محرم کو ہی ایسا لگ رہا تھا.

"ابھ.. ابھی پیار.. نہیں ہوا مجھے آپ سے.. "وہ نگاہیں جھکائے سرخ چہرہ کشن کے پیچھے چھپانے کی کوشش کرتی ہوئی کہہ رہی تھی..

"تو بتاؤ ناں کہ کب کرو گی.. ؟؟ "وہ بے تابی سے پوچھ رہا تھا مگر حقیقتاً وہ اسکے ننھے دماغ میں یہ بات ڈالنا چاہ رہا تھا کہ محرم کے لیے اب اگر کچھ اہم ہے تو وہ زرخان عباسی ہے.. وہ خود کو اسکی شفاف آنکھوں میں دیکھنا چاہتا تھا.. وہ چاہتا تھا کہ اسکے کورے دل، دماغ اور وجود پر پورے زرخان عباسی کی چھاپ ہو.. وہ ایسا ہی تھا یا شاید محرم کے معاملے میں ہو گیا تھا..

"کب کروں.. آ.. آپ بتادیں.. ؟؟"وہ ایسے پوچھ رہی تھی جیسے پیار نہ ہو معمول کا کرنے والا کوئی کام ہو.. اسکی اس ادا پر زرخان کا دل ڈگمگانے لگا.

"ابھی، اسی وقت..!"زرخان کا لب ولہجہ بوجھل ہو رہا تھا.

"اب.. ابھی تو.. نیند آ.. آرہی ہے، مم.. میں سوجاتی ہوں.. کچھ دن بعد کرلوں گی پیار."جلدی سے کہہ کر وہ کروٹ بدل گئی، کیونکہ زرخان کی بدلتی نگاہیں اسکا دل دھڑکا رہی تھیں.

"پھر ہگ بھی کروگی ناں.. ؟؟"زرخان کا لہجہ مسکاتا ہوا تھا.

"مم.. مجھے نہیں پتہ.. "وہ اُدھر رخ کیے ہی جلدی سے بولی. زرخان نے بامشکل اپنا قہقہہ قابو کیا اور قدرے کھسک کر اپنی سائیڈ پر ہوگیا. پھر ایک بھرپور نگاہ اسکی پشت پر ڈالی جو اسکی نیند خراب کرکے شاید واقعی سوچکی تھی..

♦♦♦♦

دو دن ہوچکے تھے وہ آفس نہیں گئی تھی.. جانے کا حوصلہ ہی نہیں تھا اُس میں.. اپنی بے خودی پر عجیب سی شرمندگی ہو رہی تھی جسکے زیر اثر وہ گھر میں ہی چھپی بیٹھی تھی. شام اپنے پر سمیٹتی رات کو خوش آمدید کہہ رہی تھی. ندا مٹر قیمہ پکا چکی تھی اور چونکہ آج وہ گھر ہی تھی اسلیے اسنے زبردستی ندا کو سلمٰی جہاں کے کمرے میں بھیجا اور خود آٹا گوندھ کر اب روٹیاں بنانے لگی.. توے پر گول گول روٹیاں سینکتی وہ مسلسل نم ہوتی آنکھوں کو جھپک رہی تھی..

"مگر مجھے، یہاں ایسے بیٹھنا اچھا لگ رہا ہے.. "وہ اسکے قدموں میں بیٹھا کہہ رہا تھا.. زمل نے آنکھیں جھپکی، منظر غائب ہوچکا تھا. توے پر پڑی روٹی جلنے لگی تھی.. کیا تھا اس کی ہر بات کا مطلب.. ؟؟ کیا وہ بھی اسکے لیے جذبات رکھتا تھا.. اگر ہاں تو پھر اتنا بے مہر کیوں تھا وہ...

جانے بھی نہیں دیتے،

اپناتے بھی نہیں ہیں..!

آنسو صاف کرتے ہوئے وہ سوچ رہی تھی کہ وہ اتنی بھولی بھی نہیں تھی.. تو پھر کیوں وہ ایسا کر رہا تھا.. کون سا کھیل تھا جو وہ اسکے جذبات کے ساتھ کھیل رہا تھا.. زمل نے آخری روٹی توے پر ڈالی..

جذبات کی رو میں بہتی آخر وہ اپنا ہاتھ بری طرح جلا بیٹھی تھی.. اسکی چیخ سن کر ندا بھاگی چلی آئی..

"اللہ جی.. یہ کیا کر لیا زمل آپی، میں کہہ بھی رہی تھی کہ مجھے کر لینے دیں.. مگر آپ نے میری ایک نہیں سنی.. اب دیکھ لیا ناں نتیجہ..!" وہ اسکا کلائی تھام کر بالکل عون کے سے انداز میں اسے ڈانٹ رہی تھی. زمل روتے روتے ہنس پڑی.. ندا کو اسکی دماغی حالت پر شبہ ہوا.

"اے لو... اب ہنس کیوں رہی ہیں..؟؟" ہاتھ کی پشت پر انگوٹھے والی سائیڈ سرخ ہو رہی تھی.

"تمہارے یوں ڈانٹنے سے مجھے عون یاد آ گیا..!" زمل نے مسکراتے ہوئے کہا. عون کے نام پر ندا کے چہرے پر پھول کھلنے لگے.

"ابھی تو گئے ہیں وہ، پھر سے یاد آ گئے..؟؟" نگاہ جھکا کر اسکے ہاتھ پر برنال لگاتی وہ غیر سنجیدگی سے کہہ رہی تھی.

"جی ہاں کیونکہ مجھے میرا بھائی ہر وقت یاد رہتا ہے..!" زمل نے نرمی سے کہا. ہاتھ کی تکلیف جاتی رہی.

"لیکن مجھے تو لگتا ہے کہ اب آپکی یادوں میں کوئی اور بھی مخل رہنے لگا ہے..!" ندا نے آنکھ مارتے ہوئے تھوڑی سی زبان باہر نکالی. زمل نے فوراً اسے گھورا.

"ان گھوریوں سے کام نہیں چلنے والا.. بتانا تو آپکو پڑے گا ہی، آج نہ سہی... پھر کبھی سہی..!" کندھے اچکاتے ہوئے وہ ہنستے ہوئے بولی. دونوں نند بھاوج مسکراتی ہوئی سلمٰی جہاں کے کمرے میں چلی آئیں.

"امی کو پتہ تو نہیں چلا..؟؟" زمل نے اسکے کان میں سرگوشی کی.

"نہیں.. آنٹی سو رہی ہیں.. بچت ہو گئی آپکی، ورنہ میری شامت پکی تھی کہ آپ سے کام کیوں کروایا..!" ندا نے پھر سے غیر سنجیدگی کا مظاہرہ کیا. زمل نے اسکی پیٹھ پر ہولے سے مکا مارا..

"جھوٹی شرم نہیں آرہی تمہیں میری امی پر غلط الزام لگاتے ہوئے..؟؟" زمل نے مصنوعی آنکھیں دکھائیں.

"نہیں وہ اس بار عون آئے تھے ناں تو میری ساری شرم اپنے ساتھ ہی لے گئے..!" کہہ کر ندا نے اپنا نچلا لب دانتوں میں دبا لیا.

"ندا.... تم واقعی بے شرم لگ رہی ہو...!!!!" زمل نے ہنستے ہوئے کہا. ندا نے اپنا قہقہہ بامشکل روکا.

"بس کرو شیطان لڑکی.. امی سو رہی ہیں..!" زمل نے اپنی ہنسی روکتے ہوئے اسے تنبیہ کی. ندا نے اچھے بچوں کیطرح اثبات میں سر ہلا دیا.

"ارے مجھے اب خیال آیا.. یہ امی کس ٹائم پر سو رہی ہیں..؟؟ مغرب کے وقت تو کبھی نہیں سوئیں امی، طبعیت تو ٹھیک ہے انکی..؟؟" زمل کو اچانک تشویش ہوئی.

"ہاں طبعیت کچھ ٹھیک نہیں لگ رہی تھی مجھے، میں نے اندر آتے ہی آنٹی کو بلڈ پریشر کی گولی کھلا دی تھی بس تب سے ہی آنکھیں بند کیے پڑی ہیں..!" ندا نے سنجیدگی سے کہا. زمل فکرمندی سے اُنکی طرف بڑھی.

"امی.... امی.. طبعیت ٹھیک ہے آپکی..؟؟" زمل نے آہستگی سے انکے چہرے سے چادر ہٹائی.

"ہوں.. کیا ہوا..؟؟" آواز بوجھل تھی. انہیں دیکھ کر زمل کی جان میں جان آئی.

"کچھ نہیں، میں کہہ رہی تھی کہ کھانا کھا لیتیں آپ.." اسنے محبت سے کہا.

"ہمم.. چلو لے آؤ.. میں ذرا منہ دھو آؤں..!" کہتے ہوئے وہ اُٹھ بیٹھیں.. انہیں واش روم کا رخ کرتے دیکھ زمل اور ندا کچن میں چلی گئیں.. پھر خوشگوار ماحول میں کھانا کھایا گیا. معمول کے مطابق ندا گیارہ بجے تک سلمیٰ جہاں اور

زمل کے مشترکہ کمرے میں بیٹھی عون کی باتیں کرتی رہی.. سلمٰی جہاں تو دس بجتے ہی سو گئیں تھیں، گیارہ بجے کے قریب ندا بھی اُسے شب بخیر کہہ کر اپنے کمرے میں چلی گئی.. تنہا ہوتے ہی اسکے مسکراتے لب سکڑے تھے. وہ تھکی تھکی سی اپنی چارپائی پر لیٹ گئی.. چادر منہ تک تان کر وہ سونے کی کوشش کرنے لگی مگر یادوں کے زہریلے ناگ اُسے پھر سے ڈسنے لگے.. اس رات کے بعد پھر سے ایک نیا سورج طلوع ہو جانے والا تھا.. پھر سے ایک تھکا دینے والے دن کی شروعات..!!زمل سوچ رہی تھی کہ کل صبح بھی آفس نہیں جائے گی.. ویسے بھی آج سارا دن وہ منتظر رہی تھی مگر آفس سے کوئی کال نہیں آئی تھی سو اب وہ قدرے مطمئن سی ہو کر سونے کی کوشش کرنے لگی.

کروٹیں بدل بدل کر آخر اسکی آنکھ لگ ہی گئی. اُسے سوئے ابھی زیادہ دیر نہیں گزری تھی جب تکیے کے ساتھ پڑا موبائل بجنے لگا.. پہلی ہی بیل پر اسکی نیند ٹوٹ گئی تھی. زمل نے منہ بسورتے ہوئے شور کرتا موبائل پکڑا اور پہلی فرصت میں تو موبائل سائلنٹ پر لگایا.. پھر سکرین پر چمکتا ان ناؤن نمبر دیکھا. کچی نیند ٹوٹ جانے کے باعث گلابی پڑتی آنکھوں کو بامشکل کھول کر اُسنے نمبر پہچاننے کی کوشش کی مگر وہ اپنی کوشش میں کامیاب نہیں ہو پائی تھی. موبائل کی سکرین بجھ گئی.. زمل نے آرام سے موبائل تکیے کے نیچے گھسانا چاہا مگر پھر سے اُسی نمبر سے کال آ رہی تھی. اسے فکر ہونے لگی جانے کون تھا.. کچھ سیکنڈز شش و پنج میں مبتلا رہنے کے بعد اسنے کال پک کر کے فون کان سے لگایا.. دوسری طرف سے جب کچھ دیر تک کوئی آواز نہ آئی تع وہ عجلت میں بولی.

"ہیلو... کون..؟؟"زمل کی نیند کے باعث خمار آلود آواز سن کر دوسری جانب موجود شخص کے لبوں پر مسکراہٹ آئی تھی. کیسی لگتی ہو گی وہ سوتے ہوئے..؟؟ نیند سے جاگ کر اسکی سبز آنکھوں میں جب ڈورے پڑتے ہوں گے تب کیسی خوابناک لگتی ہوں گی اسکی آنکھیں..؟؟رات کے دوسرے پہر شاہ کا دل جانے کیا کیا سوچ رہا تھا.

"ہیلو.. کون ہے بھئی..؟؟" آواز میں جھنجھلاہٹ تھی.

"میری نیندیں حرام کرکے آپ خود کیسے سو سکتی ہیں مس زمل..؟؟" شہباز حسن کا بھاری و دلکش سنجیدہ لہجہ زمل کے پورے وجود میں کرنٹ دوڑا گیا تھا. وہ ایک جھٹکے سے اُٹھ کر بیٹھی.. آنکھیں پوری کھل چکی تھیں.

"سس.. سر آپ..؟؟" تھوک نگلتے ہوئے وہ بامشکل بولی. حقیقتاً اسکا حلق خشک ہو رہا تھا.

"جی میں ہی ہوں.. آپ بتائیں کہ دو دن سے آپ کس دنیا میں غائب ہیں..؟؟ وہ بڑی سنجیدگی سے دریافت کر رہا تھا. سپیکر سے ابھرتی آواز سے ہی لہجے میں سرد مہری کا عنصر واضح ہو رہا تھا. زمل نے اپنی پیشانی مسلی.

"کہیں بھی نہیں، یہیں.. اس.. اسی دنیا میں، اپنے گھر ہوں.." زمل نے دھیمی آواز میں جواب دیا.

"اس وقت تو خیر آپکو آپکے گھر ہی ہونا چاہیئے تھا مگر کل صبح، ٹھیک نو بجے آپکو آفس میں ہونا چاہیئے...، باقی بات صبح ہی ہوگی ابھی آپ سو جائیں.." شہباز نے زرا سختی سے کہا.

"میں نہیں آپاؤں گی سر..!" وہ جلدی سے بولی مبادا وہ کال ہی نہ ڈسکنکٹ کر دے.

"واٹ.. آپ بتا سکتی ہیں کہ آپکے ساتھ پرابلم کیا ہے؟؟ آپ بنا بتائے پہلے ہی دو چھٹیاں کر چکی ہیں اور اب پھر صبح آنے سے انکار کر رہی ہیں..؟؟ وجہ بتانا پسند کریں گی آپ..؟؟" زمل کے منہ سے انکار سن کے دوسری طرف شہباز حسن کا دماغ گھوم گیا تھا. اُسے اس بے وقوف لڑکی پر غصہ آرہا تھا.

"مم.. میری طبعیت ٹھیک نہیں ہے سر.. صبح نہیں آپاؤں گی، پرسوں آجاؤں گی..!" زمل منمنائی.

"کیا ہوا آپکی طبعیت کو..؟؟" دوسری طرف وہ فوراً نرم پڑا. زمل کو جھوٹ بولنے پر شرمندگی ہوئی مگر اب کیا کرتی، کہہ جو چکی تھی کہ طبعیت خراب ہے..

"بب.. بخار.. بخار ہو رہا ہے دو دن سے.!" اسنے بہانہ گھڑا. جبکہ شہباز حسن اسکی آواز کی لڑکھڑاہٹ سے اسکے بخار کی نوعیت سمجھ گیا تھا.

"اوکے فائن.. دو دن ہو چکے ہیں اب تک اتر گیا ہو گا.. صبح آپ آفس آجایئے گا..!!" شاہ نے لبوں پر اڈتی مسکراہٹ روک کر لہجے کو سنجیدہ بنایا، جانتا تھا کہ وہ اسکا سامنا کرنے سے کترا رہی ہے..

"لل.. لیکن سر..!" زمل گھگھیائی..

"کوئی لیکن ویکن نہیں.. اگر صبح نو بجے آپ مجھے اپنے کیبن میں نظر نہ آئیں تو میں ٹھیک آدھے گھنٹے بعد، آپکی عیادت کرنے آپکے گھر آجاؤں گا.." شہباز حسن کا لہجہ مسکراتا ہوا تھا. زمل کو تو یہی لگا.

"اوکے..!" زمل نے خفگی سے کہا.

"گڈ نائٹ.." آہستگی سے کہہ کر شہباز حسن نے کال ڈسکنکٹ کر دی. زمل جواب میں گڈ نائٹ بھی نہ کہہ پائی.. جسم میں تھکاوٹ سی اترنے لگی. وہ واپس لیٹ گئی. دل کی دھڑکنوں کی رفتار کچھ سست سی تھی. اسنے تھکی تھکی سی آنکھیں موند لیں.

بن کہے سن کبھی

آہٹیں میرے دل کی

◆◆◆◆◆

"علیزہ میں کہہ رہا ہوں ناں کہ آج پاسیبل نہیں ہے...!" کہتے ہوئے زرخان کے لہجے میں سختی در آئی. فون کان سے لگائے وہ گلاس وال کے پاس کھڑا ہوا تھا.

"لیکن کیوں زرخان.. پرابلم کیا ہے، ایک مہینہ ہونے کو ہے اور میں نے تمہیں دیکھا تک نہیں، میں مزید صبر نہیں کر سکتی.. آج تمہارے آفس آرہی ہوں میں..!" دوسری طرف وہ خفگی سے بولی.

"میں آفس نہیں ہوں.." زرخان نے آہستگی سے کہا.

"تو پھر کہاں ہو تم..؟؟ جہاں بھی ہو میں وہاں آجاتی ہوں بٹ پلیز زرخان.. مجھے تڑپانا بند کرو، میں تم سے ملنا چاہتی ہوں مجھ سے مل لو پلیز..!" بولتے بولتے اسکا گلا رندھ گیا. زرخان پل بھر کو بے چین ہوا. اسنے پلٹ کر سوئی ہوئی محرم کو دیکھا. صبح کے ساڑھے نو ہو رہے تھے اور وہ ہنوز سو رہی تھی.

"جسٹ ریلیکس.. ہم ملیں گے بٹ آج میں بہت بزی ہوں لیزا.. کل شام میں ملتے ہیں..، ابھی فون رکھو تم..!" زرخان نے سنجیدگی سے کہا.

"تم ہر بار یہی کرتے ہو، کل ملنے کے لیے ہم دونوں کی رضامندی ہونی چاہیئے مگر تم فیصلہ سنا کر فون رکھنے کا کہہ رہے ہو...؟ اور خود رکھ دوناں فون میں نہیں رکھوں گی..!" دوسری طرف وہ اسکی بات سن کر چڑ گئی تھی. جب بھی وہ دونوں کال پر بات کیا کرتے، زرخان خود سے کال ڈسکنکٹ نہیں کرتا تھا ہمیشہ علیزہ کو ہی کہتا اور اسطرح بات تھوڑی اور لمبی ہو جایا کرتی مگر آخر میں علیزہ ہی کل ڈسکنکٹ کیا کرتی.. شاید وہ اسکی محبت کا احترام کرتا تھا.

"تمہیں پتہ ہے کہ میں ہمیشہ فیصلہ سنانے کا ہی عادی ہوں، اور تم میری عادتوں سے بخوبی واقف ہو... پھر بھی شکوہ..؟؟ بنتا تو نہیں ہے..!" وہ محرم کے سوئے ہوئے بے خبر وجود کو دیکھتے ہوئے خلاف معمول نرمی سے کہہ رہا تھا.. جبکہ علیزہ اسکی آواز میں گھلی چاشنی کو محسوس کر کے سرشار سی ہو گئی..

"اوکے فائن.. کل کتنے بجے..؟؟" وہ فوراً مان گئی.

"وہ میں بتادونگا بٹ ابھی فون رکھ رہا ہوں، مجھے بہت امپورٹنٹ کام ہے..!" کہہ کر اسنے بنا اسکی بات سنے کال ڈسکنکنٹ کر دی. اسنے پہلی بار اسکی کال خود سے ڈسکنکٹ کی تھی، جسکا احساس زرخان کو تو نہیں ہوا تھا مگر دوسری جانب علیزہ حیرت سے اپنے موبائل کی سکرین کو گھور رہی تھی.

جبکہ موبائل بیڈ پر پھینکتے ہوئے وہ محرم کیطرف بڑھا.. اسکے چہرے پے بکھرے براؤن بالوں کو اپنے ہاتھ کی انگلیوں سے پیچھے ہٹاتے ہوئے زرخان نے اسے ہولے سے پکارا.

"ہنی..." اسکی ٹھنڈی انگلیوں کے لمس سے وہ زرا سا کسمسائی.. زرخان نے نرمی سے اپنی شہادت کی انگلی سے اسکی بند پلکوں کو چھوا.. گھنیری پلکیں اسکی اس جسارت سے لرز اُٹھیں.. زرخان کی شہد رنگ آنکھوں میں شوق اترنے لگا..

"محرم اُٹھو..!" زرخان نے اسکے بال سہلائے.. تبھی اسکے موبائل پر بیل ہوئی تھی. آواز اتنی تیز تو ضرور تھی کہ محرم کی نیند ٹوٹ گئی.. زرخان نے ہاتھ بڑھا کر موبائل اٹھایا اور چمکتی سکرین کو دیکھا. علیزہ کی کال تھی. زرخان کی پیشانی پر بل پڑ گئے. مونچھوں تلے دبے لب سختی سے بھینچتے ہوئے اسنے کال پِک کر لی.

"واٹس رونگ..؟؟" لہجے میں درشتگی تھی. نگاہیں محرم کے بکھرے بکھرے سراپے پر تھیں.

جبکہ اسے اپنے قریب بیٹھے دیکھ کر محرم سیدھی ہو کر بیٹھ چکی تھی. تکیے کے پاس پڑا دوپٹہ جلدی سے شانوں پر پھیلا یا تھا. زرخان کے لب اسکی بدحواسی پر ہولے سے مسکرائے تھے جبکہ دوسری جانب علیزہ کہہ رہی تھی.

"ناٹ ودمی.. اِٹس ودیو زرخان.. تم بتاؤ کہ تمہیں کیا ہوا ہے..؟؟" علیزے کی آواز میں ناراضگی تھی. محرم نے شانوں پر بکھرے بال سمیٹ لیے اور سرعت سے بیڈ سے اتری..

"میں نے کیا کِیا ہے..؟؟" کہتے ہوئے اسنے واش روم میں گھستی محرم کی پشت کو دیکھا.

"تم خود سے پوچھو کہ تم نے کیا کِیا ہے، کتنا عجیب بے ہیو کر رہے ہو تم یار.. ابھی کچھ دیر پہلے تم نے میری بات سنے بغیر ہی کال ڈسکنکٹ کر دی اور اب کال پک کرتے ہی اتنا روڈ انداز..؟؟ زرخان پلیز میں پریشان ہو رہی ہوں، تم مجھ سے آج ہی مل لو ناں..!" وہ ملتجی ہوئی. زرخان کے چہرے پر گہری سنجیدگی تھی.

"میں تمہیں کل کا کہہ چکا ہوں علیزہ.. تمہارے بار بار یوں مجھے کال کرنے سے میں اپنی بات سے پیچھے نہیں ہٹوں گا، میں نے کہا ناں کہ ضروری کام ہے مجھے.. "ایک ایک لفظ پر زور دیتا وہ سخت بے زار ہو رہا تھا..

"لیکن زر خان..!"دوسری جانب وہ رونے لگی.

"علیزہ یو آر ویسٹنگ مائے ٹائم..!!"وہ قدرے سرد مہری سے بولا.علیزہ کو اسکی بے مہری پر پہلے سے بڑھ کر رونا آیا.

"تمہیں پتہ ہے مسٹر عباسی..؟؟ دنیا کے سب سے برے انسان ہو تم.. سب سے برے..!!"وہ فون پر ہی چلائی تھی.

"آئی نو دیٹ..اب فون رکھو.."اسکے شکوے پر زر خان کے انداز میں کوئی فرق نہیں آیا تھا.

"رکھ رہی ہوں مگر اب تم سے کبھی بات نہیں کروں گی..!"غصے سے کہہ کر اسنے کال ڈسکنکٹ کر دی.زر خان کی پیشانی پر تفکر کی لکیریں نمودار ہونے لگیں.علیزہ جعفری کبھی بھی اسکے لیے اہم نہیں رہی تھی.کالج میں ہی اس سے زر خان کی ملاقات ہوئی تھی..اور اپنی جی توڑ کوششوں سے پہلے اسکی بیسٹ فرینڈ بننے میں کامیاب ہوئی تھی اور پھر بہت جلد اس نے سب سے اپنا تعارف زر خان کی منگیتر کے طور پر کروانا شروع کر دیا تھا..زر خان عباسی نے بات کو سیریس تب لیا جب وہ اپنے لیے آنے والے پروپوزلز سے انکار کرنے لگی اور پھر بڑے آرام سے اسے آگاہ کرتی کہ اسنے فلاں کے پروپوزل کو ریجیکٹ کر دیا ہے..

زر خان جس قدر بکھر چکا تھا اسکے بعد وہ اپنی زندگی شروع کرنے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتا تھا، ایسے میں بخش اور علیزہ ہی تھے جنہوں نے کسی صورت اسے اکیلا نہیں چھوڑا تھا نتیجتاً وہ چند سال پہلے علیزہ کا پروپوزل ایکسیپٹ کر چکا تھا..

زر خان نے اسکا پروپوزل کیا ایکسیپٹ کیا، علیزہ کو تو جیسے زندگی کی نوید مل گئی تھی..اسکا جب دل کرتا دھڑلے سے عباسی ہاؤس چلی آتی اور پھر حقیقتاً ملازموں کی شامت آجاتی..زر خان کو یہ پسند ہے یہ پکاؤ، زر خان کو یہ ناپسند ہے یہ

مت پکاؤ.. کہیں اسے پردوں کا کلر بہت ڈل لگ رہا ہوتا تو وہ اسی وقت پردے چینج کروادیتی.... کبھی گارڈن میں چلی جاتی تو ایسے نہیں، ایسے کرو کہہ کہہ کر مالیوں کا سر کھالیتی.. گھر کا ایک ایک ملازم علیزہ سے واقف تھا.. حتیٰ کہ رات کے وقت گارڈن میں دندنانے والے بل ڈوگز بھی علیزہ سے واقف تھے مگر ایک زرخان ہی تھا، جو اُس سے واقف ہو کر بھی ناواقف تھا.. جو اُس سے اٹیچ ہو کر بھی جذباتی طور پر اُس سے بہت دور تھا.علیزہ جیسی کانفیڈنٹ، ماڈرن، خوبصورت لڑکی جانے کیوں کبھی بھی اسکے دل تک رسائی حاصل نہیں کرپائی تھی.. جانے کیوں وہ ہمیشہ اپنے خول میں ہی بند رہا تھا.. اسے خود ستائشی کا شوق نہیں تھا، اسے کبھی یہ خواہش نہیں رہی تھی کہ کوئی بھی لڑکی اُسے چاہے.. اُس سے محبت کرے... لڑکیاں خود ہی اُس پر مرتی تھیں.. لیکن جب سے محرم اسکی زندگی میں آئی تھی جانے کیوں اسکے دل میں یہ خواہش سر ابھارنے لگی تھی کہ وہ اسکی خوفزدہ آنکھوں میں اپنا عکس دیکھے.. اسکے نازک لبوں سے اپنا نام سنے، اسکے دل کی دھڑکنیں بس زرخان کے نام کی ہی مالا جپیں.. وہ دیکھنا چاہتا تھا، محسوس کرنا چاہتا تھا کہ جب محرم اسے چاہے گی تو کیا وہ بھی محبت جیسے جذبے سے واقف ہو جائے گا یا نہیں.. زرخان موبائل بیڈ پر پھینکتے ہوئے بیڈ پر ہی لیٹ گیا.. ٹانگیں بیڈ سے نیچے لٹک رہی تھیں... کمرے کی ویل ڈیکوریٹڈ چھت کو گھورتا ہوا وہ جانے کیا سوچ رہا تھا جب وہ واش روم سے باہر آئی تھی.. مگر وہ ہنوز چھت پر نگاہیں ٹکائے یونہی لیٹا رہا.. محرم نے تولیے میں لپٹے گیلے بال شانوں پر گرا لیے اور تولیہ ایک طرف رکھ کر دوپٹہ ٹھیک سے شانوں پر پھیلا کر اسکی طرف آئی.. محرم کے دل میں اسکا خوف اپنی جگہ مگر اتنے دن ساتھ رہنے کا اثر یہ ضرور ہوا تھا کہ وہ اسے نوٹ کرنے لگی تھی.. رات آٹھ بجتے ہی اسکا انتظار کرنا شروع کردیتی.. وہ انجانے میں اسکی عادی ہوتی جارہی تھی اور اب جبکہ وہ یوں بنا کسی ہلچل کے یک ٹک چھت کو دیکھ رہا تھا تو محرم کو تشویش نے گھیر لیا.. وہ چھوٹے چھوٹے قدم رکھتی اسکے سامنے آکھڑی ہوئی مگر تب بھی زرخان نے اسکی طرح نگاہ نہ کی تو وہ بول پڑی..

"آ.. آپ ٹھیک تو ہیں..؟" اسکے لہجے میں اپنے لیے فکر مندی کے آثار محسوس کرتے ہوئے زرخان نے حیرت سے اسکی طرف دیکھا.

اسکے گلاب چہرے پر پانی کے قطرے شبنم کی بوندوں کی طرح پھسل رہے تھے.. گیلے بال شانوں پر بکھرے اُس چاند چہرے کے گرد پہرہ سا دے رہے تھے.. زرخان کی نگاہیں ایک پل کو اسکے مہکتے سراپے پر ٹھہر سی گئیں اگلے ہی پل اُسنے ایک جھٹکے سے محرم کی کلائی پکڑ کر اسے اپنی طرف کھینچا تھا. وہ زرخان سے اس حملے کی توقع نہیں رکھتی تھی سو سیدھا اسکے سینے پر گری تھی.. محرم کے گیلے بال اسکے وجیہہ چہرے کو ڈھانپ گئے.. زرخان کی جلتی ہوئی آنکھوں نے اسکی زلفوں ٹھنڈک شدت سے محسوس کی تھی... رگ و پے میں ایک انجانا سا سکون اترنے لگا.. محرم نے فوراً دور ہونے کی کوشش کی مگر زرخان اسکی کمر کے گرد اپنے ایک بازو کا ہالہ بنا چکا تھا.. جبکہ دوسرے ہاتھ سے اُسنے محرم کے گیلے بال اپنے چہرے سے ہٹا کر اسکے کان کے پیچھے کیے.. اسکی گرم انگلیوں کے لمس سے محرم نے گھبرا کر نظر اُٹھا کر اسکی جانب دیکھا جو اتنی قریب تھا کہ اسے اسکی گرم سانسیں اپنے چہرے پر محسوس ہو رہی تھیں. زرخان کو ایک بار پھر اسکے اور اپنے مضبوط رشتے کی نوعیت کا ادراک ہوا تھا.. یہ قربت بہت محسوس ہونے لگی تھی..

"مجھ سے محبت کر لو محرم..!" زرخان کی آواز میں تھکاوٹ سی تھی. جبکہ زرخان کی بات پر وہ کچھ سمٹ سی گئی. رخسار دہکنے لگے.

"مم.. مجھے چھوڑ.. دیں سر... مم... میں.. کر لوں گی آپ.. سے... پپ.. پیار.. مم.. مگر.. ابھی چھوڑ.. دیں.. پلیز..!!" محرم نے رخ موڑ کر بامشکل درخواست کی ورنہ سیدھے رخ تو اس کے لیے بولنا ناممکن ہی تھا.

"کب کرو گی...؟؟ اتنے دن تو ہو چکے ہیں اُس رات کو.. تم ابھی بھی دیر سے ہی سوتی ہو..، میں چاہتا ہوں کہ تم میری بانہوں میں سکون سے سویا کرو..!!" اسکا گلابی پڑتا رخسار سہلاتے ہوئے وہ نرمی سے بول رہا تھا.. جبکہ محرم کی حالت اسکی قربت، اسکی انگلیوں کے لمس اور بے باک گفتگو پر غیر ہو رہی تھی. جسم کا سارا خون گالوں پر ہی تو سمٹ آیا تھا.

"میری جان نکل جائے گی مجھے چھوڑ دیں پلیز..!!" دل کی تیز ہوتی دھڑکنوں سے گھبرا کر وہ جلدی سے بولی. اسکے کپکپاتے لبوں کو بغور دیکھتے ہوئے زرخان کے لبوں پر مسکراہٹ در آئی.. اسکی کمر کے گرد دوسرا بازو بھی حمائل کرتے ہوئے اسنے کروٹ بدلی تھی اور احتیاط سے اسے بیڈ پر لیٹا دیا.. جبکہ محرم جو سختی سے آنکھیں میچ چکی تھی اسکے دور ہونے پر وحشت زدہ آنکھیں کھول کر اسکی جانب دیکھا.

"تمہاری جان کے پیش نظر تم سے دور ہو گیا ہوں.. مگر آئندہ چھوڑنے کی بات مت کرنا.. میں اب تمہیں کبھی نہیں چھوڑونگا ہنی.. کبھی نہیں..!!" اسکی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے وہ سنجیدگی سے کہہ رہا تھا.. محرم سانس روکے یک ٹک اسکے وجیہہ چہرے کو دیکھ رہی تھی.. جبکہ اسے یوں اپنی جانب مسلسل دیکھتا پا کر زرخان کے لب پھر سے مسکرا اُٹھے..

"اب اگر یونہی دیکھتی رہو گی تو میں پھر سے تمہارے قریب آجاؤں گا.." کہہ کر اسنے نچلا لب دانتوں میں دبایا.. ایسا کرنے سے اسکے عنابی ہونٹوں سے نیچے براؤن شیو بڑی بھلی لگ رہی تھی. محرم کی ہارٹ بیٹ مس ہوئی تھی.. اُسنے گھبرا کر نظروں کا زاویہ بدل لیا. زرخان کی مسکراہٹ گہری ہو گئی. شاید وہ بھی اپنی دلکشی سے بخوبی واقف تھا.

"میں نیچے ڈائننگ ٹیبل پر تمہارا ویٹ کر رہا ہوں.. پانچ منٹ میں آجاؤ شاباش.. ناشتے کے بعد ہاسپٹل چلتے ہیں..!" نرمی سے کہہ کر وہ پلٹا اور کمرے سے نکلتا چلا گیا. محرم نے کب کا رکا ہوا سانس دوبارہ لیا.. دل کی دنیا تہہ و بالا ہو چکی تھی..

♦♦♦♦

صبح جاگتے ہی اُسے آفس جانے کی فکر پڑ گئی.. دل بری طرح گھبرانے لگا تھا.. مچلتے دل کو سنبھالتی ہوئی وہ کچن میں آئی تھی.. اور ناشتا کرنے کے بعد جلدی جلدی برتن دھونے لگی.. برتن دھوتے ہوئے اُسے اپنے ہاتھ کی پشت پر شدید جلن کا احساس ہوا تھا.. زمل نے فوراً نگاہ ہاتھ پر کی تھی اور اگلے ہی پل اسکی چیخ نکلتے نکلتے بچی تھی. کل رات ہاتھ کا جو حصہ جل گیا تھا اب وہاں سرے سے کھال ہی موجود نہیں تھی اور پانی پڑنے کی وجہ سے جلن اور اکڑاہٹ شدت سے محسوس ہو رہی تھی. زمل کی آنکھ بھر آئی..

"کیا مصیبت ہے، کسی قابل نہیں چھوڑا آپ نے مجھے.." وہ تصور میں شہباز حسن سے مخاطب تھی. برتن وہیں چھوڑ کر وہ کچن سے باہر آئی اور صحن میں آکر ہاتھ کا جائزہ لیا.

جانے رات کے کس وقت نیند میں ہی ہاتھ مسلنے کی وجہ سے کھال اتر گئی تھی اور اب پانی میں ہاتھ ڈال لینے کی وجہ سے مزید تکلیف.. اُسے خود پر شدید غصہ آرہا تھا. دل چاہ رہا تھا کہیں جا چھپے.. جہاں نہ شہباز حسن ہو اور نہ ہی اسکی یاد...!!

آنسو صاف کر کے منہ بسورتی ہوئی وہ اپنے اور سلمیٰ جہاں کے کمرے میں آگئی جہاں سلمیٰ جہاں ابھی تک خواب خرگوش کے مزے لوٹ رہی تھیں.. فجر کی نماز کے بعد وہ اکثر سو جایا کرتی تھیں اور اگر جاگتی رہتیں تو پھر زمل کو بھی سونے نہیں دیتی تھیں، اسے بھی جگا دیتیں اور اسے نت نئے رشتوں کی بابت بتاتی رہتیں.. آفس جانے سے پہلے وہ خود ندا کو جگا دیا کرتی تھی تاکہ ندا اور سلمیٰ جہاں بھی ناشتا کر کے فارغ ہو جائیں.. آج بھی اسنے لباس تبدیل

کر کے چادر سر پر جمائی اور گھڑی کو دیکھا جہاں پونے نو ہو رہے تھے. سلمیٰ جہاں کو سوتا چھوڑ کر وہ معمول کے مطابق ندا کے روم میں آئی تھی.

"ندا اٹھ جاؤ میں جا رہی ہوں.. "اسکا کندھا ہلا کر زمل نے اونچی آواز میں کہا.

"اوں.. ہوں.. زمی آپو.. آج میری.. طبعیت کچھ.. ٹھیک نہیں لگ رہی مجھے، آپ مت جائیں ناں آج..!"ندا نے مندی مندی آنکھیں کھول کر کہا.

"کیا ہوا طبعیت کو..؟؟"زمل نے تشویش سے آگے بڑھ کر اسکی پیشانی چھو کر دیکھی.. بخار نہیں تھا.

"بخار نہیں ہے، طبعیت کچھ بوجھل سی ہو رہی ہے..!"ندا اُٹھ کر بیٹھ گئی. زمل کو سمجھ نہ آئی کہ اب کیا کرے..

"ندا میں تو پہلے ہی دو چھٹیاں کر چکی ہوں چندا.. اگر آج آفس نہ گئی تو سر مجھے جاب سے ہی نکال دیں گے.."کہتے ہوئے زمل نے اسکے بال سہلائے..

"کہہ تو آپ ٹھیک رہی ہیں..!"ندا ہولے سے مسکرائی.

"میں کوشش کرونگی کہ جلدی آجاؤں.. تم پریشان مت ہونا.."زمل نے اسکا ہاتھ تھپکا اور اُٹھ کھڑی ہوئی.

ندا نے اثبات میں سر ہلایا تو وہ تیزی سے چلتی ہوئی گھر سے باہر نکل آئی. ڈرائیور اپنی مخصوص جگہ پر موجود تھا. زمل اسے سلام کر کے گاڑی میں جا بیٹھی... تمام راستہ وہ مضبوط بنی بیٹھی رہی مگر آفس کے باہر گاڑی رکتے ہی اسکا حوصلہ بھربھری ریت کی طرح بیٹھ گیا.. ہاتھ میں پکڑے پاؤچ پر گرفت مضبوط کرتی وہ دھیمی چال چلتی ہوئی عمارت کے اندر داخل ہو گئی..

گڈ مارننگ جیسے جملے سنتے اور کہتے ہوئے وہ اپنے کیبن میں آگئی.. اپنی سیٹ سنبھالتے ہوئے اُسنے ونڈو آن کی تھی.. وہ جانتی تھی کہ کسی بھی وقت شہباز حسن کی طرف سے اسکا بلاوا آسکتا ہے اسی لیے ایک امپورٹنٹ فائل کھول کر

وہ اُس پر ورکنگ کرنے لگی.. وہ اُس سے بچنے کی کوشش تو کر سکتی تھی مگر ایک ہی جگہ پر کام کرتے ہوئے وہ اس سے چھپ نہیں سکتی تھی.. ابھی اسے ورکنگ کرتے بیس پچیس منٹ ہی گزرے تھے کہ وہ اسکے کیبن میں ہی آ دھمکا.. اسکی موجودگی محسوس کر کے زمل نے ایک پل کو پلکیں جھپکی تھیں پھر خود کو پُر سکون کرتے ہوئے اسکی جانب نگاہ کی.

"گڈ مارننگ سر..!" وہ زبردستی مسکرائی.

"واٹ اباؤٹ یور فیور..؟؟" اسکی مسکراہٹ کو نظر انداز کیے وہ گہری سنجیدگی سے اسکے چہرے پر بیماری کا کوئی آثار جانچ رہا تھا مگر وہ بیمار رہی ہوتی تو کوئی آثار موجود بھی ہوتا.. زمل اسکے پوچھنے کے انداز سے ہی سمجھ گئی تھی کہ وہ غصے میں ہے.

"اٹس فائن..!" زمل نے نگاہ چراتے ہوئے کہا. شہباز حسن نے بغور اسکا نظر چرانا دیکھا..

"ایسے کب تک چلے گا مس زمل..؟؟ جب آپکا دل چاہے گا آپ اپنی مرضی سے چھٹی کر لیں گی..؟؟ یہ میری کمپنی ہے، ایسی لاپرواہی میں خود نہیں برتتا کجا کہ میرا کوئی ایمپلائی..؟؟" اسکا لہجہ سخت تھا اور آواز اونچی.. باقی کیبنز میں اپنا کام کرتے ایمپلائیز بھی متوجہ ہونے لگے.. اس قدر بے عزتی پر زمل کی آنکھیں نم ہونے لگیں..

"ایم... سس.. سوری سر..!" وہ بامشکل بولی.

"نو سوری نو ایکسکیوزز.. دو دن آپ نے چھٹی کی ہے اور آج جب تک پچھلے دو دنوں کی ورکنگ کمپلیٹ نہیں ہو جاتی آپ گھر نہیں جائیں گی.. اینڈ یہ لاسٹ وارننگ ہے جو میں آج آپکو دے رہا ہوں.. نیکسٹ ٹائم بنا بتائے، اور بلاوجہ چھٹی کرنے کی صورت میں آپ گھر ہی رہیئے گا، آفس آنے کی ضرورت نہیں ہے آپکو..!!" درشتگی سے کہتا وہ وہاں موجود ہر ایمپلائی کو پہلے والا شہباز حسن لگا تھا.. اسکا یہ غصہ کافی مہینوں سے کسی بھی ایمپلائی کو دیکھنے کا موقع

نہیں ملا تھا جبکہ زمل تو شرمندگی سے زمین میں گڑی جا رہی تھی. آنسو متواتر سے گالوں پر پھسل رہے تھے.. اسکا نازک دل ٹوٹ کر کرچی کرچی ہو چکا تھا جبکہ شاہ اپنی بات کہہ کر وہاں رکا نہیں تھا.. وہ اپنے آفس روم میں جا چکا تھا.. زمل ٹیبل پر سر رکھ کر بری طرح رو دی.

محبت ہم نے کی ہے،

خسارہ ہم ہی بھگتیں گے..!

کچھ دیر تک روتے رہنے کے بعد وہ سیدھی ہوئی تھی اور ٹشو سے چہرہ صاف کیا. کسی نے بھی اسکے پاس آکر ہمدردی جتانے کی کوشش نہیں کی تھی کیونکہ شہباز حسن کی موجودگی میں زمل سے ہمدردی اپنے ہی گلے پڑ سکتی تھی.

دکھتے سر کو چند منٹ تک دبا لینے کے بعد اسنے مانیٹر کی سکرین پر توجہ دی.. پھر جلے ہوئے ہاتھ کی پرواہ کیے بغیر وہ اپنا کام کرنے لگی.. دل ہی دل میں خود کو کوستے ہوئے وہ بار بار نم ہوتی آنکھوں کو صاف کر رہی تھی.. یونہی کی بورڈ پر انگلیاں چلاتے چلاتے لنچ ٹائم ہو گیا تھا جب مس ثناء اسکے کیبن میں آئی تھی. اسکے ہاتھ میں چائے اور سینڈوچ کی پلیٹ تھی.. پلیٹ کو ٹیبل پر رکھتے ہوئے اسنے زمل کے چلتے ہاتھ پر نرمی سے اپنا ہاتھ رکھا..

"آہ..!" اسکے لبوں سے سسکاری نکل گئی. ثناء نے فوری طور پر ہاتھ واپس کھینچا..

"کیا ہوا..؟؟" ایک نظر اسکے تکلیف زدہ چہرے کو دیکھنے کے بعد ثناء نے دوسری نظر اسکے ہاتھ پر ڈالی. انگوٹھے والی سائیڈ سے ہاتھ کافی زیادہ جلا ہوا تھا اندر والی سرخ کھال نظر آ رہی تھی.. ثناء پریشان ہو گئی.

"یہ کیسے ہوا..؟؟" اسکی آواز میں فکر تھی. زمل نے بھیگتی پلکوں کو جھپک کر آنسو حلق میں اتارنے کی کوشش کی.

"کل شام.. روٹی پکاتے ہوئے جل گیا تھا.." اُسنے دھیمے لہجے میں جواب دیا.

"اور تم اسی تھمب سے صبح سے سپیس کا بٹن کلک کر رہی ہو رائٹ..؟؟اکڑاہٹ نہیں ہو رہی اس میں..؟؟"
پوچھتے ہوئے وہ تاسف سے اسکا جلا ہوا ہاتھ دیکھ رہی تھی.
"ہو رہی ہے مگر کیا کروں..؟؟سنا نہیں آپ نے صبح سر نے کیا کہا ہے..؟؟مجھے آج ہی سارا کام کمپلیٹ کرنا ہے..!!" کہتے کہتے اسکی آواز بھیگ گئی..اسے پہلے ہی خود پر غصہ آرہا تھا اس پہ مزید ثناء کی یہ ہمدردی اسکے زخم ہرے کر رہی تھی.
"تو تم کم از کم انہیں اپنا یہ ہاتھ تو دکھا دیتیں..،اتنے بھی ظالم نہیں ہیں وہ کہ یہ زخم دیکھ کر بھی تم سے کام کرواتے..!"ثناء نے اسے لتاڑا.
"مجھے نہیں پتہ کہ وہ کتنے ظالم ہیں اور کتنے نرم دل..یہ کام میری ذمہ داری ہے اور میں اپنی ذمہ داری پوری کر رہی ہوں بس..!!"زمل نے زرا سنجیدگی سے کہا.
"اوکے فائن..تم یہ چائے پیو اور سینڈوچ کھاؤ میں سر کو انفارم کرتی ہوں کہ تمہاری طبعیت ٹھیک نہیں ہے..ہو سکتا ہے آج جلدی جان چھوٹ جائے تمہاری.."نرمی سے کہہ کر وہ پلٹی.
"مجھے کچھ نہیں کھانا مس ثناء، اینڈ پلیز آپ سر کو کچھ مت بتائیں مجھے انکی مہربانیوں کی ضرورت نہیں ہے..!"زمل نے اسے روک دیا.وہ حیرت سے اسکی طرف گھومی.
"کم آن زمل..اتنی اموشنل کیوں ہو رہی ہو یار تم..؟؟ایسی عزت افزائی تو میں سو بار کروا چکی ہوں مگر کبھی اتنا فیل نہیں کیا جتنا تم کر رہی ہو..اور ویسے بھی یہاں سبھی کی ٹھنڈی ہوتی ہی رہتی ہے..اتنا فیل کرو گی تو یہاں رہنا مشکل ہو جائے گا..،جسٹ ریلیکس..یہ چائے پیو تم میں آتی ہوں..!"اسکا کندھا تھپک کر وہ چلی گئی.

زمل نے ایک نظر بھاپ اُڑاتی چائے کو دیکھا پھر دُکھتے سر کے پیشِ نظر چائے کا کپ لبوں سے لگا لیا.. چائے کے گھونٹ بھرتے ہوئے وہ پھر سے مانیٹر کی سکرین کی طرف متوجہ ہوئی. اسکے چائے ختم کرنے سے پہلے ہی ثناء واپس آ دھمکی.

"جاؤ بھئی.. سر کو خوب ہی سمجھا کر آئی ہوں.. تمہیں بلا رہے ہیں.. جلدی سے چلی جاؤ..!" ثناء نے مسکراتے ہوئے کہا.

"مگر میں نے تو آپکو منع کیا تھا..!" زمل پریشان ہو گئی.

"ہاں مگر میں پیدائشی ڈھیٹ ہوں، ہمیشہ اپنی مرضی ہی کرتی ہوں.. تم جاؤ شاباش..!" ڈھٹائی سے ہنستے ہوئے اُسنے اپنی خوبی بیان کی. زمل کے لبوں پر بھی مسکراہٹ در آئی.

"دیٹس لائک آ گڈ گرل.. جاؤ جلدی سے جاؤ.." پلیٹ میں پڑا سینڈوچ جو وہ زمل کے لیے لائی تھی، اب وہ خود کھانے لگی تھی.. جبکہ زمل انگلیاں مروڑتی ہوئی باس کے آفس روم کی طرف چلی آئی. اب جانے کیا سلوک کرنے والا تھا وہ اسکے ساتھ...

♦♦♦♦

"میں اس معاملے میں مکمل طور پر بے بس ہوں بخش.. میں علیزہ کے لیے کوئی جذبہ محسوس نہیں کر پاتا تو اس میں میرا کیا قصور ہے..؟؟" زرخان نے گاڑی ڈرائیو کرتے داد بخش کیطرف دیکھتے ہوئے سنجیدگی سے کہا.

"مجھے ایسا کیوں لگ رہا ہے کہ آپ سچ سے بھاگ رہے ہیں سائیں..؟؟" داد بخش نے بھی سنجیدگی کا مظاہرہ کیا.

"اور وہ سچ کیا ہے..؟؟" زرخان نے تیوری چڑھائی.

"جب آپ سننا ہی نہیں چاہتے تو میں کیا بتاؤں..!!" داد بخش نے خفگی سے کہا.

"یار بخش اب تم یوں بیویوں کی طرح منہ مت بناؤ..!" زرخان نے خلاف معمول غیر سنجید گی سے کہا. داد بخش نے حیرت سے اسکی طرف رخ موڑ کر دیکھا. کیا یہ تبدیلی محرم کی وجہ سے آئی تھی... اسے حقیقتاً خوشگوار حیرت ہوئی تھی.

"مجھے لگ رہا تھا کہ سچائی یہ ہے کہ آپ..، علیزہ بی بی کو پسند کرتے ہیں، مگر آپکے انداز بتا رہے ہیں کہ سچائی کچھ اور ہی ہے جسکا اندازہ شاید آپکو بھی نہیں ہے..!!" زرخان کو مطمئن دیکھ کر اُسے اپنے اندر سکون اترتا محسوس ہو رہا تھا. گزرے سولہ سالوں میں وہ پہلی بار بخش کو بدلا بدلا سا لگا.

"اور وہ کون سی سچائی ہے جس کا اندازہ نہیں ہے مجھے..؟؟" وہ نرمی سے پوچھ رہا تھا، آنکھیں مسکراتی ہوئی لگ رہی تھیں.

"آپ محرم بی بی کو چاہنے لگے ہیں شاید..؟؟" بخش نے تاک کر نشانہ لگایا. زرخان کی آنکھوں کی چمک بڑھی تھی.. لب ہولے سے مسکرائے تھے.. دوسری جانب داد بخش کا شک یقین میں بدل چکا تھا.

"تم غلط سمجھ رہے ہو بخش..!!" زرخان نے آرام سے سیٹ کی پشت سے ٹیک لگالی.

"میں اُسے چاہتا نہیں ہوں لیکن، یہ ضرور چاہتا ہوں کہ وہ مجھے چاہے، وہ مجھے سوچے، مجھے یاد کرے میرے نام کی مالا جپے.. میں اُسکی دھڑکنوں میں اپنا نام سننا چاہتا ہوں بخش.. وہ اتنی بے ضرر اور معصوم سی ہے، سوچتا ہوں کہ جب وہ مجھے چاہے گی تو کیسا ہو گا وہ لمحہ..!! میں بس اسکی چاہت چاہتا ہوں.. اسکی توجہ چاہتا ہوں.. اسکی محبت چاہتا ہوں..!!" آنکھیں بند کیے وہ مسرور سا کہہ رہا تھا جیسے اُسے یقین ہو کہ جیسا وہ چاہتا ہے ویسا ہو جائے گا.. بخش کو شدت سے علیزہ کی بدنصیبی کا احساس ہوا.. وہ بے چاری جو کام آٹھ سالوں میں اپنی محبت اور توجہ سے نہیں کر پائی تھی وہ ہی کام محرم آفندی ایک مہینے سے بھی کم عرصے میں..، اپنی لاپرواہی سے کر چکی تھی. وہ زرخان عباسی کے

دل میں جذبات کی ٹھنڈی آگ لگا چکی تھی، انجانے میں ہی سہی مگر اسکے دل میں اپنی خواہش جگا چکی تھی، اور وہ بے خبر اعتراف بھی کر رہا تھا تو کس انداز میں...؟؟ داد بخش نے گاڑی کی سپیڈ ہلکی کر دی.

"علیزہ بی بی کو کیا جواب دیں گے اب آپ..؟؟ پچھلے آٹھ سال سے چاہتی آ رہی ہیں وہ آپکو سائیں، مگر میں نے آپکو کبھی انکی محبت پر یوں مسرور نہیں دیکھا.. ایسی کیا خاص بات ہے محرم بی بی میں..؟؟" وہ دھیمے لہجے میں پوچھ رہا تھا.

زرخان سیدھا ہوا اور نگاہ سامنے سڑک پر جمائی.

"اس سے زیادہ کیا خاصیت ہو گی کہ محرم میری بیوی ہے..!!" زرخان کے لہجے میں استحقاق بول رہا تھا. داد بخش کو حقیقتاً علیزہ کے لیے افسوس ہوا.

"سائیں آپ نے علیزہ بی بی سے وعدہ کیا تھا..!!" داد بخش نے ہمیشہ کی کہی گئی بات دہرائی.

"اور محرم سے میں نے.. نکاح کیا ہے بخش.." زرخان نے نکاح پر زور دیا.

"آپ آج علیزہ بی بی سے ملنے والے ہیں.. کیا کریں گے...؟؟ کیا کہیں گے اُن سے..؟؟ کیا آپ اُنہیں سچ بتانے کی ہمت رکھتے ہیں..؟؟" داد بخش کے پاس ایک کے بعد دوسرا سوال تیار تھا.

"تمہیں کیا لگتا ہے..؟؟" ایک ابرو اچکا کر زرخان نے پوچھا.

"آپکے حالات بتا رہے ہیں کہ آپ انہیں سچ بتانے سے بلکل گریز نہیں کریں گے.." داد بخش نے افسردگی سے کہا.

"بالکل ٹھیک سمجھا تم نے.. میں اُس سے سچ چھپانا نہیں چاہتا مگر وہ یہ سچ سننے کی ہمت نہیں رکھتی اسلیے فی الوقت میں اُسے اس بارے میں کچھ نہیں بتاؤں گا.." زرخان نے داد بخش کو اپنا ارادہ بتا دیا.

"یعنی اب آپ.. علیزہ بی بی سے شادی نہیں کریں گے..؟؟" داد بخش کو رہ رہ کر علیزہ کا دکھ کھائے جا رہا تھا مگر جس کو فکر ہونی چاہیے تھی وہ پر سکون تھا.

"میں پہلے بھی علیزہ سے شادی صرف اپنا وعدہ نبھانے کے لیے کرنا چاہ رہا تھا بخش، میں تمہیں بتا چکا ہوں کہ مجھے اُس میں کبھی دلچسپی نہیں رہی.. اور شاید میں اب بھی اُس سے شادی کر لیتا مگر علیزہ، محرم کو ایکسیپٹ نہیں کرے گی، اور میں محرم کے لیے کسی قسم کی تکلیف نہیں چاہتا..!!" زرخان نے ٹھہر ٹھہر کر جواب دیا. اسکی ہر بات میں محرم کا ذکر شامل تھا.

اگر ایک طرف داد بخش کو زرخان کے لیے خوشی ہوئی تھی تو دوسری طرف علیزہ کے لیے افسوس بھی ہو رہا تھا مگر جو بھی تھا، علیزہ اسکے لیے زرخان عباسی سے بڑھ کر نہیں تھی. وہ سر جھٹکتے ہوئے دوبارہ گاڑی کی سپیڈ بڑھا چکا تھا..

"آج آپ محرم بی بی کو بڑی بی بی سے ملوانے نہیں لے جا رہے..؟؟" بخش نے دریافت کیا.

"تمہیں پتہ تو ہے کہ آج آفس میں امپورٹنٹ میٹنگ تھی، اسکے جاگنے سے پہلے ہی آفس آ گیا تھا میں ورنہ اگر وہ جاگی ہوئی ہوتی تو مجھے آنے ہی ناں دیتی..!" زرخان ہولے سے ہنسا.

"تو پھر اب..؟؟ بڑی بی بی سے کیا کہیں گے..؟؟" بخش بھی مسکرایا تھا. سامنے ہاسپٹل کا گیٹ نظر آ رہا تھا.

"کہہ دوں گا کہ محترمہ سو رہی تھیں..!" زرخان نے سنجیدگی سے کہا.

گاڑی ہاسپٹل کے گیٹ سے ہوتی ہوئی پارکنگ ایریا میں داخل ہو رہی تھی.

"ویسے، نوراں کے ساتھ کافی دل لگ چکا ہے مام کا.." وہ زیر لب مسکرایا. بخش نے بھی ہنستے ہوئے اثبات میں سر ہلایا.. پھر گاڑی پارک کر کے وہ دونوں ہاسپٹل کی عمارت کی طرف بڑھنے لگے... اب تو زرخان فاطمہ کے روم تک قدموں کا فاصلہ بھی گن چکا تھا... اسے اکیلے ہی آتے دیکھ وہ کچھ پریشان سی ہو گئیں.

"کیا ہوا محرم کہاں ہے..!" وہ گردن اونچی کر کے اسکی پشت سے پیچھے دیکھنے کی کوشش کرنے لگیں..

"ریلیکس فاطمہ مام.. وہ سو رہی تھی، اور آج میں زرا جلدی میں تھا اسی لیے اُسے نہیں لے کر آیا.. تھوڑی دیر تک بخش جا کر اسے لے آئے گا.. آپ فکر مت کریں..!" زرخان نے انہیں واپس لیٹا دیا.. اسکی بات سن کر وہ کچھ مطمئن سی ہو گئیں. مگر آنکھوں میں جلتی جوت بجھ سی گئی تھی.

"یعنی میرا آنا کافی نہیں ہے آپکے لیے..؟؟" زرخان نے مصنوعی خفگی جتائی. وہ ہولے سے ہنس پڑیں.

"نہیں دراصل تمہارا محرم کے بغیر آنا ناکافی ہے، جب تم دونوں ساتھ آتے ہو تو اُسے تمہارے ساتھ دیکھ کر مجھے خوشی ہوتی ہے..!" انہوں نے آہستگی سے کہا.

"یعنی اگر اب وہ آئے گی بھی تو آپکو خوشی نہیں ہو گی..؟؟" اسنے مزاقاً پوچھا.

"بالکل.. اسلیے اب اُسے گھر ہی رہنے دو.. میں فون پر بات کر لوں گی اُس سے..!" انہوں نے نرمی سے کہا. داد بخش کو انکی باتیں حیرت میں مبتلا کر رہی تھیں جبکہ زرخان سر جھکائے ان سے پچھلی رات کی تفصیل سن رہا تھا.. پھر نوراں (ملازمہ) کو روزانہ کی دی گئی ہدایات پھر سے دے کر وہ داد بخش کے ہمراہ وہاں سے نکل آیا. گاڑی میں بیٹھتے ہوئے اسنے بخش کو ریسٹورنٹ کی طرف گاڑی موڑنے کا کہا جہاں علیزہ اسکی منتظر تھی. اسکی پر سوچ نگاہیں چلتی سڑک پر مرکوز تھیں..

♦♦♦♦

"مے آئی کم اِن سر..؟؟" ہمیشہ جیسا مودب انداز اور دھیمی آواز.. صوفے پر بیٹھے شہباز حسن نے نگاہ اُٹھا کر اسکی جانب دیکھا.

"یس..!!" اسنے نرمی سے کہا. وہ چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی اس سے زرا فاصلے پر جا کھڑی ہوئی.

"آپ نے بلایا تھا سر..؟؟" زمل کا لہجہ بھیگا ہوا تھا. شہباز حسن نے بغور اسکے جھکے سر کیطرف دیکھا.

"مس ثناء بتا رہی تھیں کہ آپکے ہاتھ پر کوئی سیریس چوٹ آئی ہے شاید.., جسکی وجہ سے آپکو ٹائپنگ میں پرابلم بھی ہو رہی ہے..؟؟ از شی رائٹ..؟؟" شاہ نے سنجیدگی سے پوچھا. نگاہیں ہاتھ پر لگی اس چوٹ کو ڈھونڈ رہی تھیں جسکے بارے میں ثناء بتا کر گئی تھی.

"مجھے ٹائپنگ میں کوئی پرابلم نہیں ہو رہی سر... اور رہی بات چوٹ کی تو وہ میرا مسئلہ ہے، اٹس ناٹ یور ہیڈک.. آپکو آپکا کام کمپلیٹ چاہیئے تو اُس بارے میں آپکو فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے، کام کمپلیٹ کر کے ہی جاؤں گی میں آج..." برفیلے لہجے میں بولتی وہ صبح کی بے عزتی کا بدلہ لے رہی تھی. شہباز حسن کو اسکے لہجے سے اپنی کی گئی زیادتی کا احساس ہوا. پینٹ کی پاکٹس میں ہاتھ پھنساتے ہوئے وہ کھڑا ہو گیا. زمل دو قدم پیچھے ہوئی.

"میں نے آپ کو یہاں آپکی چوٹ کے متعلق پوچھنے کے لیے بلایا ہے مس زمل، کام کی بات تو صبح ہو چکی ہے..!!" شہباز حسن نے نرمی سے کہا.. جبکہ اسکے میٹھے لب و لہجے پر زمل نے تڑپ کر اسکی طرف دیکھا.

"اور میں بھی کہہ چکی ہوں کہ میری چوٹ آپکا سر درد نہیں ہے..!" وہ زرا سختی سے بولی. ناچاہتے ہوئے بھی ایک آنسو اسکے رخسار پر پھسل گیا جسے اسنے بے دردی سے صاف کر لیا.

شہباز حسن کا ملال بڑھنے لگا.

"میں.. میں ڈسٹرب تھا مس زمل.. ایم ایکسٹریملی سوری فار دیٹ..!" شاہ نے ہولے سے کہا. زمل نے ایک شکوہ کناں نگاہ اُس پر ڈالی.

"اور میں اس وقت ڈسٹرب ہوں سر... اسلیے آپکی یہ سوری، بے فائدہ ہے..!" زمل نے سنجیدگی سے کہا اور جانے کے لیے پلٹی.

"زمل پلیز..!" شہباز حسن نے اُسکا ہاتھ تھام لیا. اور ہاتھ تھامنا ہی قیامت برپا کر گیا تھا. سلگتی نظروں سے اسکی جانب دیکھتی وہ پھٹ پڑی..

"پلیز فار واٹ..؟؟ میں بتا چکی تھی کہ میری طبعیت خراب ہے.. پھر بھی میں آپکے کہنے پر آفس آئی اور آپ نے کیا کیا..؟؟ سب کے سامنے ذلیل کر دیا مجھے.. کیا ذلیل کرنے کے لیے ہی بلایا تھا مجھے..؟؟" غصے سے پوچھتی آخر میں وہ رو پڑی.

"زمل پلیز سٹاپ ویپنگ..!!" شہباز حسن نے نرمی سے اسکا ہاتھ دبایا تھا جسے اُسنے ایک جھٹکے سے کھینچ لیا.

"مجھے جانے دیں پلیز.. میں آپکی کچھ نہیں ہوں، صرف ایک ایمپلائی ہوں.. اور ایمپلائز کو ذلیل کر کے اُن سے معافیاں نہیں مانگی جاتیں.. بلکہ معافی تو مجھے مانگنی چاہئے کہ میں نے ابھی آپ سے شکوہ کیا ہی کیوں..؟؟ آپ حق رکھتے ہیں مجھے ذلیل کرنے کا مگر میں حق نہیں رکھتی کہ آپ سے بدلے میں کوئی شکوہ کروں.. ایم سوری فار دیٹ...!!" سنجیدگی سے کہتے ہوئے اسنے آنکھ سے بہتا پانی صاف کیا اور ایک بار پھر سے جانے کے لیے پلٹی.

"زمل پلیز میں نے کہا ناں کہ میں ڈسٹرب تھا..!" شہباز حسن سرعت سے اسکے سامنے آیا.

"تو اپنی ساری فرسٹریشن آپ مجھ پر ہی نکالیں گے..؟؟" زمل نے پھر سے شکوہ کیا.

"ڈیم اٹ تمہاری وجہ سے ڈسٹرب تھا تو فرسٹریشن بھی تمہی پر نکالوں گا ناں..!" وہ پہلی بار آپ سے تم پر آیا تھا.

زمل کا دل پل بھر کو ساکت ہوا تھا. وہ شاندار شخص اسکے سامنے، اسکے قریب کھڑا اُسے منانے کی سعی کر رہا تھا.

"مم.. مطلب..؟؟" اس ساری گفتگو کے درمیان پہلی بار اسکی زبان لڑکھڑائی تھی.

"کوئی مطلب سمجھ نہیں آتا تمہیں ہے ناں..؟؟ پاگل کر کے رکھ دیا ہے تم نے مجھے اور انجان ہونے کا دعویٰ کر رہی ہو..؟؟ کب سمجھو گی مجھے زمل..؟؟ کب سمجھو گی..؟؟ کیا تب جب مکمل حواس کھو بیٹھوں گا میں..؟؟" اسکے

دونوں بازو اپنی مضبوط آہنی گرفت میں لے کر شہباز حسن نے اُسے جھنجھوڑ ڈالا. زمل کی دھڑکنیں منتشر ہونے لگیں..

"مم..میں نے..کک..کچھ نہیں کیا..!!" وہ سادگی سے بولی. لہجہ ڈگمگا رہا تھا.

"تم نے ہی تو کیا ہے، تمہاری ان آنکھوں نے.. تمہارے ان ہونٹوں نے.. تمہاری ان پلکوں نے.. تمہاری معصومیت نے مجھے لُوٹ لیا ہے، میری راتوں کی نیند.. میرے دن کا قرار سب چھین لیا ہے تم نے زمل.. کیا ہو تم..؟؟ کیا جادو ہے تم میں.. مجھے بتاؤ زمل میں کیا کروں..؟؟" اسکے لہجے میں جذبوں کا طوفان بول رہا تھا. محبت کے بوجھ سے بھاری ہوتی آنکھوں میں سرخ ڈورے ابھر آئے تھے جبکہ گرفت اتنی مضبوط تھی کہ زمل کو لگا اسکے بازو جسم سے الگ ہو جائیں گے.. اسکا دل بہت تیزی سے دھڑک رہا تھا. اپنی خوش نصیبی پر دل جھوم اُٹھا تھا. زمل نے جگ مگ کرتی روشن آنکھوں سے اسکی سرخ پڑتی آنکھوں میں دیکھا.

"مجھ سے شادی کرو گی..؟؟" وہ نرمی سے پوچھ رہا تھا. شاہ کی آنکھوں میں رد ہو جانے کا خوف بہت واضح تھا.

"کوئی آ جائے گا..!" زمل آہستہ سے اُس سے دور ہوئی.

"مجھے فرق نہیں پڑتا..!" شہباز حسن نے سنجیدگی سے کہا.

"لیکن مجھے پڑتا ہے..!" زمل نے فوراً جواب دیا.

"یہ میرے سوال کا جواب نہیں ہے زمل...!!" شاہ ایک قدم آگے بڑھا.

"ہاں کیونکہ آپکے اس سوال کا جواب دینے کا حق میرے پاس نہیں، میری امی کے پاس ہے..!!" کہتے ہوئے وہ نگاہ جھکا گئی. خوبصورت لبوں پر مسکراہٹ رقص کرنے لگی. شہباز حسن ایک دم ہلکا ہو گیا. دل میں کہیں اطمینان سا اترنے لگا.

"تو ٹھیک ہے، اب اس بارے میں تمہاری امی سے ہی بات ہو گی.. اور بہت جلد ہو گی..!" شہباز حسن کا لہجہ مسکراتا ہوا تھا. زمل تیزی دروازہ کھول کر باہر نکل آئی. چہرے پر گلال بکھر رہا تھا. دھک دھک کرتا دل محبت کی کامیابی پر مسرور ہو رہا تھا.

♦♦♦♦

نگاہوں میں وارفتگی لیے وہ اُسے دیکھ رہی تھی... بلاشبہ وہ وجاہت کا شاہکار تھا.

"تم اتنے ہینڈسم کیوں ہو علی..؟؟" وہ مسکراتے ہوئے پوچھ رہی تھی. زرخان کے لبوں پر مسکراہٹ پھیل گئی.

"یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ تمہاری قریب کی نظر خراب ہو..!" مسکراہٹ دباتے ہوئے زرخان نے سنجیدگی سے کہا.

"ویری فنی، اب تم مزید تعریف کروانا چاہ رہے ہو کیا..؟؟" کہتے ہوئے علیزہ کھلکھلائی تھی.

"ناٹ ایٹ آل..!" زرخان نے سکون سے کہا.

"ہمم... واٹ اباؤٹ یور سٹیپ مدر..؟؟" ایک دم اسے یاد آیا تو وہ پوچھ بیٹھی. وہ صرف اتنا ہی جانتی تھی کہ وہ اپنے باپ کی بیوی کو ڈھونڈ رہا ہے، اور اسی کھوئی ہوئی عورت کی وجہ سے زرخان اور علیزہ کی شادی والا معاملہ لٹکا ہوا تھا سو وہ اُس سے جب بھی ملتی، اس بارے میں پوچھ لیا کرتی تھی. علیزہ کے پوچھنے پر زرخان کے چہرے پر سایہ سا لہرا گیا. جھوٹ وہ بولتا نہیں تھا.. اور سچ وہ اُسے ابھی بتانا نہیں چاہتا تھا.

"چند دن پہلے مل چکی ہیں وہ مجھے، اُنہی کی وجہ سے بزی تھا میں..!" زرخان نے سنجیدگی سے بتایا. زرخان کے کہنے پر علیزہ نے حیرت سے اسے دیکھا.

"اور تم مجھے اب بتا رہے ہو...؟؟ آئی ڈونٹ بلیو دز.. اگر میں اب بھی تم سے نہ پوچھتی تو تم مجھے اب بھی نہ بتاتے.. رائٹ..؟؟" وہ شدید خفگی سے بول رہی تھی.

"ایسا نہیں ہے لیزہ...!" زرخان نے نرمی سے کہا.

"تو پھر کیسا ہے علی..؟؟ تمہاری کھوئی ہوئی ماں تمہیں مل چکی ہے، ڈیفینٹلی اس وقت عباسی ہاؤس میں موجود ہیں وہ اور تم مجھے اب بتا رہے ہو.. وہ بھی میرے پوچھنے پر..؟؟ اسی لیے تم کل مجھے ملنے آنے سے منع کر رہے تھے ناں..؟؟" علیزہ کی آنکھوں میں پانی بھرنے لگا.

"یہ سب کیوں کر رہے ہو..؟؟ مجھ سے جان چھڑوانا چاہ رہے ہو..؟؟ اسی لیے بے خبر رکھا ناں مجھے..؟؟" وہ شدید غصے میں آچکی تھی.

"اوہ جسٹ شٹ اپ علیزہ.. ایسا کچھ نہیں کر رہا میں.. اور فاطمہ مام گھر نہیں ہیں ہاسپٹل میں ہیں، اپنی زندگی کے دن پورے کر رہی ہیں وہ.. دماغی کینسر کی لاسٹ سٹیج پر ہیں..!!" اسنے ایک ایک لفظ پر زور دیا تھا. فاطمہ کے لیے ایسے الفاظ استعمال کرتے ہوئے وہ جس تکلیف سے گزرا تھا یہ اُس سے بہتر اور کوئی نہیں جان سکتا تھا جبکہ اسکی پوری بات سن کر اسکا تکلیف زدہ چہرہ دیکھتی ہوئی علیزہ کا غصہ جھاگ کیطرح بیٹھ گیا.

"ایم.. ایم سوری..!!" علیزہ نے شرمندگی سے کہا. زرخان نے سرد مہری سے سر جھٹکا.

"ایم سوری ناں.. علی لسن پلیز.. ایکسٹریملی سوری..!" اسے رُخ موڑے بیٹھے دیکھ علیزہ نے اسکے بھاری ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھا. وہ ناراض ہو جاتا تو اسکی جان پر بننے لگتی تھی.

"سوری فار واٹ علیزہ.. تم نے پوری بات سنے بنا ہی مجھے بلیم کیا ہے، اور مجھے یہ بات بالکل اچھی نہیں لگی.. میں سٹریٹ فارورڈ انسان ہوں اور یہ بات تم بھی بخوبی جانتی ہو... جس دن مجھے تم سے جان چھڑوانی ہوئی میں تم سے صاف لفظوں میں کہہ دوں گا..!" زرخان نے سختی سے کہا جبکہ اسکے یوں بے گانگی بھرے انداز پر علیزہ کا دل کٹ گیا.

"علی پلیز تم ایسے بی ہیو مت کیا کرو میری جان نکلنے لگتی ہے..!!" بے بسی کے شدید احساس تلے وہ رو پڑی. زرخان نے سنجیدگی سے روتی ہوئی علیزہ کو دیکھا.

"اور اگر میں تمہیں نہ ملا تب کیا کرو گی..؟؟" مضبوط لہجے میں کہتے ہوئے اسنے علیزہ کی آنکھوں میں دیکھا. پل بھر کو اسکی جھلمل کرتی آنکھیں ویران ہوئی تھیں پھر جب وہ گویا ہوئی تو اسکے لہجے میں چٹانوں کی سی سختی تھی.

"جان لے لوں گی تمہاری..!!" زرخان کی شہد رنگ آنکھوں میں دیکھتی وہ بھی سنجیدگی سے کہہ رہی تھی.

"واقعی..؟؟ زرخان علی عباسی کی جان لے لینا اتنا ہی آسان ہدف ہے کیا..؟؟" وہ جیسے اسکا مذاق اُڑا رہا تھا.

"مجھے چیلنج مت کرو، جب میں اپنی جان لے سکتی ہوں تو تمہاری بھی لے سکتی ہوں مسٹر زرخان علی عباسی..!"

علیزہ بھرپور سنجیدگی سے کہہ رہی تھی. زرخان ہولے سے مسکرا دیا.

"تمہیں میری باتیں مذاق لگ رہی ہیں..؟؟ یقین نہیں آرہا..؟؟" آنکھوں میں جنون لیے وہ تلخی سے پوچھ رہی تھی. زرخان نے آہستگی سے کندھے اچکائے..علیزہ نے ایک نظر زرخان کے غیر سنجیدہ چہرے کی طرف دیکھا پھر اگلے ہی پل پھرتی سے ٹیبل پر پڑی چھری اُٹھا کر اپنی بائیں کلائی پر پھیر لی. یہ سب اتنا اچانک ہوا تھا کہ زرخان دیکھتا ہی رہ گیا. اگلے ہی پل اسنے سرعت سے علیزہ کی کلائی تھامی تھی.

"علیزہ پاگل ہو تم..؟؟" زرخان چلایا..ارد گرد لوگ انکی طرف متوجہ ہونے لگے.

"ہاں میں پاگل ہوں.. تمہارے لیے پاگل ہوں زرخان عباسی..بکاز آئی لو یو..!!" روتے ہوئے وہ بھیگے لہجے میں کہہ رہی تھی. تکلیف کی شدت سے اسکی آنکھیں لال ہونے لگیں.

زرخان نے ٹیبل پر رکھے ٹشوز جلدی سے بھل بھل نکلتے خون پر رکھے اور اسے ایک بازو کے حلقے میں لیے باہر کی طرف بڑھا..اسکے کندھے پر سر ٹکائے وہ اسکے ساتھ چل رہی تھی.

"مجھے چھوڑنے کی بات.. کبھی مت کرنا، ورنہ تمہیں بھی ختم کر دوں گی.. اور ہمارے درمیان آنے والے کو بھی... سمجھے تم..؟؟" بنا لوگوں کی پرواہ کیے وہ اونچی آواز میں چلا رہی تھی..

زرخان نے ایک سخت نگاہ اسکی بند ہوتی پلکوں پر ڈالی اور اگلے ہی پل بنا وقت ضائع کیے اُسے بازوؤں میں بھر کر بھاگتا ہوا باہر نکل آیا. خون بہت تیزی سے بہہ رہا تھا. اسکے علیزہ کو گاڑی میں ڈالتے ہی سچویشن کو سمجھتے ہوئے داد بخش نے فل سپیڈ سے گاڑی آگے بڑھائی تھی. علیزہ بے ہوش ہو چکی تھی جبکہ زرخان خود پر ضبط کیے چلتی سڑک کو دیکھ رہا تھا. علیزہ کے جذباتی پن پر اسکا خون کھول رہا تھا. وہ کچھ نہ بھی سہی مگر زرخان کے لیے اسکی اچھی دوست ضرور تھی. اسے سٹریچر پر لیٹاتے ہوئے، اسکے زرد پڑتے چہرے کو دیکھتے ہوئے ایک پل کو زرخان عباسی کا دل ڈوبا تھا. اگر اسے کچھ ہو گیا تو...؟؟ اس تو کے آگے بہت سے سوالیہ نشان تھے.. زندگی بھر کے لیے ایک اور پچھتاوا.. ایک اور اپنے کی جدائی..

وہ دکھتے سر کو مسلتے ہوئے بے تابی سے کوریڈور میں ٹہل رہا تھا. علیزہ کا ٹریٹمنٹ سٹارٹ ہو چکا تھا.

خون بہت زیادہ بہہ چکا تھا، یہ علیزہ کی خوش نصیبی ہی تھی کہ داد بخش کا خون میچ کر گیا تھا.. بروقت خون مل جانے پر اسکی جان بچ گئی تھی ورنہ جس بے دردی سے اُسنے اپنی کلائی ادھیڑ ڈالی تھی، اگر خون نہ ملتا تو وہ اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھتی.. جس وقت اسے ہوش آیا گھڑی رات کے نو بجا رہی تھی. داد بخش فوری طور پر اسکی طرف بڑھا.

"اب کیسا محسوس کر رہی ہیں آپ...؟؟" وہ نرمی سے دریافت کر رہا تھا، جانتا تھا کہ زرخان علیزہ سے خفا ہے، وہ اسکی طرف پیش قدمی نہیں کرے گا.

"بہت برا محسوس کر رہی ہوں.. کیونکہ میں یہی سوال علی سے ایکسپیکٹ کر رہی تھی." علیزہ نے صاف گوئی کا مظاہرہ کیا. داد بخش پھیکی ہنسی ہنس دیا.

"سائیں...!!" داد بخش نے صوفے پر بیٹھے زرخان کو پکارا جو زمین کو گھور رہا تھا.

"مجھے اس سے کوئی بات نہیں کرنی بخش.. اس سے کہو سکون سے لیٹی رہے..!!" زرخان نے بے گانگی سے کہا.

"علی میری بات سنو پلیز..!!" علیزہ نے اسے بے بسی سے پکارا. داد بخش چپ چاپ روم سے باہر نکل گیا.

"تم کیا سنانا چاہتی ہو علیزہ..؟؟ سنانے کو باقی ہی کیا ہے..؟؟ آج جو تم نے اتنی چھوٹی سی بات پر یہ سو کالڈ لیلیٰ والی حرکت کی ہے، اس سے کیا ثابت کرنا چاہتی تھیں تم..؟؟ حد سے زیادہ مایوس کیا ہے تم نے مجھے آج.. یقین نہیں آرہا کہ تم جیسی ایجوکیٹڈ لڑکی ایسی جذباتی حرکت کر سکتی ہے وہ بھی ایک پبلک پلیس پر..؟؟ ان بلیو ایبل..!!" وہ شدید غصے میں بولتا چلا گیا. علیزہ رونے لگی.

"تم میری بات کو سیریس نہیں لے رہے تھے علی اسی لیے میں نے.." زرخان نے اسکی بات کاٹ دی.

"اسی لیے تم نے مرنے کا فیصلہ کر لیا رائٹ... اتنا ہی آسان ہے تمہارے لیے خود کو ختم کر لینا..؟؟ یا شاید کسی کو بھی ختم کر دینا..؟؟ تم تو کچھ بھی کر سکتی ہو علیزہ جعفری.. یو آر سچ اے گریٹ وومن..!" وہ جیسے اسکا مذاق اُڑا رہا تھا.. علیزہ کی آنکھوں کی نمی بڑھنے لگی..

"تم بہت ظالم ہو علی.. میں یہاں مر رہی ہوں اور تمہاری ناراضگی ختم نہیں ہو رہی..؟؟" وہ روتے ہوئے تکلیف زدہ سی بولی.

"تو کیا مجھے خوش ہونا چاہیئے..؟؟" زرخان اسکے قریب آیا.

"ہاں خوش ہی ہونا چاہیئے تمہیں.. خوش ہونا چاہیئے کے ایک لڑکی تمہارے لیے اتنی پاگل ہے کہ اپنی جان دے سکتی ہے تمہارے لیے..!" اپنے ڈرپ لگے ہاتھوں سے اسکا گریبان پکڑ کر بولتی وہ پاگل ہو رہی تھی.

"علیزہ پلیز... پاگل پن مت کرو یار.. کیوں بچی بن جاتی ہو تم..؟؟"زرخان نے نرمی سے اپنا کالر اسکے ہاتھوں سے چھڑوایا. اسکی حالت کے پیش نظر وہ اپنا لہجہ نرم کر چکا تھا.

"میں پاگل ہی ہوں علی.. بہت پاگل ہوں.. مرتی ہوں تم پر.. تم کیوں نہیں سمجھتے کہ علیزہ جعفری کے پاگل پن کی دوا تم ہو، صرف تم اور تمہاری توجہ کی طلبگار ہوں میں.. مجھے مت تڑپایا کرو علی.. مت رُلایا کرو.. آئی کانٹ لیو وداؤٹ یو.. آئی رئیلی لو یو..!"اسکے سینے سے لگی وہ بلکتے ہوئے اپنی محبت کا اعتراف کر رہی تھی. زرخان لب بھینچے چپ چاپ اسکی سسکیاں سنتا رہا..

"علیزہ.. سٹاپ ویپنگ یار..!"اسکے بال سہلاتے ہوئے وہ دوسری بار خود کو بے بس محسوس کر رہا تھا.. پہلی بار ایسی ہی بے بسی اس نے سولہ سال پہلے محسوس کی تھی. تب بھی وہ سچ بولنا چاہتا تھا، مگر دل سے مجبور ہو کر چپ رہا تھا تب وہ اپنے باپ کو کھونا نہیں چاہتا تھا اور آج بھی وہ سچ بولنا چاہتا تھا.. اسے سب بتا دینا چاہتا تھا مگر اسے سچ بتا کر وہ اسے کھونا نہیں چاہتا تھا. وہ دنیا میں کہیں بھی رہتی بھلے ہی اس سے جتنی مرضی دور رہتی مگر کم از کم زندہ تو رہتی..!! مگر سچ بتانے کی صورت میں علیزہ شاید خود کو نقصان پہنچانے سے بلکل دریغ نہ کرتی..!! اسکے آنسو زرخان علی عباسی کی شرٹ کو بھگو رہے تھے، دفعتاً اسے محرم کا خیال آیا تھا. دل میں کچھ شور سا ہوا تھا، وہ نا محسوس طریقے سے اس سے دور ہوا.

محرم کا بے ریا چہرہ اسکی شہد رنگ آنکھوں میں گھوم کر رہ گیا. زرخان نے اُسے واپس بیڈ پر لیٹایا اور خود سرعت سے باہر نکل آیا. داد بخش باہر اسی کا منتظر تھا..

"ڈاکٹرز کیا کہہ رہے ہیں..؟؟"زرخان نے سنجیدگی سے پوچھا.

"ڈسچارج سلپ بنوالی ہے میں نے، ڈرپ ختم ہوتے ہی لے جاسکتے ہیں ہم بی بی کو..!" داد بخش نے ہولے سے جواب دیا.

"دس بجنے والے ہیں بخش... محرم میرا انتظار کر رہی ہو گی..!" زرخان کے لہجے میں بے چینیاں گھلی ہوئی تھیں..

"آپ چلے جائیں سائیں.. علیزہ بی بی کو میں ڈراپ کر آؤں گا.." داد بخش نے اسکی مشکل دور کرنا چاہی.

"علیزہ کو ابھی چھوڑ کر نہیں جاسکتا بخش.. اسکی کنڈیشن ایسی نہیں ہے..!!" کہتے ہوئے زرخان نے اپنے بالوں میں ہاتھ پھیرا. وہ علیزہ کے لیے حقیقتاً پریشان ہو چکا تھا.

"لیکن سائیں، یہاں سے نکلتے نکلتے بھی گیارہ بج جائیں گے، پھر علیزہ بی بی کو گھر بھی ڈراپ کرنا ہے، ٹائم زیادہ ہو جائے گا.. آپ چلے جائیں..!" بخش نے نرمی سے اسکے کندھے پر ہاتھ رکھا. زرخان کا دل محرم کی طرف ہمکنے لگا. صبح سوتی ہوئی محرم کو دیکھ کر وہ جو گھر سے نکلا تھا ابھی تک دوبارہ گھر نہیں جا پایا تھا.

"تم گھر سے ڈرائیور کو بلاؤ جلدی، اسکو بولنا گاڑی لے کر آئے.." کچھ سوچتے ہوئے زرخان نے داد بخش کو کہا اور خود دوبارہ علیزہ کے پاس چلا آیا. پھر جب تک اسکی ڈرپ ختم ہوئی، ڈرائیور گاڑی لے کر آچکا تھا. زرخان نے علیزہ کو بازو کے حلقے میں لے کر سہارا دیا تھا اور اسے لیے ہاسپٹل کی عمارت سے باہر نکل آیا.. داد بخش نے آگے بڑھ کر بی-ایم-ڈبلیو کا دروازہ کھولا تھا، زرخان نے علیزہ کو بیٹھنے میں مدد دی..

"بخش تم علیزہ کو گھر ڈراپ کر آؤ میں ڈرائیور کے ساتھ جا رہا ہوں..!" اسنے سنجیدگی سے داد بخش کو کہا. داد بخش کو ڈرائیونگ سیٹ سنبھالتے دیکھ علیزہ بے چین ہوئی تھی. زرخان علیزہ کی طرف جھکا تھا.

"لیز میرا جانا ضروری ہے یار.. بخش تمہیں ڈراپ کر دے گا، اینڈ پلیز رونا مت..!" کہتے ہوئے اسنے ہولے سے علیزہ کا رخسار تھپکا جسکی آنکھیں نم ہو رہی تھیں.

"مجھ سے زیادہ ضروری ہے..؟؟" وہ بھیگے لہجے میں پوچھتی اسے مشکل میں ڈال گئی تھی.

"یہی سمجھ لو، مگر ابھی میرا جانا ضروری ہے..!" دھیمے لہجے میں کہہ کر وہ مودب کھڑے ڈرائیور کی طرف بڑھا.

اسے قریب آتے دیکھ ڈرائیور نے اسکے لیے گاڑی کا دروازہ کھولا.. زر خان نے پلٹ کر علیزہ کی طرف دیکھا جو اسی کی جانب دیکھ رہی تھی. ایک الوداعی نگاہ اس پر ڈال کر وہ سرعت سے گاڑی میں بیٹھ گیا.

"جلدی چلو..!!" زر خان کی آواز بھاری ہو رہی تھی.. انکی گاڑی کے آگے بڑھتے ہی داد بخش نے بھی گاڑی آگے بڑھالی. علیزہ کی آنکھیں بھیگ رہی تھیں.

♦♦♦♦

شہباز حسن نے اظہار محبت کیا کیا زمل کی تو راتیں پر سکون ہو گئیں.. نیند اب بھی آنکھوں میں نہیں اترتی تھی مگر اس بار پلکیں سہانے خوابوں کے بوجھ سے کھلی رہتی تھیں.. سبز آنکھوں میں سپنوں کی ایک دنیا سجائے وہ شہباز حسن کے سنگ محو سفر رہتی تھی، ایک حسین دنیا تھی، جہاں شہباز حسن کی محبت تھی، چاہت تھی اور زمل کی کھلکھلاہٹیں، وہ ان دنوں بہت خوش رہنے لگی تھی.. دل تھا کہ ہواؤں کے سنگ اُڑنے کو ہمکتا تھا. اب بھی وہ بستر پر لیٹی آنکھوں میں ہی رات کاٹ رہی تھی جب اچانک سرہانے رکھے موبائل نے شور کیا تھا.. زمل نے موبائل آنکھوں کے سامنے کیا، سکرین پر چمکتا نمبر دیکھ کر اسکی دھڑکنیں تیز ہوئی تھیں. اسنے جلدی سے فون سائلنٹ پر لگایا اور نمبر کو گھورنے لگی. گلابی لبوں پر تبسم کھلنے لگا.. تیسری بیل پر اسنے کال پک کر کے فون کان سے لگالیا..

دوسری طرف سے شہباز حسن بے تابی سے بول پڑا.

"ہیلو...!" دلکش آواز گمبھیر لہجہ.. زمل کا دل شور مچانے لگا. مگر لب ہنوز خاموش تھے.

"ہیلو.. زمل..؟؟" اُسنے ایک بار پھر پکارا تھا.

"السلام علیکم..!" زمل نے دھیمی آواز میں سلام کیا. دوسری جانب وہ ہولے سے مسکرایا تھا.

"وعلیکم السلام... آپ سو رہی تھیں کیا..؟؟ میں نے ڈسٹرب تو نہیں کیا..؟؟" وہ نرمی سے پوچھ رہا تھا. زمل کے جی میں تو آیا کہہ دے کہ 'ڈسٹرب تو پہلے دن سے کیا ہوا ہے آپ نے..' مگر پھر شرم کے باعث چپ ہی رہی جبکہ اسکی خاموشی سے وہ کچھ اور ہی مطلب اُخذ کر بیٹھا.

"یعنی میں نے ڈسٹرب کر دیا ہے..؟؟" وہ پھیکی ہنسی ہنس دیا.

"نن.. نہیں تو میں نے ایسا کب کہا..!" زمل نے فوراً صفائی دی. دوسری جانب شہباز حسن کے لبوں کی مسکراہٹ گہری ہوئی تھی..

"یعنی آپ جاگ رہی تھیں..؟؟" اسنے زمل کے رات گئے جاگنے پر معنی خیزی سے کہا.

"نہیں وہ دراصل آج.. نیند نہیں آ رہی تھی..!" زمل نے بوکھلا کر جواب دیا.

"صرف آج..؟؟" جانے وہ اُس سے کیا سننا چاہ رہا تھا.

"آپ کیوں جاگ رہے ہیں.. کیا آپکو بھی نیند نہیں آ رہی..؟؟" زمل نے الٹا اُسی سے سوال پوچھ لیا. شہباز حسن اسکے بات گھمانے پر محظوظ ہوا.

"میں تو آپ سے بات کرنے کے لیے جاگ رہا ہوں..!" وہ سنجیدگی سے بولا.

"کون سی بات..؟؟" زمل نے اپنا لب دانتوں میں دبایا.

"کیا مطلب کون سی بات.. بات کرتے کرتے باتیں تو نکل ہی آتی ہیں ناں..؟؟" شہباز حسن نے مسکراہٹ دباتے ہوئے کہا. وہ اسکی چھیڑ خانی خوب سمجھ رہا تھا.

"یعنی آپ بات برائے بات کرنا چاہ رہے ہیں..؟؟" زمل کے لیے اپنی ہنسی روکنا مشکل ہو رہا تھا.

"آپ مجھے تنگ کرنا چاہ رہی ہیں..؟؟" شاہ کی آواز بھاری ہو رہی تھی.

"آپ تنگ ہو رہے ہیں..؟؟"زمل کی آواز میں کھنک تھی.

"اگر آپ کرنا چاہ رہی ہیں تو میں ساری رات تنگ ہونے کو تیار ہوں..!"شہباز حسن کے لہجے میں محبت بول رہی تھی. زمل کے دل نے پھر سے شور مچایا.

"اچھا کہیں، کیا کہنا ہے.. میں سن رہی ہوں..؟؟"زمل نے سنجیدہ ہوتے ہوئے کہا.

"میں کل آپکی مدرسے ملنے آنا چاہ رہا تھا.. کیا اجازت ہے..؟؟"وہ بڑی شائستگی سے پوچھ رہا تھا. فون کے سپیکر سے ابھرتی اسکی دلکش آواز زمل کی رگوں میں اتر رہی تھی..

"بولیے زمل..؟؟"وہ اسکی اجازت کا منتظر تھا.. زمل نے ایک لمبا سانس خارج کیا.

"اجازت ہے..!!"کہہ کر اسنے فوراً کال کاٹ دی.. دل بہت تیزی سے دھڑک رہا تھا. کب سوچا تھا اسنے کہ یہ سب اتنا آسان ہو گا.. سوچا ہی کب تھا کہ جس پہلے مرد کو وہ چاہے گی وہ بھی بدلے میں اسکا خواہشمند ہو جائے گا.. سیل فون آف کرتے ہوئے زمل نے آنکھیں موند لیں.. شہباز حسن کا وجیہہ سراپا چھم سے اسکے تصور میں اترا تھا اور اسکی پلکوں میں سماتے ہوئے اسے وادیٔ نیند میں لے گیا..

♦♦♦♦

نیند کے بوجھ سے آزاد ہوتی پلکیں کھول کر اُسنے کمرے میں پھیلی سورج کی چمکیلی روشنی دیکھی.. گلاس وال پر پڑے پردے زرا سے ہٹائے گئے تھے جسکی بدولت کمرہ اسطرح سے روشن تھا کہ محرم کو اپنی نیند پوری کرنے میں کوئی خلل محسوس نہیں ہوا تھا.. ایک بھرپور انگڑائی لے کر اسنے کروٹ بدلی اور دیوار پر لگی گھڑی کو دیکھا جو صبح کے گیارہ بجا رہی تھی. وہ فوراً اچھل کر سیدھی ہوئی.. اور دوبارہ گھڑی کو دیکھا.. لیکن گھڑی وہ ہی ٹائم دکھا رہی تھی. محرم نے گھبرا کر اپنے اطراف میں دیکھا، کمرے میں کوئی اور موجود نہیں تھا. محرم کو شدت سے زرخان علی عباسی کی کمی کا احساس ہوا. پیروں میں سلیپر پہن کو وہ تیزی سے واش روم کی طرف بڑھی جسکا دروازہ پہلے ہی کھلا ہوا تھا،

یعنی وہ وہاں نہیں تھا. محرم نے ڈریسنگ روم کے ادھ کھلے دروازے سے اندر جھانکا مگر وہ وہاں بھی نہیں تھا، محرم کا دل ڈوب سا گیا.. صبح کے گیارہ بج رہے تھے یعنی وہ اس وقت جاگنگ کرنے بھی نہیں گیا تھا. وہ روازنہ خود اُسکے بال، اسکے گال سہلاتے ہوئے اسے جگایا کرتا تھا مگر آج ایسا کچھ نہیں ہوا تھا.. محرم کی آنکھوں میں پانی بھرنے لگا.. جانے وہ اسے جگائے بنا کہاں چلا گیا تھا. بیڈ پر بیٹھتے ہوئے اسنے پہلی بار زرخان کے بارے میں سوچا تھا، اسے زرخان پر غصہ آرہا تھا جو اُس سے ملے بغیر، اُسے ناشتا کروائے بغیر شاید فاطمہ سے ملنے چلا گیا تھا. فاطمہ کا خیال آتے ہی اسکے دل میں نئے سرے سے درد جاگنے لگا.. اب اُسے فاطمہ کے پاس کون لے کر جائے گا.. ؟؟ سوچتے سوچتے آنکھوں کا پانی رخساروں پر بکھرنے لگا. کچھ دیر تو وہ یونہی روتی رہی پھر اچانک ایک خیال آنے پر وہ کمرے سے باہر نکلی.

زرخان کی غیر موجودگی میں وہ یوں پہلی بار بے دھڑک کمرے سے باہر آئی تھی. تیزی سے سیڑھیاں اترتی ہوئی وہ بڑے ہال نما لاؤنج میں چلی آئی.. سامنے ہی چند ملازمائیں جھاڑ پونچھ کر رہی تھیں. اسکو وہاں کھڑے دیکھ کر اُن میں سے ایک سرعت سے اسکی طرف بڑھی.

"ارے بیگم صاحبہ آپ اُٹھ گئیں.. ؟ آپ یہاں ٹیبل پر آئیں ناں، بیٹھیں میں ناشتا لگواتی ہوں جی آپکے لیے..!!"

یہ فرفر بولنے والی ادھیڑ عمر ملازمہ اللہ رکھی تھی. محرم نے گہرا سانس لیا..

"زر.... خان کہاں ہیں.. ؟؟" آنسو حلق میں اتارتے ہوئے محرم نے زرخان کے بارے میں پوچھا. وہ پہلی بار اسکا نام لے رہی تھی. نام لیتے ہوئے دل انوکھے سے جذبے سے آشنا ہوا تھا.

"وہ جی.. چھوٹے صاب آج جلدی میں تھے، شاید کوئی کام تھا انہیں آپھس (آفس) میں، کہہ رہے تھے کہ آپکو سونے دیا جائے.. آپکی نیند کوئی نہ خراب کرے.." اللہ رکھی نے ممکن حد تک شائستگی کا مظاہرہ کیا تھا..

"اور.. ؟؟ اور کیا کہا انہوں نے.. ؟؟" اسکی آنکھیں پھر سے نم ہو رہی تھیں.

"اور کہہ رہے تھے کہ آپکو لازمی طور پر ناشتا کروا دوں..!" اسنے جھٹ جواب دیا.

"اور..؟؟" آنسو پلکوں کی باڑ پھلانگنے کو تیار تھے.

"اور یہ بھی کہا کہ آپکا خیال رکھوں.." اللہ رکھی کو اسکا سُتّا ہوا چہرہ دیکھ کر اب تشویش ہونے لگی تھی.

"اور...؟؟" آنسو رخسار پر پھسلے تھے.. ملازمائیں اسے روتا دیکھ کر پریشان ہونے لگیں. انہیں اپنی یہ بھولی بھالی سی بیگم صاحبہ بہت اچھی لگتی تھیں.

"یہ بھی کہہ کر گئے ہیں کہ آپکو بالکل رونے نہ دوں، معاف کر دیں جی یہ اہم بات بتانا تو میں بھول ہی گئی تھی.." اللہ رکھی نے اپنا ماتھا پیٹا.. محرم نے ہاتھوں کی مٹھیوں کو گالوں پر رگڑا.

"بتا کر نہیں گئے کہ کب تک واپس آئیں گے..؟؟" آج وہ بنا اٹکے بات کر رہی تھی. انداز میں استحقاق سا تھا.

"ناں جی، ہم تو ملازم بندے ہیں.. ہمیں تو بس صاب کے جانے کا پتہ ہوتا ہے واپسی کی تو کچھ خبر نہیں.." اسنے بے چارگی سے جواب دیا. محرم اثبات میں سر ہلاتی واپس پلٹی.

"بیگم صائبہ ناشتا تو کر لیں جی..؟؟" وہ اسکے پیچھے پیچھے چلی آئی.

"مجھے نہیں کرنا ناشتا.. اور میرے کمرے میں کوئی نہ آئے..!" خفگی سے کہتی وہ کمرے میں گھس گئی.

ملازماؤں نے بے بسی سے اسکا یہ رویہ دیکھا. زرخان عباسی سختی سے کہہ کر گیا تھا کہ اسے ناشتا ضرور کروانا ہے.. لہٰذا تھوڑی ہی دیر بعد محرم کو روزانہ ڈیل کرنے والی ملازمائیں اسکے لیے ناشتا لے آئی تھیں..

"میں نے کہا تھا ناں کہ مجھے نہیں کرنا ناشتا، آپ کیوں آئی ہیں یہاں..؟؟ چلی جائیں یہاں سے پلیز..!" وہ غصے میں بھی اتنی نرمی سے بات کر رہی تھی کہ بے ساختہ اُن دونوں کے ہونٹوں پر مسکراہٹ در آئی.

"اگر آپ ناشتا نہیں کریں گی تو صاحب ہمیں نوکری سے نکال دیں گے، مہربانی کر کے ناشتا کر لیں..!" اُن میں سے ایک ملتجی ہوئی. محرم نے بھیگی آنکھوں سے وہ سارے لوازمات دیکھے جو روزانہ ناشتے میں اسکے سامنے پیش کیے جاتے تھے..

"میں نے ابھی برش نہیں کیا..!" اسنے بچوں کیطرح منہ بسور کر کہا.

"تو آئیں ناں میں آپکو تیار ہونے میں مدد کرتی ہوں..!" دوسری والی فوراً آگے بڑھی. وہ آنسو صاف کرتی چپ چاپ اسکی معیت میں واش روم میں گھس گئی پھر جب تک وہ فریش ہو کر واپس آئی پہلی والی ملازمہ اسکے لیے ٹیبل سیٹ کر چکی تھی. محرم صوفے پر دھنس کر بیٹھ گئی اور بے دلی سے ناشتا کرنے لگی. ناشتے کے بعد وہ دونوں ملازمائیں کافی دیر تک اسکا دل بہلاتی رہی تھیں پھر، تین بجے کے قریب نوراں (ملازمہ جو فاطمہ بی بی کے پاس ہاسپٹل میں قیام پذیر تھی) نے لینڈلائن نمبر پر کال کی تھی.. محرم نے اپنے روم سے کال ریسیو کی، فاطمہ کی آواز سن کر وہ مسرور سی ہو گئی.. پھر کافی دیر ان سے باتیں کرتی رہی.. سورج ڈھلا اور شام اپنے پر پھیلانے لگی مگر زرخان واپس نہیں آیا تھا. محرم بے چین سی ہونے لگی. فاطمہ سے بات کر لینے کے باوجود اسکا دل اُن سے ملنے کو بے تاب تھا. محرم چاہ رہی تھی کہ کسی طرح زرخان گھر آجائے اور وہ اپنی مومی سے مل آئے مگر اب تو شام ڈھل کر رات کی تاریکیاں پھیلنے کو تھی مگر زرخان ہنوز گھر سے غائب تھا.

محرم کو رہ رہ کر زرخان پر غصہ آرہا تھا جو آج سارا دن اسکے وجود سے غافل جانے کون سی مصروفیات میں گم تھا.. آنکھیں بار بار چھلک رہی تھیں، مگر بے بسی کے شدید احساس کے سوا آج اسکے ساتھ کوئی نہیں تھا.. آٹھ بجے کے قریب ہی وہ بے چینی سے روم میں ٹہلنے لگی، جانتی تھی کہ بس زرخان آنے ہی والا ہے.. کمرے میں یہاں سے وہاں ٹہلتے اسکی ٹانگیں شل ہونے لگیں مگر زرخان واپس نہیں آیا تھا وہ وہیں بیچوں بیچ بیٹھ کر رونے لگی..

بے وفا سے دل لگا کر رو پڑے

دل پہ ہم اک چوٹ کھا کے رو پڑے..

یونہی روتے سسکتے جانے کتنا وقت بیت گیا، وہ غنودگی میں جانے لگی.. بھاری ہوتے پپوٹے بند کرتے ہوئے اسنے بیڈ کی پائنتی پر سر رکھ لیا. کمرے کی تنہائی اور گہری ہوتی رات اسے بے مائیگی کا احساس دلا رہے تھے.. کافی دیر یونہی بیٹھے بیٹھے اسکی کمرے اکڑنے لگی تو اسنے دیوار پر لگی گھڑی دیکھی جو رات کے سوا گیارہ بجا رہی تھی.. آتی سردیوں کی قدرے خنک رات تھی، اُسے ایک بار پھر زرخان کی یاد آئی.. صبح سے لاتعداد سوچیں تھیں جو زرخان عباسی کے لیے اسکے ذہن کے پردے پر لہرائی تھیں. روزانہ اسکے دن کی شروعات زرخان کی انگلیوں کے نرم لمس سے ہوتی تھی، ناشتا کروانے کے بعد وہ اسے فاطمہ مومی سے ملوانے ہاسپٹل لے جایا کرتا تھا پھر کچھ دیر اسکے ساتھ وہیں بیٹھ کر وہ آفس چلا جایا کرتا، شام میں پھر سے ایک چکر لگاتا اور خود اسے گھر ڈراپ کر کے واپس آفس چلا جاتا تھا پھر آٹھ بجے کے قریب گھر آتا تو وہ دونوں مل کر ڈنر کیا کرتے تھے.. اسکے بعد تو جیسے زرخان کو موقع مل جاتا پھر وہ ہوتا اور محرم سے اسکی چھیڑ خانیاں شروع ہو جاتیں، کبھی کچھ کہتا تو کبھی کچھ، کبھی لیپ ٹاپ پر کام کرتے کرتے اسکی طرف گردن موڑ کر اسے کسی بات پر ٹوک دیتا، کبھی اسے جلدی سونے کی ہدایت کرتا تو کبھی اسکے براؤن بالوں کی لٹیں کھینچتا.. بہت سی باتیں تھیں جو آج محرم کو یاد آ رہی تھیں.. دکھتے سر کو ہاتھوں میں تھامتے ہوئے وہ کھڑی ہوئی تھی اور گلاس وال کا پردہ ہٹا کر گہری ہوتی رات کو دیکھا. پچھلے لان میں سناٹا راج کر رہا تھا.. ملازمین کے کوارٹرز میں بھی دھیمی، نہ دکھنے والی روشنیاں روشن تھیں.. ایک خیال بجلی کے کوندے کی طرح اسکے دماغ میں لپکا تھا. شانوں پر بکھرے براؤن سلکی بال کیچر میں مقید کرتے ہوئے وہ دبے پاؤں کمرے سے باہر نکل آئی.

اپنے کمرے سے چند قدموں کے فاصلے پر بنی سیڑھیوں کیطرف بڑھنے کی بجائے وہ کوریڈور میں چلنے لگی.. تقریباً بھاگتے ہوئے اسنے کوریڈور پار کیا تھا، وہ دوسری طرف بنی سیڑھیوں سے نیچے اترنے لگی.. سیڑھیاں اترتے ہی باہر کی طرف جاتی لمبی راہداری تھی. ادھر اُدھر دیکھتی وہ تیز تیز قدم اٹھاتی جلد از جلد سامنے بنے دروازے تک پہنچ جانا چاہتی تھی.. دروازے کا ہینڈل گھمانے پر اندازہ ہوا وہ لاکڈ نہیں تھا، یقیناً ملازمین کی اندرونی عمارت میں آمدورفت اس دروازے سے ہوتی تھی اس نے دروازہ آہستہ سے کھول کر باہر جھانکا.. وہ دور دور تک پھیلا لان تھا، وہ ہی لان جو اسکے کمرے کی گلاس وال سے نظر آتا تھا کیونکہ لان کے آخر میں ملازمین کے کوارٹرز تھے.. محرم کو شدت سے اپنی غلطی کا احساس ہوا. ملازماؤں کی نظروں سے بچنے کے لیے وہ اسطرف آئی تھی مگر یہاں کہیں بھی وہ گیٹ نظر نہیں آرہا تھا جہاں سے روزانہ زرخان کی گاڑی روڈ پر نکلتی تھی.

واپس جا کر لاؤنج سے ہو کر دوسرا گیٹ ڈھونڈنا کسی ملازمہ کو باخبر کرنے کے مترادف تھا. اسنے ڈرتے ڈرتے قدم باہر رکھا. ٹھنڈی گھاس پر پاؤں رکھتے ہی اسے احساس ہوا کہ وہ ننگے پاؤں ہی چلی آئی ہے.. دھیمی لائٹس میں روشن لان کو دیکھ کر اسے خوف سا محسوس ہوا مگر جی کڑا کر وہ دیوار کے ساتھ ساتھ اس امید پر چلنے لگی کہ موڑ کاٹنے پر شاید مین گیٹ نظر آجائے.. کانپتی ٹانگوں سے تیز تیز چلتی وہ گھبرا رہی تھی مگر یہ قدم تو اُٹھا ہی چکی تھی سو اب کوئی اور راستہ نہ پا کر وہ دیوار کے ساتھ ہی چل رہی تھی.. کچھ دیر تک چلتے رہنے پر اسے لگا کہ شاید عمارت اس طرف سے ختم ہونے والی ہے، اسکے قدموں کی رفتار تیز ہو گئی. اور واقعی عمارت اسطرف سے ختم ہو چکی تھی..

ایک چوڑی راہداری نما کافی لمبی جگہ تھی جہاں ایک طرف ایک ایک نوکدار اینٹ کو جوڑ کر باؤنڈری سی بنائی گئی تھی.. محرم تیزی سے مڑی تھی اور زرا سی آگے ہو کر مین گیٹ کی تلاش میں نگاہ دوڑائی مگر دور دور تک کوئی گیٹ نظر نہیں آرہا تھا. محرم کا دل ڈوبنے لگا، اسنے واپسی کے لیے قدم موڑے کہ اسکے علاوہ اب کوئی چارہ نہ تھا.. واپس

موڑ مڑتے ہی اسکی چیخ نکلتے نکلتے بچی، دس بارہ قدموں کے فاصلے پر اپنی لال زبان لٹکائے، اپنی لال سرخ آنکھوں سے اسے گھورتا وہ شیر جیسا بل ڈوگ تھا. ایک پل کو محرم کی سانس تھم سی گئی... اسے اپنے جانب بڑھتا دیکھ اگلے ہی پل محرم نے بنا سمت کا تعین کیے دوڑ لگائی تھی. محرم کو بھاگتا دیکھ اُس کتے کو تو جیسے اشارہ مل گیا، وہ پوری دلجمعی سے بھونکتا ہوا اسکے پیچھے بھاگا تھا.. کانپتے دل پر ہاتھ رکھے وہ جتنی تیزی سے بھاگ سکتی تھی بھاگ رہی تھی... کتا اپنی پوری رفتار سے اسکے پیچھے بھاگ رہا تھا، اسکے بھونکنے کی آواز سن کر دوسرا بل ڈوگ بھی اپنے ساتھی کی مدد کو محرم کے پیچھے لپکا تھا.. شل ہوتی ٹانگوں سے اپنی پوری جان لگا کر بھاگتی ہوئی محرم کو لگ رہا تھا کہ اسکا وقت پورا ہو چکا ہے.. پاؤں کے انگوٹھے میں ٹیسیں اُٹھ رہی تھیں شاید کوئی نوکدار اینٹ اسکا پاؤں زخمی کر چکی تھی. مگر درد کی پرواہ کیے بغیر وہ بے ترتیب ہوتی سانسوں کو سنبھالتے ہوئے جلدی ختم ہوتی دیوار سے مڑی تھی اور اندھادھند سامنے کیطرف بھاگی.. کتے قریب سے قریب تر ہوتے جا رہے تھے، کہ اچانک وہ کسی بھاری وجود سے ٹکرائی تھی. محرم نے گھومتے سر کی پرواہ کیے بغیر خوفزدہ ہو کر ایک نظر پلٹ کر بالکل چند قدم دور بل ڈوگز کو دیکھا پھر بری طرح چیختے ہوئے زرخان کے سینے سے لگی تھی جو بل ڈوگز کے بھونکنے کی آواز سن کر اسطرف آیا تھا. زرخان نے فوراً اسکے کانپتے ہوئے وجود کے گرد اپنے مضبوط بازوؤں کا حصار باندھا تھا.. جبکہ محرم کو زرخان سے لپٹا دیکھ دونوں کتے یوں اپنی جگہ رکے تھے جیسے کسی نے ریموٹ سے ان دونوں کو سٹاپ کر دیا ہو.

"محرم.. کچھ نہیں ہوا.. تم سیو ہو.. میں آ گیا ہوں کچھ نہیں ہوا.." زرخان نے نرمی سے اسے کہتے ہوئے اسکی پشت سہلائی جسکے دل کی دھڑکنیں اتنی تیز ہو رہی تھیں کہ زرخان کو اپنے سینے پر دھڑکتی محسوس ہو رہی تھیں..

دو باڈی گارڈز بھی اُدھر آ چکے تھے.. سچویشن کو سمجھتے ہوئے وہ دونوں گڑبڑا گئے. زرخان نے ایک قہر آلود نگاہ کتوں پر ڈالی جو زرخان کو غصے میں دیکھ کر "اووو... اووو.." کر رہے تھے..

"سروہ..!"اُن دونوں میں سے ایک نے صفائی دینے کی کوشش کی تھی.

"شٹ اپ...!!"وہ دہاڑا تھا.. محرم جو پہلے ہی اپنی حواس کھو رہی تھی اسکے چیخنے پر سختی سے اسکی شرٹ اپنی مٹھیوں میں دبوچ گئی.

"تم لوگوں کو میں نے اسلیے رکھا ہوا ہے کہ میری ہی بیوی پر کتے چھوڑ دو..؟؟؟؟"وہ شدید طیش میں اُن گارڈز پر گرجا تھا.. بل ڈوگز گارڈز کی ٹانگوں میں منہ چھپانے لگے. جبکہ محرم اسکے غصے سے مزید خوفزدہ ہو کر اس کے سینے میں سمٹنے لگی. اسکی حالت کے پیش نظر زرخان نے بامشکل خود کو قابو کیا..

"سروہ.. ہم سمجھے شاید کک کوئی ملازمہ...!"زرخان نے گارڈ کی بات پوری نہیں ہونے دی تھی.

"بکواس بند کرو اپنی اور دفع ہو جاؤ یہاں سے،...لے جاؤ ان دونوں کو ورنہ شوٹ کر دوں گا انہیں..!!"اسکا غصہ آسمان سے باتیں کر رہا تھا. مگر محرم کے باعث اس بار اسنے لہجہ دھیما رکھا تھا... گارڈز فوراً بل ڈوگز کی زنجیریں سنبھالتے ہوئے وہاں سے پلٹے تھے..

"محرم...!"زرخان اسکی طرف متوجہ ہوا جسکے دل کی دھڑکنیں معمول سے ہٹ کر تھیں. زرخان کو تشویش ہونے لگی.. وہ بری طرح بلک رہی تھی.. پورا وجود لرز رہا تھا. زرخان کا دل کٹنے لگا..

"محرم میری جان ادھر دیکھو..!!"زرخان نے نرمی سے اُسے پکارا تھا.. جانے کیسے اسکی زبان سے یہ محبت بھرے الفاظ ادا ہوئے تھے وہ تو ان میٹھے لفظوں سے برسوں سے ناواقف تھا. مگر وہ نفی میں سر ہلاتے ہوئے اسکی شرٹ دبوچے اسکے سینے سے لگی رہی.. زرخان نے نرمی سے اُسے اپنے بازوؤں میں بھر لیا اور اندر کی جانب جاتی روش پر چلنے لگا. پاؤں کی ٹھوکر سے گیٹ کھول کر وہ راہداری میں چلنے لگا اور تفکر سے اسکی طرف دیکھا جو اسکے سینے پر سر ٹکائے رو رہی تھی..

اسکی سسکیاں زرخان کو تکلیف سے دوچار کر رہی تھیں.. سیڑھیاں چڑھ کر وہ اُسے روم میں لے آیا تھا. اُسے احتیاط سے بیڈ پر لیٹاتے ہوئے زرخان کی نگاہ اسکے پاؤں پر پڑی تھی جسکا انگوٹھا خون آلود ہو چکا تھا. وہ سرعت سے پاؤں والی سائیڈ پر آیا اور پنجوں کے بل بیٹھ کر زخم دیکھنے کی کوشش کرنے لگا.. ناخن بری طرح سے اکھڑ چکا تھا. زرخان نے اسکا پاؤں نرمی سے اپنی طرف کیا، وہ جو کشن میں منہ چھپائے رو رہی تھی اسکے پاؤں تھامنے پر تڑپ کر سیدھی ہوئی.

"محرم اب بالکل نہیں ہلنا.. میں زخم صاف کرنے لگا ہوں اور چیخنا تو بالکل مت.. ورنہ مجھے غصہ آجائے گا.!" بینڈیج کرنے کے لیے زرخان کو اپنا لہجہ سخت کرنا پڑا. سائیڈ ٹیبل کی دراز سے فرسٹ ایڈ باکس نکال کر اسنے محرم کا پاؤں اپنے گھٹنے پر رکھا اور پہلے زخم کو روئی سے صاف کیا پھر بینڈیج کر دی.. وہ بڑی نرمی اور احتیاط اسکے پاؤں کو چھو رہا تھا، وہ شخص جسکو اگر ہاتھ پر بھی ایک چھوٹا سا کٹ لگ جایا کرتا تو اسکے ملازم اس کٹ پر بینڈیج کیا کرتے تھے آج محرم آفندی کا پاؤں گھٹنے پر رکھے اسکا زخم صاف کر رہا تھا.. اگر داد بخش اسکو یوں محرم کی فکر کرتے دیکھ لیتا تو اسکے تمام شبہات یقین میں بدل جاتے..

کوئی فلسفہ نہیں محبت کا

جہاں دل جھکا، وہاں سر جھکا

فرسٹ ایڈ باکس واپس رکھ کر وہ ہاتھ دھونے واش روم میں گیا تھا جب واپس آیا تو وہ کشن میں منہ چھپائے پڑی تھی..

"محرم..." اسکے نزدیک بیٹھتے ہوئے زرخان نے اسے ہولے سے پکارا. لہجے میں تڑپ تھی. محرم نے اسکے پکارنے پر مزید سختی سے کشن دبوچ لیا. اسکے یوں منہ چھپا لینے پر زرخان مزید قریب ہوا اور اسکے چہرے سے کشن ہٹایا..

حد سے زیادہ سوجی ہوئی سرخ آنکھیں، سرخ پڑتی ناک، سرخ ہونٹ جن کا کٹاؤ زیادہ رونے کے باعث سُوج چکا تھا.. گلابی گال.. الجھے بکھرے بال... اسکی حالت دیکھ کر زرخان نے اپنے لب سختی سے آپس میں بھینچ لیے.. اُسے خود پر شدید غصہ آرہا تھا، اسکی ایک دن کی لاپرواہی کیا رنگ لائی تھی..!! اسکی سوجی ہوئی آنکھیں دیکھ کر وہ بے بس ہوا تھا.. زرخان نے نرمی سے اسکا رویا رویا گلابی چہرہ اپنے ہاتھوں کے پیالے میں بھر لیا، وہ جھکنا نہیں چاہتا تھا مگر جھک گیا تھا.. اسکی سبز آنکھوں نے زرخان علی عباسی کو بے بس کر دیا تھا.. محرم کی سانس رُک سی گئی تھی.. ایک پل کو دل کی دھڑکنیں سست پڑ گئیں پھر اسکی اس عنایت پر اور بری طرح رونا آیا تو محرم نے اسے اپنے دونوں ہاتھوں سے پرے دھکیل کر دوبارہ کشن میں منہ چھپالیا.. زرخان کو محرم کا یہ احتجاج ناگوار گزرا تھا اس کا دل مچلنے لگا تھا.. وہ دل جو ہمیشہ چپ کی بکل اوڑھے اتنے سالوں سے سست روی سے دھڑک رہا تھا، آجکل شور کرنے لگا تھا.

"محرم میری بات سنو.. کیوں کر رہی ہو ایسے..؟؟" کہتے ہوئے زرخان نے دوبارہ اسکے چہرے سے کشن ہٹایا..

"مجھے نہیں کرنی آپ سے کوئی بات..!" روتے ہوئے اسنے پھر سے کشن منہ پر رکھنا چاہا تھا. زرخان نے فوراً اسکے دونوں ہاتھ اپنی مٹھیوں میں قید کر کے سرینڈر کرنے والے انداز میں بیڈ سے لگا دیے اور اسکی بھیگی آنکھوں میں جھانکا.

"محرم یہ کیا بدتمیزی ہے..؟؟ یہ کیسے بی ہیو کر رہی ہو تم..؟؟" زرخان کے لہجے میں سختی تھی مگر آج وہ ڈری نہیں تھی بلکہ جواب دینے کی بجائے ناراضگی سے منہ موڑ لیا.. زرخان اسکی بے رخی پر پاگل سا ہونے لگا..

"جانم کیوں کر رہی ہو ایسے..؟؟ کیا فاطمہ ماما نے تمہیں یہی سکھایا ہے کہ شوہر گھر آئے تو اس سے منہ موڑ لینا.. ہمم..؟؟ بولو..؟؟" اسکے گلاب چہرے کو نگاہوں کی گرفت میں لیے وہ نرمی سے پوچھ رہا تھا..

"اور آپ کو... کس نے.. سس.. سکھایا.. کہ بیوی کو جگائے بغیر، اسس.. سے ملے بغیر، اسے ناشتا کروائے..... بغیر آفس چلے جانا....؟؟اور پھر..... سارادن گھر واپس.... بھی ناں آنا..؟؟ بتائیں ناں آپکو کس نے سکھایا..؟؟ وہ بری طرح روتے ہوئے شکوہ کررہی تھی. زرخان کے لب ناچاہتے ہوئے بھی مسکرائے تھے. اسکے بیویوں والے یہ انداز اسے بے خود کررہے تھے.

"تم مجھے پاگل کرکے چھوڑو گی ہنی.. مجھے گھائل کرکے چھوڑو گی..!!" اسکے بالوں کی لٹیں اسکے چہرے سے ہٹاتے ہوئے وہ کھویا کھویا سا گویا ہوا. پھر اسکے ہاتھ اپنی گرفت سے آزاد کرکے اسکے پہلو میں لیٹ گیا. محرم نے نا سمجھی سے اسکی جانب دیکھا.

"کک... کیا مطلب..؟؟" اسکی بات کا کچھ کچھ مطلب سمجھتے ہوئے اسکے گال سرخ ہوئے تھے. زرخان نے اپنا سر ایک ہاتھ پر ٹکایا اور اسکی طرف کروٹ بدلی اور بغور اسکی بھیگی نوکدار پلکوں کو دیکھا.

"مطلب یہ کہ تمہیں مجھ سے پیار ہو گیا ہے ناں..؟؟" اسکی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے وہ سنجیدگی سے دریافت کر رہا تھا. محرم کی ہارٹ بیٹ مس ہوئی.

"نن.. نہیں تو...!" خشک پڑتے لبوں پر زبان پھیرتے ہوئے اسنے انکار کیا.

"تم جھوٹ بول رہی ہو ہنی، ابھی نیچے تم نے لان میں مجھے ہگ بھی کیا ہے، پھر بھی انکار کررہی ہو..؟؟ یہی شرط تھی ناں کہ پیار ہو گا تو ہگ بھی کرو گی تم..؟؟" وہ اسے لفظوں کے جال میں باندھ رہا تھا.. محرم کا حلق خشک ہونے لگا.

"لل.. لیکن میں.. آپ.. آپکو ہگ کرکے،... نن.. نہیں سوئیں گی..!" جلدی سے کہہ کر اسنے کروٹ بدل لی.

زرخان نے ہاتھ بڑھا کر اسکی کمر میں بازو حمائل کیا اور چہرہ اسکے کندھے پر ٹکا لیا.

"یعنی تم مان رہی ہو کہ تمہیں مجھ سے پیار ہو گیا ہے..؟" اپنے لب اسکے کان کے قریب کرتا وہ دھیمی آواز میں پوچھ رہا تھا.. لہجہ مسکاتا ہوا تھا. اسکی گرم سانسیں اپنی کان کی لُو پر محسوس کرتی وہ آنکھیں میچ گئی تھی.

"زر..... خان پپ... پلیز، مجھ سے دور ہو جائیں..!" آنکھیں بند کیے وہ ہکلاتے ہوئے بولی جبکہ زرخان کو اسکے لبوں سے اپنا نام سن کر خوشگوار حیرت ہوئی. وہ زرا سا پیچھے ہوا اور اسے سیدھا کیا، اسطرح کہ اب اسکا شہابی مکھڑا اسکی نگاہوں کے سامنے تھا.

"دوبارہ بولو.." زرخان نے اسکی ٹھوڑی اپنی انگلی سے زرا اونچی کی. محرم کے گلابی لبوں کی کپکپاہٹ بڑی واضح تھی.

"کک.. کیا بولوں..؟؟" محرم نے آنکھیں پھیلا کر پوچھا.

"میرا نام.. دوبارہ لو ناں..!" کہتے ہوئے اسکے لبوں کو اپنے انگوٹھے سے ہولے سے چھوا تھا.

"زر..... خان....!!" محرم نے بامشکل کہا.

"زرخان...، ایسے کہو..!" وہ تھوڑا سا جھکا تھا. محرم نے اپنی سانس روک لی..

"پلیز خان.. ایسے مت کریں..!" محرم نے گھبرا کر چہرہ موڑ لیا.

"تو پھر کیسے کروں..؟؟ تم بتادو.. ویسے کر لوں گا..!" اسکے رخسار پر اپنی انگلیاں پھیرتے ہوئے وہ معنی خیزی سے بول رہا تھا. محرم کا دل پسلیاں توڑ کر باہر آنے کو تھا.

"اگر.. آ.. آپ اب دور ناں ہوئے تو مم.. میں کل مومی سے شکایت کر دوں گی آپکی..!" چہرے کا رخ موڑے ہوئے ہی محرم نے اسے دھمکی دے ڈالی. اسکی بات پر زرخان کا جاندار قہقہہ کمرے میں گونج اُٹھا. محرم کی آنکھیں تیزی سے نم ہونے لگیں. اسنے غصے سے زرخان کو پیچھے دھکیلا اور خود بیڈ سے نیچے اتر کر زرا فاصلے پر جا کھڑی ہوئی. پاؤں میں لگی چوٹ کا شدت سے احساس ہوا تھا.

"آپ میرا مذاق اُڑا رہے ہیں..؟؟ آپ بہت برے ہیں میں کبھی بات نہیں کروں گی آپ سے..!" وہ ہونٹ مروڑ کر روتے ہوئے دھیمی آواز میں چلائی تھی. اسے یوں لگ رہا تھا جیسے زرخان نے اسکا مذاق اُڑایا ہو.. جبکہ زرخان نے اسے خفا ہوتے دیکھ فوراً اپنی ہنسی کا گلا گھونٹا تھا. اسے بیڈ سے اترتے دیکھ محرم دروازے کی طرف بڑھی تھی. اسکا ارادہ بھانپتے ہوئے زرخان سرعت سے اسکی طرف لپکا اور اس سے پہلے کے وہ دروازہ کھول کر باہر نکل جاتی، زرخان نے اسے بانہوں میں بھر لیا.

"مجھے مومی کے پاس جانا ہے،... چھوڑ دیں مجھے...!!" وہ روتے ہوئے اسکی گود سے اترنے کے لیے مچلنے لگی..

"ایسے کیسے چھوڑ دوں... بہت مشکل ہے ہنی..!" اُسکے نازک وجود کو بیڈ پر لیٹاتے ہوئے وہ سنجیدگی سے کہہ گیا.

ایک پل کو محرم کی نظریں ساکت ہوئی تھیں. پھر دوسرے ہی پل وہ چہرے کا رخ موڑ گئی. زرخان کو اسکا یوں رخ موڑنا عجیب سی اذیت سے دوچار کر دیتا تھا. جذبات مچل جاتے تھے.

"ادھر دیکھو میری طرف...!" زرخان نے زرا جھک کر اسکے ٹھوڑی کو اپنی طرف گھمایا.. اسکی سبز آنکھوں میں زرخان علی عباسی کا عکس جھلملا رہا تھا.

"روم سے باہر کیوں گئی تھیں تم..؟؟ میں نے منع کیا تھا ناں کہ میری غیر موجودگی میں روم سے باہر نہیں جاؤ گی تم..؟؟" وہ بہت نرم لہجے میں اُسے ڈپٹنے کے سے انداز میں دریافت کر رہا تھا. محرم کا ننھا سا دل شور مچانے لگا.. زرخان کی بھاری آواز اور گرم سانسیں اسکا دل دھڑکا رہی تھیں..

"مومی... کک... کی یاد آ رہی تھی..!!" محرم نے پلکیں جھپکتے ہوئے معصومیت سے جواب دیا. زرخان کو اُس پر پیار آنے لگا..

"تو روم سے باہر نکل کر موی مل گئیں تمہیں..؟؟" وہ ہنوز سنجیدہ تھا مگر لہجے میں نرمی تھی. محرم لاجواب ہونے لگی..

"سس.. سوری...!" اسنے جیسے اعتراف جرم کیا.

اسکے سادگی سے معافی مانگ لینے پر زرخان کو اُس پر ترس آیا مگر ابھی کچھ دیر پہلے جس طرح وہ بھاگ رہی تھی، اسکے دل کی ناہموار دھڑکنیں، پھر پاؤں کی چوٹ... وہ اتنی آسانی سے اُسے بخشنے والا نہیں تھا.

"تمہارے سوری کر لینے سے اس تکلیف کا مداوا نہیں ہو جائیگا جو میں نے محسوس کی ہے.." زرخان نے قدرے خفگی سے کہا اور سیدھا ہو کر بیٹھ گیا.

"لل.. لیکن.. چوٹ تو مجھے لگی ہے.." محرم نے حیرت سے آنکھیں پھیلائیں.

"لیکن درد تو مجھے بھی ہو رہا ہے..!" زرخان نے فوراً کہا. وہ اُٹھ کر بیٹھ گئی.

"آپکو کہاں درد ہو رہا ہے..؟؟" اسکے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے وہ فکرمندسی پوچھ رہی تھی. زرخان نے ایک نظر اپنے شانے پر دھرا اسکا ہاتھ دیکھا پھر اگلے ہی پل اسکا ہاتھ اپنے مضبوط ہاتھ میں لیتے ہوئے اپنے سینے پر بائیں طرف رکھ لیا.. جہاں اسکا دل اپنی معمول کی رفتار سے دھڑک رہا تھا..

"یہاں... تمہاری وجہ سے آج یہاں درد محسوس ہوا ہے مجھے..!!" وہ بغور اسکی آنکھوں میں جھانکتا ہوا کہہ رہا تھا. محرم نے ناسمجھی سے اسکے ہاتھ میں دبے اپنے ہاتھ کو دیکھا. دفعتاً اسکی نگاہ زرخان کے کھلے گریبان سے نظر آتے سینے پر پڑی تھی.. براؤن شرٹ کے اوپر کے بٹنز ٹوٹ چکے تھے.. کشادہ سینے پر محرم کے ناخنوں کے نشان بہت واضح تھے جسکے باعث زرخان کا سینہ سرخ ہو رہا تھا.. محرم نے سرعت سے اپنا ہاتھ اسکے بھاری ہاتھ کے نیچے سے نکالا اور اپنی نازک انگلیوں سے اسکے سینے کو چھونے لگی..

زرخان کا دل ایک پل کو رُک سا گیا.. اسکی انگلیوں کا نرم لمس ایک میٹھا سا درد جگا رہا تھا..

"خان...!" محرم کے لب پھڑپھڑائے. اسنے بھرائی ہوئی آنکھوں سے زرخان کی طرف دیکھا.

"یہ.. مم.. میری وجہ سے.. ہوا ہے ناں..؟؟" زرخان کے وجیہہ چہرے کو دیکھتی وہ تکلیف زدہ سی کہہ رہی تھی. وہ اسکی چھوٹی سے چوٹ کے لیے پریشان ہو رہی تھی، زرخان کی آنکھوں میں چمک اترنے لگی.. وہ اُسے چاہ رہی تھی، اسکے لیے فکرمند ہو رہی تھی.. یہی تو وہ چاہتا تھا.. جبکہ زرخان کی دلی حالت سے بے بہرہ وہ اب کہہ رہی تھی.

"ایم.. سس.. سوری خان.. میں آئندہ کبھی آپکو ایسے ہٹ نہیں کروں گی،... میں نے آپکو چوٹ لگا دی.. مم.. مجھے بلکل اچھا نہیں لگ رہا..!" اسکے سینے پر ہاتھ رکھے وہ روتے ہوئے کہہ رہی تھی.. زرخان جو اسکی توجہ پر اندر تک پرسکون ہو گیا تھا اسکی اس بات پر ہولے سے مسکرا دیا.

"آپکو زیادہ جلن تو نہیں ہو رہی...؟؟" وہ مسلسل بول رہی تھی. زرخان نے آہستگی سے نفی میں سر ہلایا.

"میں ٹھیک ہوں ہنی.. اٹس اوکے.. اور اگر تم روز میرے گلے لگو اور بدلے میں مجھے یہ زخم ملیں، تو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے.. مجھے جلن نہیں ہو رہی جانم.. مجھے سکون مل رہا ہے.. تم روزانہ مجھے یہ سکون دے دیا کرو ناں..." کہتے ہوئے اسنے اپنے سینے پر رکھا محرم کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا اور بہت آہستگی سے اپنے جلتے لبوں سے لگا لیا.. محرم کے بہتے آنسو تھم سے گئے.. دل کی دھڑکن تیز ہوئی تھی. اسنے گھبرا کر نگاہ جھکا لی. زرخان کی گرفت میں اسکا ہاتھ جلنے لگا تھا.. محرم کے گلابی گال سرخ پڑنے لگے..

اسکے چاند چہرے سے نگاہ ہٹاتے ہوئے زرخان نے بامشکل اپنے مچلتے دل کو سنبھالا اور محرم کے پاس سے اُٹھ کر اپنی سائیڈ پر آ گیا..

"لیٹ جاؤ.. رات کافی ہو چکی ہے پھر صبح تم سے اُٹھا نہیں جائے گا..!" بتیاں گُل کر کے وہ لیٹ گیا. محرم بھی چپ چاپ اپنی سائیڈ پر لیٹ گئی.. ہاتھ کی پشت پر ایک جلتا ہوا، لمس جاگ رہا تھا. محرم نے چور نگاہوں نے اسکی طرف دیکھا جو روز کیطرح اب کروٹ بدل چکا تھا.. محرم نے بھی آہستہ سے آنکھیں موند لیں. آنکھیں بند کرتے ہی زرخان کا وجیہہ چہرہ آنکھوں میں اترا تھا. محرم کے لب ہولے سے مسکرا دیے.. دل میں انوکھے جذبے پنپ رہے تھے.. محبت اپنا کام کر چکی تھی اور وہ بے خبر اپنے ہاتھ کو کان کے نیچے رکھے سونے کی کوشش کر رہی تھی.

♦♦♦♦

"تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے زمل..؟؟ ہوش میں تو ہو..؟؟ ایک جوان ہوتے لڑکے کا باپ ہے وہ جو تمہارا رشتہ مانگ رہا ہے مجھ سے اور تم یوں خوش ہو رہی ہو جیسے ہفت اقلیم کا خزانہ مل گیا ہو تمہیں..؟؟" شہباز حسن کے جاتے ہی سلمیٰ جہاں شروع ہو چکی تھیں.

"مجھے اُن کے بیٹے سے کوئی فرق نہیں پڑتا، وہ.. وہ مجھے بہت چاہتے ہیں امی...!" انگلیاں مروڑتے ہوئے اسنے اپنے تئیں انکی معلومات میں اضافہ کیا تھا.

"مجھے پتہ ہے کہ وہ تمہیں چاہتا ہے.. بنا تمہاری چاہت کے وہ کروڑوں کا مالک اس تین مرلے کے مکان میں آ بھی نہیں سکتا تھا.." انہوں نے سنجیدگی سے کہا.

"امی مسئلہ کیا ہے..؟؟ اُن میں کوئی کمی ہے تو بتائیں ناں.. آپکو اچھے نہیں لگے وہ..؟؟" زمل نے نرمی سے اُن کے ہاتھ تھامتے ہوئے پوچھا.

"اُسے اچھا لگنے میں کیا ہے زمل..؟؟ پیسہ بولتا ہے، اسکے پاس روپیہ پیسہ ہے، تعلیم ہے بات کرنے کا سلیقہ ہے تو وہ کسی کو کیونکر بُرا لگ سکتا ہے..؟؟ مگر ان سب باتوں کو دیکھ کر یہ حقیقت نہیں جھٹلائی جا سکتی کہ وہ ایک جوان ہوتے بیٹے کا باپ ہے.. عمر میں تم سے بہت بڑا ہے.. کیسے گزارا کرو گی اسکے ساتھ..؟؟ میرا دل اس رشتے کے لیے بالکل

بھی مطمئن نہیں ہے.. تم خود کو سمجھالو بس... یہ رشتہ نہیں ہو سکتا.." درشتگی سے کہتے ہوئے انہوں نے رخ موڑ لیا. زمل کی آنکھیں نم ہونے لگیں.. خاموش تماشائی کا کردار ادا کرتی ندا کو بھی زمل پر ترس آرہا تھا..

"امی عمروں کے فرق سے کیا ہوتا ہے..؟؟ دلوں میں جذبات زندہ رہیں تو عمروں کا فرق کچھ نہیں کہتا..!" زمل نے انہیں سمجھانے کی ناکام کوشش کی.

"عمروں کا فرق ہی سب کچھ کہتا ہے، مزید دو چار سالوں میں بوڑھا ہو جائے گا وہ.. اور تم..؟ تمہاری ابھی عمر ہی کیا ہے..؟؟ تم اپنی ساری جوانی ایک ادھیڑ عمر مرد کے ساتھ گزارنا چاہتی ہو کیونکہ تم ابھی ناسمجھ ہو مگر مجھ میں اتنی عقل ہے کہ تمہیں یہ غلط قدم اٹھانے سے روکوں..." سلمیٰ جہاں اپنی بات پر قائم تھیں.

"اور اگر میں نہ رکنا چاہوں تو..؟؟" زمل نے سنجیدگی سے پوچھا.

"تو یعنی تم بھی اسے چاہتی ہو..؟" انہوں نے اسکی بھیگی آنکھوں میں دیکھا. زمل نے نگاہ چرالی.

"زمل وہ لڑکا تمہارے لیے ٹھیک نہیں ہے میری چندا.. میں دنیا والوں کو کیا جواب دوں گی کہ کیوں تمہیں ایک ایسے مرد سے بیاہ دیا جو نا صرف پہلے سے شادی شدہ ہے بلکہ عمر میں تم سے بہت بڑا بھی ہے..!! میری جان تم خود کو دیکھو.. جوان ہو، خوبصورت ہو پڑھی لکھی ہو.. تمہیں اچھے سے اچھا رشتہ مل جائے گا تم کیوں نادانی کر رہی ہو...؟ یہ جو تمہاری وقتی محبت ہے ناں.. اسکا بھوت تمہارے سر سے اس آدمی سے شادی کے چند ماہ بعد ہی اتر جائے گا.. اسلیے دل کی بجائے دماغ سے سوچو.. بھول جاؤ اُسے.." سلمیٰ جہاں نے اسے ہر ممکن طریقے سے سمجھانے کی کوشش کی.

"امی میں بچی نہیں ہوں کہ جسے کوئی کھلونا پسند آگیا اور آپ اسے میرے لیے نقصان دہ کہہ کر مجھے اسے خریدنے سے منع کر دیں گی.. آپ.. آپ پلیز ایسا مت کریں میرے ساتھ.. یہ میری نادانی نہیں ہے..!" وہ بولتے تلخ ہو رہی تھی. آنکھوں سے نکلتے آنسو گال بھگونے لگے.. سلمیٰ جہاں کا دل اسکے آنسو دیکھ کر خون ہونے لگا.

"زمل تم کیوں ضد کر رہی ہو میری چندا...!" انہوں نے نرمی سے اسکے آنسو صاف کیے.

"ضد کہاں کر رہی ہوں امی.. میں تو آپکو اپنی خوشی بتا رہی ہوں.. مجھے میری خوشی دے دیں امی.. پلیز..!" انکے ہاتھوں پر سر رکھ کر وہ سسک پڑی.

"زمل.. اُسکا بیٹا تمہیں قبول نہیں کرے گا..!" سلمیٰ جہاں نے بے بسی سے کہا.. وہ اسے ہر پہلو دکھانا چاہتی تھیں مگر وہ سمجھنا ہی نہیں چاہتی تھی.

"وہ نہ کرے امی.. میں اسے قبول کر لوں گی.!" زمل نے فوراً جواب دیا.

"زمل تم سمجھ کیوں نہیں رہیں..؟؟ وہ آدمی.. اسکے کتنے ہی دوست اور کتنے ہی دشمن ہوں گے زمی، بے شک زندگی اور موت اللہ کے ہاتھ میں ہے مگر اگر وہ کسی حادثے میں تمہارا ساتھ چھوڑ گیا تو...؟؟" وہ اسکی ماں تھیں اور ماؤں کو تو یونہی خدشے ہوا کرتے ہیں..

"امی پلیز... کیسی باتیں کر رہی ہیں آپ.. اللہ نہ کرے کہ انہیں کبھی کچھ ہو...!" زمل نے بھیگی پلکیں اٹھا کر تڑپ کر کہا. سلمیٰ جہاں کو شدت سے احساس ہوا کہ انکی بیٹی محبت کے اس سفر میں بہت آگے نکل چکی ہے..

"یعنی تم شہباز حسن سے ہی شادی کرو گی..؟؟" انہوں نے سنجیدگی سے پوچھا.

"آپکی مرضی کے بغیر کبھی نہیں کروں گی..!" زمل نے نگاہ جھکاتے ہوئے کہا.

"میری مرضی تو کبھی نہیں ہو گی.. تم بتاؤ اب کیا کہتی ہو..؟؟" انکا لہجہ اٹل تھا. زمل کی دھڑکنیں ایک پل کو مدھم ہوئی تھیں. آنکھوں میں ویرانی سی پھیل گئی پھر اگلے ہی پل اسنے سر اٹھایا تھا اور انکا چہرہ دیکھا جس پر رعایت کے کوئی آثار نہیں تھے. زمل نے سسکتے دل کو سنبھالا تھا اور جب بولی تو اسکی آواز میں واضح شکست تھی.

"اگر آپ کی مرضی نہیں ہو گی تو میں شہباز سے شادی کیسے کر سکتی ہوں امی..؟؟ میں اُن سے شادی نہیں کروں گی." زمل نے لہجے کو حتی الامکان مضبوط رکھا تھا. سلمٰی جہاں کے چہرے پر اطمینان سا بکھر گیا مگر یہ صرف ایک پل کے لیے ہی تھا. زمل کی اگلی بات نے انکا سارا اطمینان رخصت کر دیا تھا..

"لیکن میری یہ بات بھی سن لیں آپ... اگر میں شہباز سے شادی نہیں کروں گی، تو پھر میں کبھی شادی نہیں کروں گی.. کبھی بھی نہیں..!" سختی سے کہہ کر وہ وہاں سے اُٹھی تھی اور نکل کر دوسرے کمرے میں چلی گئی. سلمٰی جہاں نے تاسف سے نفی میں سر ہلایا.

"تم دیکھ رہی ہو اسکی ضد..؟؟" انہوں نے خاموش بیٹھی ندا کو مخاطب کیا.

"ایک بات کہوں اگر آپ بُرا نہ مانیں تو..؟؟" ندا نے آہستگی سے پوچھا.

"یعنی اب تم بھی اسکی سائیڈ لینے والی ہو..؟؟" انہوں نے قدرے خفگی سے کہا.

"ارے نہیں.. میں.. صرف اتنا کہنا چاہ رہی ہوں کہ آپ یوں اتنی جلدی فیصلہ مت کریں.. جب زمل آپو اپنے باس کو پسند کرتی ہیں تو آپکو ایک بار اس بارے میں سوچ لینا چاہیے..!" ندا نے اپنی سی کوشش کی.

"اس بارے میں سوچ کر میں دنیا کو کیا جواب دوں گی ندا..؟؟ زمل نہیں سمجھ رہی مگر تم تو سمجھو.. لوگ کیا کہیں گے کہ میں نے پیسے کی خاطر اپنی کم عمر بیٹی کو ایک جوان ہوتے بیٹے کے باپ سے بیاہ دیا..؟؟ میں کس کس سے منہ

چھپاتی پھروں گی..؟؟اور پھر اس میں کمی ہی کیا ہے، کوئی لُولی لنگڑی یا اپاہج تو نہیں ہے جو میں سب جانتے بوجھتے یہ کڑوا گھونٹ بھر لوں..!"وہ کسی صورت اس رشتے پر راضی نہیں ہو رہی تھیں.

"میں مانتی ہوں کہ زمل آپی میں کوئی کمی نہیں ہے مگر اگر شہباز صاحب کو دیکھا جائے تو اُن میں بھی کوئی کمی نہیں ہے امی.. آپ خود ہی سوچیں کہ زمل آپو کو شادی کے بعد کوئی پریشانی نہیں ہو گی..پورے گھر میں بس شوہر ہی تو ہو گا، اور رہی بات شہباز صاحب کے بیٹے کی تو اچھی بات ہے ناں کہ وہ ذرا بڑا ہے..زمل آپو کو اسکی ذمہ داری نہیں اٹھانی پڑے گی.. آپ دنیا کا نہیں صرف زمل آپی کا سوچیں..اگر زمل آپی خوش رہیں گی تو ہمیں دنیا سے کیا..؟؟ دنیا جو مرضی کہتی رہے..زمل آپی تو خوش رہیں گی ناں..!"ندا نے اپنی عمر سے بڑی بات کی تھی. سلمیٰ جہاں ایک پل کو سوچ میں پڑ گئیں.

"لیکن ہم اس معاشرے کا حصہ ہیں ندا..لوگوں سے کٹ کر تو نہیں رہ سکتے ناں..!"انہوں نے دل کی بات کی.

"لوگوں کی خاطر آپ اپنی بیٹی کو اسکی خوشی سے دور رکھیں گی..؟؟اور لوگوں کا کیا ہے..؟؟اگر آج لوگ زمل آپو کی شہباز صاحب سے شادی پر باتیں بنائیں گے تو کل کو اگر خدانہ کرے انکی شادی کسی غلط انسان سے ہو جاتی ہے تو لوگ تو تب بھی باتیں بنائیں گے..یہ دنیا ایسی ہی ہے امی، یہ دوسروں کی خوشیوں سے جلتی ہے اور دوسروں کے غم پر ترحم بھری نگاہوں سے دیکھتی ہے.. مگر یہ ہمارا غم کم نہیں کر سکتی تو پھر کیوں اس دنیا کی خاطر ہم اپنی خوشیاں قربان کریں..!!"ندا چھوٹی ہونے کے باوجود بہت بڑی بڑی باتیں کر رہی تھی. سلمیٰ جہاں نے داد دیتی نگاہوں سے اپنی سمجھدار بہو کی جانب دیکھا..

"میں پہلے عون سے بات کروں گی..!" سلمیٰ جہاں نے کچھ نرم پڑتے ہوئے کہا.

ندا کھل کر مسکرائی.

"ضرور کریں.. مگر پلیز آپ اس بارے میں سوچیے..!"ندا نے نرمی سے کہا. سلمٰی جہاں نے اثبات میں سر ہلا دیا.

♦♦♦♦

"میری بہو سے بات کرواؤ میری..!"وہ فون کان سے لگائے ڈیڈ سے بات کر رہا تھا جب اچانک انہوں نے محرم سے بات کرنے کی خواہش ظاہر کی تھی. زرخان کے لبوں پر مسکراہٹ پھیل گئی.

"اِٹس یور بیڈ لک ڈیڈو.. میں اس وقت سائٹ پر ہوں اور آپکی بہو بیگم گھر پر ہیں..!"زرخان نے ہنستے ہوئے کہا. جبکہ اسکی زندگی سے بھرپور آواز سن کر انہیں خوشگوار حیرت ہوئی تھی.

"اوففف.. ٹھیک ہے مگر آج ہر صورت میری اُس سے بات کروا دینا..!"انہوں نے اسے سنجیدگی سے کہا.

"تو آپ واپس آ جائیں ناں.. فیس ٹو فیس مل لیجئے گا ویسے بھی دو ماہ سے زیادہ عرصہ ہو چکا ہے آپکو گئے.. کتنے سیمینار رہ گئے ہیں آج یہ بھی بتا دیں..؟؟"وہ قدرے خفگی سے پوچھ رہا تھا..

"ہاں میں بھی فیڈ اپ ہو چکا ہوں یار.. بس دس پندرہ دن اور.. پھر آ جاؤں گا..!"وہ یوں بات کر رہے تھے جیسے آپس میں بہت گہرے دوست ہوں.. تبھی زرخان کے موبائل پر رنگ ہوئی تھی.. اسنے فون کان سے ہٹا کر دیکھا، علیزہ کالنگ جگمگا رہا تھا.

"آپکی دوسری بہو کی کال آ رہی ہے میں زرا اُس سے بات کر لوں..؟ ورنہ وہ یہیں آ جائے گی.."زرخان نے قدرے عجلت میں کہا.

"دوسری بہو..؟؟علیزہ کی بات کر رہے ہو..؟؟"دوسری جانب وہ حیران ہوئے تھے.

"جی بالکل.. اور کون ہو سکتی ہے..؟؟"زرخان نے سنجیدگی سے کہا. وہ علیزہ کو لے کر حقیقتاً پریشان تھا.

"علی.. اٹس فاؤل بیٹے.. تم محرم کے ساتھ غلط کر رہے ہو.. اب وہ تمہاری بیوی ہے.. تم علیزہ کو محرم کے بارے میں بتادو اور اس سے ملنا جلنا ختم کر دو.. یہ ٹھیک نہیں ہے..!" انہوں نے اسے سنجیدگی سے سمجھایا. زرخان نے اپنے لب بھینچ لیے.

"علیزہ سے تعلق ختم کرنا بہت مشکل ہے ڈیڈ.. شی از آلموسٹ کریزی فار می..!" زرخان کی آواز میں تھکاوٹ اترنے لگی.

"تم کس کے لیے کریزی ہو..؟؟ اسکے لیے سوچو بیٹے.. اگر تمہیں علیزہ کی پرواہ تھی تو تمہیں محرم بیٹی سے شادی ہی نہیں کرنی چاہیئے تھی.. اسطرح دو کشتیوں میں سوار رہو گے تو ڈوبنے کا خدشہ ہے علی.. محرم تمہاری بیوی ہے.. اسلیے علیزہ کو چھوڑ دو..!!" انہوں نے اُسے واضح طور پر باور کروا دیا تھا کہ علیزہ سے تعلق رکھنا اسکے لیے ٹھیک نہیں ہے.. زرخان نے اپنا لب دانتوں تلے دبایا.. موبائل پھر سے شور کرنے لگا تھا..

"ڈیڈ وہ کال کر رہی ہے.. میں فری ہو کر آپ سے بات کرتا ہوں..!" زرخان نے آہستگی سے کہا.

"ہمم.. اوکے اللہ حافظ..!" کہہ کر انہوں نے کال ڈسکنیکٹ کر دی. زرخان نے فوراً علیزہ کی کال پک کی..

"تم کال کیوں نہیں پک کر رہے تھے... کب سے کال کر رہی ہوں تمہیں کہاں بزی ہو تم...؟؟" اسکے کال ریسیو کرتے ہی وہ شروع ہو چکی تھی.

"یہ تم کس لہجے میں بات کر رہی ہو مجھ سے.. اور میں ہر ٹائم فری نہیں ہوتا یہ بات تم جانتی ہو لیزہ..!!" وہ سخت لہجے میں بولا تھا.. علیزہ ایک پل کو گڑبڑائی..

"مجھے تمہارا یہ لہجہ اور انداز ناگوار گزرا ہے علیزہ.." وہ درشتگی سے کہتا علیزہ جعفری کو اسکی حیثیت باور کروا گیا تھا. علیزہ کے اندر چھن سے کچھ ٹوٹا تھا..

"اور مجھے تمہاری اگنورینس ناگوار گزرتی ہے زرخان علی عباسی...!!"وہ بھیگی آواز میں بولتی زرخان کو لب بھینچنے پر مجبور کر گئی تھی..

"اوکے فائن.. کہاں مل رہی ہو..؟؟"وہ جانتا تھا کہ اسنے ملنے کے لیے ہی کال کی ہے اسی لیے خود ہی پوچھ بیٹھا.

دوسری جانب علیزہ اسکے یوں پوچھنے پر مسکرائی.

"جہاں تم کہو.."وہ محبت سے چور لہجے میں بولی. زرخان پشیمان ہونے لگا..

"علیزہ....!"زرخان کی پکار میں تھکاوٹ سی تھی. علیزہ کا دل دھڑکنے لگا..

"ہاں بولو ناں.. میں سن رہی ہوں..!"اسکا لہجہ مسکاتا ہوا تھا..زرخان کو سمجھ نہیں آرہی تھی کہ اُسے کیا کہے..

"ہم.. کل ملیں..؟؟" جانے کیوں وہ اس سے بچنا چاہ رہا تھا.علیزہ کا دل بجھ سا گیا.

"علی واٹس رانگ.. تم ایسا کیوں کر رہے ہو.. مجھے یوں لگ رہا ہے جیسے تم مجھ سے بھاگ رہے ہو..!!" سپیکر سے ابھرتی علیزہ کی آواز میں تفکر تھا.

زرخان نے رخ بدلا اور ایک طرف کو چلنے لگا.. چال میں لڑکھڑاہٹ سی تھی. مزدور اپنے کام میں مصروف تھے..

"میں تمہیں کچھ بتانا چاہتا ہوں لیزہ..!!"زرخان نے آہستگی سے کہا.

"تو بتاؤناں.. میں تو دل و جان سے تمہاری ہر بات سننے کو تیار ہوں..!!"وہ بدلے میں بے تابی سے بولی.

"ہم کل ملتے ہیں ناں.. پھر مل کر آرام سے بات کریں گے..!!"اسنے نرمی سے کہا. وہ اس سے مزید کچھ چھپانا نہیں چاہتا تھا..

"آج کیا ہے..؟؟"ہمیشہ کی طرح اداسیوں میں ڈوبا وہ ہی سوال..

"آج میں سائٹ پر ہوں.. یہاں ورکنگ زیادہ ہے.. اسلیے کل کا کہہ رہا ہوں..!"زرخان نے وضاحت کی.

"اوکے ڈن..!"علیزہ نے بجھے دل سے ہامی بھر لی.

"ٹھیک ہے پھر.. کل ملاقات ہوتی ہے..!" زرخان نے کہا.

"ہمم.. اوکے..!"علیزہ نے کہہ کر کچھ دیر اسکے بولنے کا انتظار کیا پھر مایوسی سے کال ڈسکنیکٹ کر دی.. زرخان نے موبائل قریب آتے داد بخش کی طرف بڑھایا جسے اسنے ہاتھ بڑھا کر پکڑ لیا.

"آپ علیزہ بی بی کو سچ کیوں نہیں بتا دیتے سائیں..؟؟" اسکے متفکر چہرے کی طرف دیکھتے ہوئے داد بخش بھی پریشانی سے بولا تھا.

"بتا دینا چاہتا ہوں.. کچھ بھی چھپانا نہیں چاہتا میں اُس سے مگر... مگر اسکے جذباتی پن سے عاجز ہوں میں.. کہیں وہ پھر سے خود کو کوئی نقصان نہ پہنچا بیٹھے..!" وہ حد سے زیادہ سنجیدہ تھا.

"آپ انہیں خود سے بتا دیں گے تو شاید معاملہ اتنا نہ بگڑے، لیکن اگر وہ خود سے محرم بی بی کے بارے میں جان گئیں تو پھر وہ آپکے لیے پرابلم کری ایٹ کر سکتی ہیں..!" داد بخش دور تک سوچ رہا تھا.

"کیا مطلب.. تم یہ کہنا چاہ رہے ہو کہ وہ میرے لیے..؟؟ یعنی زرخان علی عباسی کے لیے مسئلہ پیدا کر سکتی ہے..؟؟" وہ ایک ابرو اچکا کر حیرت سے بولا.

"آپ بات کو اُس طرح سے نہیں سمجھ رہے سائیں.. میں یہ نہیں کہہ رہا کہ وہ آپکے لئے کوئی مشکل پیدا کر دیں گی یا اور کچھ.. میں صرف یہ کہہ رہا ہوں کہ جب وہ خود کو نقصان پہنچا سکتی ہیں تو حقیقت جان لینے پر محرم بی بی کو بھی نقصان پہنچا سکتی ہیں..!" داد بخش نے دور اندیشی کا مظاہرہ کیا تھا. زرخان کی پیشانی پر سلوٹوں میں اضافہ ہوا تھا.. آنکھیں پل میں سرخ ہوئی تھیں.

"اگر اس نے ایسا سوچنے کی کوشش بھی کی تو میں اُسے زندہ نہیں چھوڑوں گا..!!" زمین کی گھورتے ہوئے وہ درشتگی سے بولا. داد بخش نے تفکر سے اسکی جانب دیکھا جسکا چہرہ داد بخش کی پیشن گوئی پر سرخ پڑ چکا تھا.

"محرم بی بی کو چاہنے لگے ہیں ناں آپ..؟؟" داد بخش نے ایک بار پھر اسکے دل کی بات جاننا چاہی. اسکے سوال پر زرخان کے تنے ہوئے اعصاب ڈھیلے پڑ گئے، عنابی لب ہولے سے مسکرائے تھے..

"نہیں.. میں اُسے نہیں چاہتا.. مگر جو چاہتا تھا وہ اب ہونے لگا ہے بخش.. تمہاری بی بی مجھے چاہنے لگی ہے.. میں اُس چاہت کی انتہا دیکھنا چاہتا ہوں..!!" آنکھوں میں چمک لیے وہ سنجیدگی سے کہہ رہا تھا. داد بخش دھیرے سے ہنس دیا.

"مجھ سے چھپا رہے ہیں سائیں..؟؟" وہ اسکے سامنے آ گیا اور بغور اسکے چہرے کو دیکھا.

"ابھی تو خود سے بھی چھپا رہا ہوں یار.. بس چپ چاپ سب ہوتے ہوئے دیکھ رہا ہوں..!" کہتے ہوئے وہ نرمی سے مسکرایا. داد بخش نے ہنستے ہوئے اسکا کندھا تھپتھپایا..

"تم مجھے میرے نام سے کب پکارو گے بخش..؟؟" زرخان نے محبت سے کہتے ہوئے اسکی آنکھوں میں دیکھا. بدلے میں وہ نرمی سے مسکرایا.

"جب مجھے سائیں کہنے والی آ جائے گی تو آپکو سائیں کہنا چھوڑ دوں گا.." ایک آنکھ دباتے ہوئے وہ غیر سنجیدگی سے بولا.. زرخان نے بے ساختہ قہقہ لگایا.

"بہت خوب.. یعنی شادی کرنا چاہتے ہو..؟؟ کون ہے وہ.. جلدی بتاؤ..؟؟" آنکھوں میں خوشگوار حیرت لیے وہ بے تابی سے پوچھ رہا تھا. داد بخش کے ہونٹوں کی مسکراہٹ گہری ہوئی..

"دکھادوں گا آپ کو.. بہت جلد..!" نگاہ جھکاتے ہوئے وہ آہستگی سے بولا.

"یعنی ملواؤ گے نہیں..؟؟"زرخان نے خفگی سے پوچھا.

"میں نے خود بس آج تک اسے دیکھا ہی ہے..ابھی تک میرے ملنے کی نوبت نہیں آئی تو آپکو کیسے ملوا سکتا ہوں..!"وہ اپنی ہنسی دباتے ہوئے بولا..زرخان کے لب کھل کر مسکرائے..

"یار پٹھان تم اتنا شرماتے کیوں ہو..؟؟"اسکی گردن میں بازو ڈالتے ہوئے زرخان نے اسکے نگاہ چرا کر بات کرنے پر چوٹ کی..

"سائیں نہ کریں یار..!"وہ ہنستے ہوئے بولا. زرخان کا قہقہہ بے ساختہ تھا..

♦♦♦♦

"امی..؟؟ڈرائیور آگیا ہے، میں آفس جا رہی ہوں..!"اسنے آنکھوں پر ہاتھ رکھے لیٹی سلمٰی جہاں کو مخاطب کیا تھا.انہوں نے فوراً ہاتھ چہرے سے ہٹایا تھا.

"تمہیں اب آفس نہیں جانا چاہیئے زمل..!"انہون نے سنجیدگی سے کہا.

"کیوں اب کیا ہے..؟؟"وہ جانتے بوجھتے بھی انجان بن رہی تھی. سلمٰی جہاں نے اسے خفگی سے دیکھا.

"کیا تم نہیں جانتی کہ اب کیا ہے..؟؟"وہ ذرا سختی سے گویا ہوئیں.

"جب آپ رشتے کے لیے انکار کر چکی ہیں تو اب کچھ بھی نہیں ہے امی..!!"زمل نے بھی سنجیدگی سے جواب دیا.

"میں نے تمہیں انکار کیا ہے، شہباز حسن کو نہیں..!"کہتے ہوئے انکی نگاہ زمل کی سوجی ہوئی آنکھوں پر پڑی..یقیناً وہ ساری رات روتی رہی تھی.

"یہاں آؤ میرے پاس..!"انہوں نے اسے نرمی سے بلایا.زمل نگاہ جھکا کر انکے پاس آ بیٹھی.

"کل سے تم آفس نہیں جاؤ گی..آج ریزائن دے کر آنا..!"انکی بات پر زمل نے تڑپ کر انکی جانب دیکھا.

"یوں مت دیکھو.. جس سے شادی ہو رہی ہے اب کیا اسکے سامنے اسی کے ساتھ کام کرو گی..؟؟" انہوں نے نرمی سے اسکی ٹھوڑی چھو لی. زمل کی آنکھوں میں حیرت اتری.

"اسے کہہ دینا.. آکر مجھ سے دوبارہ مل لے..!" سلمیٰ جہاں ہولے سے مسکرا دیں.. زمل کے لب بے اختیار مسکرائے تھے.. آنکھیں چمکنے لگی تھیں.

"تھینک یو امی..!" محبت سے کہتے ہوئے وہ انکے گلے لگ گئی.. سلمیٰ جہاں کے اندر ڈھیروں اطمینان اترنے لگا..

"اللہ تمہارے نصیب اچھے کرے میری جان..!" کہتے ہوئے انہوں نے اسکی پیشانی چوم لی.

"اوکے مجھے دیر ہو رہی ہے میں چلتی ہوں..!!" ان سے دور ہوتے ہوئے وہ عجلت میں بولی پھر اللہ حافظ کہتی ہوئی گھر سے باہر نکل آئی.. اسکے ہر قدم میں سرشاری تھی. دل میں ایک اطمینان سا اتر رہا تھا.. گاڑی میں بیٹھتے ہوئے وہ سوچ رہی تھی کاش کہ گاڑی کو پر لگ جائیں اور وہ پلک جھپکنے میں شہباز حسن کے سامنے جا کھڑی ہو.. اسکی ساری رات جس قدر بے چین گزری تھی، صبح اتنی کی دل آویز تھی.. زمل آفندی کی محبت جھوم اُٹھی تھی. رگوں میں کروٹ کروٹ نشہ سا اتر رہا تھا، محبت پا لینے کا نشہ.. اسنے ابھی تک شہباز حسن کو پایا نہیں تھا مگر وہ اسکی محبت تو پا ہی چکی تھی... وہ مسرور سی آنکھیں موندے شہباز حسن کو سوچ رہی تھی.. سارا راستہ وہ اسے ہی سوچتی آئی تھی... گاڑی آفس کے باہر رکتے ہی وہ سرعت سے نیچے اتری تھی.

دلِ بے تاب پنجرے سے آزاد ہوتے پنچھی کی طرح پھڑ پھڑا رہا تھا.. پاؤچ پر گرفت مضبوط کرتے ہوئے اسنے اندر کیطرف قدم بڑھائے تھے.. ویٹنگ ایریا سے گزرتی ہوئی وہ اپنے کیبن میں آئی اور اپنی سیٹ سنبھال لی.

"سر آ گئے ہیں کیا..؟؟" گردن موڑ کر اسنے ایم ڈی کے آفس سے نکلتی مس ثناء سے پوچھا..

"یس.. آ چکے ہیں..!!" ثناء نے گردن ہلاتے ہوئے کہا. زمل کی آنکھیں چمکنے لگیں.

وہ مطمئن سی ہو کر اپنی فائل اوپن کر کے مونیٹر کی طرف متوجہ ہو گئی.. جانتی تھی کہ وہ یا تو خود اسکے کیبن میں آجائے گا یا پھر زمل کو اپنے آفس روم میں بلالے گا.. اور یہی ہوا بھی تھا.. اسے ورکنگ کرتے دس پندرہ منٹ ہی گزرے تھے کے رانیہ نے اسے شہباز حسن کا پیغام دیا.. زمل کے لب ہولے سے مسکرائے تھے.. سیٹ چھوڑتے ہوئے وہ کھڑی ہوئی تھی اور دھیمی چال چلتی اسکے آفس تو م کے دروازے تک آئی. اس نے ڈور ناک کرنے کے لیے ہاتھ اٹھایا ہی تھا کہ جبھی اندر سے "کم ان" کی آواز آئی تھی. زمل کی ہارٹ بیٹ مِس ہوئی.. وہ اسکی آہٹ پا چکا تھا. زمل نے لرزتے ہاتھوں سے دروازہ اندر کی جانب دھکیلا.... وہ ریوالونگ چیئر کی بجائے صوفے پر براجمان تھا.. زمل نگاہیں جھکائے، انگلیاں مروڑتی ہوئی اندر داخل ہو گئی.. اسے آتے دیکھ وہ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا.

"آپ.... پریشان ہیں.. ؟؟" اسکے مقابل آتے ہوئے وہ اسکی حالت کے پیش نظر بڑی توجہ سے پوچھ رہا تھا..

"نن.. نہیں تو..!" زمل نے نگاہ اُٹھائے بغیر جواب دیا. شاہ بغور اسکی آنکھوں کے سوجے پپوٹے دیکھ رہا تھا.

"تو پھر.. ؟؟ گھر میں کوئی بات ہوئی ہے.. ؟؟" شہباز حسن نے اسکی ٹھوڑی زرا اونچی کر کے پوچھا تھا. اسکی جرأت پر زمل کے ہونٹ لرزنے لگے..

"نہیں... نہیں تو..!" اسنے شہباز حسن کی طرف دیکھتے ہوئے جواب دیا. اور یہی وہ چاہتا تھا کہ زمل اسکی جانب دیکھے. شہباز نے آہستگی سے اپنا ہاتھ اسکی ٹھوڑی سے ہٹالیا. زمل کی رکتی سانسیں بحال ہونے لگیں.

"آپ روتی رہی ہیں.. ؟؟" اسکی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے وہ سنجیدگی سے دریافت کر رہا تھا. زمل کی آنکھیں پھر سے بھر آنے لگیں. زمل نے ہولے سے اثبات میں سر ہلا دیا.

"کیوں... ؟؟" شاہ کا سوال زمل کے حسبِ توقع تھا.

"امی... آپکے لیے انکار کر رہی تھیں.."زمل نے سچائی کا مظاہرہ کیا. شہباز کے ہونٹوں پر اسکے رونے کی وجہ جان کر مسکراہٹ در آئی.

"یہ اتنا بڑا ایشو نہیں تھا زمل کہ جسکے لیے آپ نے اپنی آنکھوں کو.. اور خاص کر ان.. ان پلکوں کو تکلیف دی..!" اسکی گھنیری پلکوں کو ہولے سے چھوتے ہوئے وہ نرمی سے کہہ رہا تھا. زمل نے شکوہ کناں نظروں سے اسکی طرف دیکھا.

"ریلیکس... آپکی مدر ایک بار انکار کر دیں گی تو میں دوبارہ ملنے آؤں گا اُن سے.. پھر سے گزارش کروں گا ان سے..!"وہ دھیمے لہجے میں بول رہا تھا..

"اور اگر دوبارہ انکار کر دیں گی تو..؟؟"زمل نے اسے پرکھنا چاہا. شہباز حسن دھیرے سے ہنس دیا.

"تو تیسری بار آؤں..!"اسنے جیسے زمل کو یقین دلایا تھا..

"اور اگر ہر بار انکار کیا تو..؟؟"زمل جانے کیا سننا چاہتی تھی.

"تو بار بار آؤں گا.. جب تک وہ زمل آفندی کو میرے حوالے نہیں کر دیتیں، تب تک میں بارہا آؤں گا.. آپکو اپنا بنا کر ہی چھوڑوں گا..!!"اسکی جھلمل کرتی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے وہ عہد و پیماں کر رہا تھا.

"اپنا بنا کر... چھوڑنا ضروری ہے کیا..؟؟"زمل نے اسکی آخری بات کو دوسرا رنگ دیا تھا.. شہباز حسن ایک بار پھر مسکرایا.

"اپنا بنانا ضروری ہے.. بہت ضروری ہے.. باقی کچھ مت سوچیں..!"اسکا رخسار تھپتھپاتے ہوئے وہ نرمی سے کہہ رہا تھا.

"تو ٹھیک ہے پھر.. وقت نکال کر دوبارہ ملنے آجائیں.. امی نے آپکو بلایا ہے..!!" کہتے ہوئے اسنے سر جھکا لیا. ایک شرمگیں مسکراہٹ نے اسکے ہونٹوں کا احاطہ کیا تھا. شہباز حسن کو خوشگوار حیرت ہوئی.

"رئیلی..؟؟" شاہ کی آنکھوں میں چمک تھی.

"یس..!!" کہہ کر زمل نے لب دانتوں میں دبا لیے.. پھر اپنی مسکراہٹ روکتی واپسی کے لیے پلٹی تھی... شہباز حسن نے مسکراتی نظروں سے جاتی ہوئی زمل کو دیکھا.

ایک پل کو اسکے دل میں خواہش جاگی تھی کہ اُسے ہاتھ بڑھا کر روک لے.. مگر پھر مصلحت کے تحت دل کی خواہش مار گیا تھا.. دوسری جانب زمل کے چہرے پر قوس قزاح کے ساتوں رنگ اپنی چھب دکھلا رہے تھے. وہ سرعت سے اپنے کیبن میں جا گھسی مبادا کوئی اسکا چہرہ ہی نہ پڑھ لے. اپنی سیٹ پر بیٹھتے ہوئے اسنے ایک لمبا سانس خارج کیا تھا.. محبت پا لینے کا احساس کس قدر خوش کن ہے یہ کوئی اس وقت زمل آفندی سے پوچھتا جسکا دل چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا کہ پوری دنیا اسکی مٹھی میں ہی تو ہے..

کوئی اسکی آنکھوں میں دیکھتا جہاں خوابوں کا ایک جہان آباد تھا جنہیں تعبیر ملنے والی تھی..

اسکے لبوں پر کھلتی وہ مسکراہٹ بڑی دلنشین تھی جو شہباز حسن کی چاہتوں کی دین تھی.. دل کی دھڑکنیں انوکھا ہی راگ الاپ رہی تھیں.. وہ سوچ رہی تھی کہ محبت واقعی ایک نشہ ہے جو پورا ہو بھی جائے تو طلب اور بڑھنے لگتی ہے.. سرور سارگ و پے میں سرایت کرنے لگتا ہے.. زمل نے اپنی چمکتی آنکھیں موند لیں اور کچھ پلوں کے لیے کرسی کی پشت سے ٹیک لگا لی... وہ آنکھیں بند کیے پڑی تھی جب اس کے موبائل نے شور مچایا تھا. زمل سیدھی ہوئی اور موبائل سکرین کی طرف دیکھا. ندا کے نمبر سے کال آرہی تھی. اسے تشویش ہوئی تھی کیونکہ آج سے پہلے کبھی ندا نے اُسے یوں آفس ٹائم میں کال نہیں کی تھی. زمل نے کال ریسیو کر کے فون کان سے لگایا.. دوسری

طرف روتی ہوئی ندا نے اُسے سلمیٰ جہان کی طبعیت خرابی کا بتایا تھا..زمل کا دل ڈوب کر ابھرا.. آنکھیں پانیوں سے بھرنے لگیں. ندا سے ہاسپٹل کا پوچھ کر وہ سرعت سے کیبن سے باہر نکلی تھی.

آنکھوں میں اترتی نمی صاف کرتے ہوئے وہ بنا ناک کیے شہباز حسن کے آفس روم میں آئی تھی. وہاں مس ثناء پہلے سے موجود تھیں جبکہ شہباز حسن کا بیٹا اسکے پاس کھڑا کوئی بات کر رہا تھا. زمل کو یوں اچانک بنا ناک کیے اندر آتے دیکھ اسکی پیشانی پر بل نمودار ہوئے تھے.

"ڈیڈ و آپکے ایمپلائز میں مینرز نام کی کوئی چیز نہیں ہے کیا..؟؟" وہ ناگواری سے قدرے اونچی آواز میں بولا تھا.

زمل نے اسے تین ماہ پہلے دیکھا تھا اور ان تین ماہ میں اسکا قد پہلے کی نسبت بڑھ چکا تھا. آواز بھی قدرے بھاری ہو چکی تھی. شہباز حسن اسکی بات ان سنی کر کے اپنی چیئر سے کھڑا ہوا تھا..

"کیا ہوا زمل... از ایوری تھنگ فائن..؟؟" اسکے قریب آتے ہوئے وہ نرمی سے پوچھ رہا تھا. علی اور مس ثناء کی موجودگی کو وہ یکسر فراموش کر چکا تھا.. اگر کچھ دکھائی دے رہا تھا تو وہ تھا زمل آفندی کا آنسوؤں سے تر چہرہ... زمل نے روتے ہوئے نفی میں گردن ہلائی..

"میری امی.. کی طبعیت خراب ہو گئی ہے.. مم.. میری بھابھی اکیلی ہی انہیں ہاسپٹل لے کر گئی ہے.. مجھے ابھی انکے پاس جانا ہے سر.. آپ پلیز مجھے لیو دے دیں..!" وہ روتے ہوئے کہہ رہی تھی.

"اوکے آپ پلیز رونا بند کریں.. مجھے بتائیں کس ہاسپٹل میں ہیں وہ دونوں.. میں آپکو لے کر چلتا ہوں..!!" شہباز حسن نے نرمی سے کہا. ثناء آنکھیں پھاڑے شہباز حسن کو زمل کی فکر کرتا دیکھ رہی تھی. جبکہ علی کے چہرے پر واضح ناگواری تھی. روتی ہوئی زمل اسے تفصیل بتانے لگی، پھر اگلے چند منٹوں میں وہ زمل آفندی کو لیے وہاں سے

جاچکا تھا.. علی کی آنکھوں میں غصہ ہلکورے لے رہا تھا.. زندگی میں پہلی بار اسکے باپ نے اسکی بات کو اہمیت نہیں دی تھی.. اسکی بات پوری سنے بغیر وہ اپنی ورکر کے ساتھ جاچکا تھا..

"کون تھی یہ..؟؟"ثناء کی طرف رخ موڑ کر وہ درشتگی سے پوچھ رہا تھا..

"یہ... ہماری اکاؤنٹنٹ ہے..!"ثناء نے تھوک نگلتے ہوئے جواب دیا.. علی کا موڈ خطرناک حد تک خراب ہو چکا تھا. ثناء کو بھی شہباز حسن کا زمل آفندی کے لیے ایک دم پریشان ہو جانا شک میں مبتلا کر گیا تھا. اسنے چور نظروں سے علی کی طرف دیکھا جواب ٹیبل کے شیشے کو گھور رہا تھا..

♦♦♦♦

"خان آپ مت جائیں پلیز..!"وہ بچوں کی طرح ضد کرتی اسکے سامنے آگئی. زرخان نے سنجیدگی سے اسکا چہرہ دیکھا.

"کہہ رہا ہوں ناں کہ جلدی واپس آجاؤں گا.. تم بخش کے ساتھ ہاسپٹل چلی جانا میں واپسی میں تمہیں پِک کر لوں گا..!"زرخان نے نرمی سے اسے کہا. محرم کی آنکھوں سے خفگی چھلکنے لگی.

"میں بخش کے ساتھ نہیں جاؤں گی.. آپکے ساتھ جاؤں گی خان.. پلیز آپ آج آفس نہ جائیں ناں..!"محرم کا انداز ضدی تھی. وہ ان دو ماہ میں پہلی بار اُس سے یوں ضد کر رہی تھی، زرخان کے لیے اسے انکار کرنا مشکل ہونے لگا..

"میری بہت امپورٹنٹ میٹنگ ہے جانم.. میں کہہ رہا ہوں ناں کہ جلدی آجاؤں گا.. تم بخش کے ساتھ چلی جاؤ شاباش..!!"زرخان نے اُسے نرمی سے پچکارا.. محرم کی آنکھوں میں تیزی سے نمی اترنے لگی.

"میں آپکو نہیں جانے دوں گی بس..!" اسکے سامنے بازو پھیلاتے ہوئے وہ اٹل لہجے میں بولی تھی. اسے تو جیسے ضد ہو چلی تھی. زرخان نے مسکراتی نظروں سے اسکا نازک سراپا دیکھا پھر اگلے ہی پل اسنے ایک قدم آگے بڑھ کر بے حد نرمی سے اسکی کمر میں بازو حمائل کر کے اسے خود سے قریب کر لیا... محرم کی دھڑکنوں میں شور سا ہوا تھا..

"خان...!!" اسے وارفتگی سے اپنی جانب دیکھتا پا کر محرم کے لب پھڑ پھڑائے تھے.

"خان کی جان کیوں میری راہ کھوٹی کر رہی ہو...؟؟ میرا جانا بہت زیادہ ضروری نہ ہوتا تو تمہیں چھوڑ کر کبھی نہ جاتا..!" اسکے چہرے سے بالوں کی لٹیں ہٹاتے ہوئے وہ نرمی سے بول رہا تھا.. زرخان کو حقیقتاً علیزہ کے لیے محرم کو انکار کرنا بے چین کر رہا تھا.

"ٹھیک ہے پھر میں ہاسپٹل نہیں جاؤں گی..!" آہستگی سے کہتے ہوئے وہ اس کی نرم گرفت سے نکل کر زرا سا دور ہوئی تھی. زرخان نے اسکے گلابی پڑتے گالوں کو دلچسپی سے دیکھا.

"کیوں نہیں جاؤ گی..؟؟" وہ مکمل طور پر اسکی طرف متوجہ تھا.

"مومی کو میرا آپ کے بغیر جانا اچھا نہیں لگے گا.." کندھے پر پڑا دوپٹہ درست کرتے ہوئے وہ نگاہ جھکا کر بولی.

زرخان کو فاطمہ کی بات یاد آئی..

"دراصل تمہارا محرم کے بغیر آنا ناکافی ہے..!"

زرخان نے اپنی پیشانی مسلی پھر دوبارہ محرم کی طرف متوجہ ہوا.

"یعنی اب میری وجہ سے تم اپنی مومی سے ملنے بھی نہیں جاؤ گی..؟؟" زرخان نے سنجیدگی سے پوچھا. محرم نے منہ بسورتے ہوئے اپنی پلکیں جھکا لیں.

"بالکل... میں آپکے بغیر نہیں جاؤں گی..!!" محرم نے سر جھٹکتے ہوئے جواب دیا.

"ٹھیک ہے پھر تم آج گھر میں ہی آرام کرو.. مجھے دیر ہو رہی میں چلتا ہوں..!" کلائی پر بندھی رسٹ واچ میں ٹائم دیکھتے ہوئے وہ عجلت میں بولتے ہوئے دروازے کی طرف بڑھا. محرم نے تیزی سے بھیگتی آنکھوں سے اسکی پشت کو دیکھا. وہ جاتے جاتے رکا تھا اور دل سے مجبور ہو کر پلٹ کر اسکی جانب دیکھا. اسکے یوں پلٹنے پر محرم کو اور شدت سے رونا آیا تھا.. وہ غصے سے پلٹی تھی اور بیڈ پر اوندھے منہ لیٹ کر سسکنے لگی. زرخان کا وہاں سے جانا محال ہو گیا.. وہ تیزی سے اسکی طرف بڑھا تھا..

"محرم میری جان میری بات سنو..!" کہتے ہوئے زرخان نے اسے بازوؤں سے تھام کر سیدھا کرنا چاہا..

"نہیں سننی مجھے آپکی کوئی بھی بات..!!" روتے ہوئے وہ خفگی سے چلائی تھی.. اسکا چلانا بھی اتنا دھیما اور پیارا تھا کہ زرخان کو غصے کی بجائے اُلٹا اس پر پیار آنے لگا..

"جانم ایسے مت کرو ناں.. اچھا ادھر دیکھو تو سہی..!" زرخان نے نرمی سے اُسے سیدھا کیا تھا. اسکا رویا رویا گلابی چہرہ زرخان علی عباسی کو شرمندگی کی اتھاہ گہرائیوں میں اتار گیا تھا.. اسے خود پر غصہ آرہا تھا کہ علیزہ کی خاطر وہ محرم کو رُلا رہا تھا.. زرخان نے نرمی سے اسکے بھیگے گال صاف کیے.

"تمہارے یہ آنسو کسی دن خان کی جان لے لیں گے جانم..!" کہتے ہوئے اسنے محبت سے اسکی پیشانی چوم لی. زرخان کے گرم لبوں کا لمس محرم کی روح میں ٹھنڈک بن کر اترا تھا.

"خان...!" محرم کے نازک لبوں نے بے آواز حرکت کی تھی. آنکھوں میں ہنوز موٹے موٹے آنسو چمک رہے تھے..

"شش.. رونا نہیں اب.. میں نہیں جا رہا... کہیں نہیں جا رہا..!" اسکے بکھرے بال سمیٹتے ہوئے بولتا وہ جیسے ہار گیا تھا. وہ لڑکی دن بدن اسکے لیے لازم وملزم بنتی جا رہی تھی. محرم نے اپنی بھیگی پلکیں جھپکتے ہوئے کچھ بے یقینی سے اسکی طرف دیکھا.

"کہہ رہا ہوں ناں.. نہیں جا رہا میں.. تم فیس واش کر کے آؤ ہم دونوں ہاسپٹل چلتے ہیں فاطمہ مومی کے پاس.. چلو اٹھو شاباش..!" زرخان نے مسکراتے ہوئے کہا.. اسکی مسکراہٹ دیکھ کر وہ روتے روتے مسکرائی تھی..

"سچ خان...؟؟" وہ خوشی سے چلائی تھی..

"بالکل سچ..!" اسکے سر پر چپت لگاتے ہوئے وہ نرمی سے بولا. محرم خوشی سے آنسو صاف کرتی ہوئی واش روم کی طرف دوڑی.. جبکہ زرخان نے علیزہ کا نمبر ڈائل کر کے فون کان سے لگا لیا. اب اسے علیزہ کو آج کی ملاقات کینسل کرنے کی وجہ بتانی تھی.. ایک جھوٹی وجہ.. کیونکہ سچائی تو محرم تھی.. ایک تلخ حقیقت جو علیزہ سے کبھی بھی ہضم نہ ہوتی...

♦♦♦♦

"زمل پلیز رونا بند کریں.. سب ٹھیک ہو گا انشاء اللہ..!" گاڑی ڈرائیو کرتے ہوئے شہباز حسن نے روتی ہوئی زمل کو دیکھتے ہوئے کہا.

"وہ.. نن.. ندا کہہ رہی تھی کہ ام.. امی کی ناک سے بلیڈنگ ہو رہی تھی.. بہت زیادہ.. رُک نہیں رہا تھا خون..!!" کہتے ہوئے وہ ہکلا رہی تھی.. آنکھوں سے گرتے ہوئے آنسو اسکے گال بھگو رہے تھے. شہباز حسن نے اسکے روئے روئے شہابی مکھڑے سے نگاہ ہٹائی.. دل بے ایمان ہو رہا تھا..

"کچھ نہیں ہو گا اُنہیں.. کچھ بھی نہیں ہو گا جسٹ ریلیکس.. ہم بس پہنچنے والے ہیں..!" کہتے ہوئے شہباز حسن نے نرمی سے اسکا ہاتھ دبایا تھا. وہ زمل کی تکلیف پر خود بھی اذیت محسوس کر رہا تھا.. زمل نے بے دردی سے اپنے لب کچل ڈالے..

" صبح.. جب میں آفس کک.. کے لیے.. نکل رہی تھی تب بالکل ٹھیک تھیں وہ... خوش تھیں.. آپکے اور میرے... ریلیشن کے لیے.. مطمئن بھی تھیں.. پھر.. ایسا کیا ہو گیا کہ...!" وہ بات ادھوری چھوڑ کر سسکنے لگی.

زمل کا دل بیٹھا جا رہا تھا.. سلمیٰ جہاں کا چہرہ اسکی آنکھوں میں گھوم رہا تھا.. باپ کے مرنے کے بعد انہوں نے ہی تو ٹیچنگ اور سلائی کر کر کے ان دونوں بہن بھائیوں کو پالا تھا.. شہباز حسن نے متفکر نگاہوں سے روتی ہوئی زمل آفندی کو دیکھا..

"زمل پلیز.. ڈونٹ ویپ.. وہ دیکھیں ہاسپٹل آ گیا ہے.. ہم چل رہے ہیں ناں ان کے پاس، سب ٹھیک ہو جائے گا جسٹ ریلیکس..!" گاڑی کا سٹئیرنگ گھماتے ہوئے اسنے ہاسپٹل کا گیٹ کراس کیا.. وہ ہر ممکن طریقے سے اسے تسلی دینا چاہتا تھا.. اسکے عارضوں پر بہتے آنسو پونچھ لینا چاہتا تھا.. زمل کے سسکتے بلکتے وجود کو اپنے مضبوط بازوؤں کا سہارا دینا چاہتا تھا مگر اسے یہ حق حاصل ہی کہاں تھا.. وہ اسکی بیوی نہیں تھی، صرف محبت تھی.. اور وہ جذبوں کا تقدس پامال کرنے والا شخص نہیں تھا.. وہ شہباز حسن عباسی تھا.. جس نے زرمینے، اپنی بیوی کو بھی کبھی اسکی اجازت کے بغیر نہیں چھوا تھا.. وہ ایسا ہی تھا.. زور زبردستی کا قائل نہیں تھا وہ... تبھی تو زرمینے کی بے وفائی پر بھی اسے بخش دیا تھا.. جدائی کے فیصلے کو قبول کر لیا تھا.. مگر زمل کے معاملے میں جانے کیوں دل ضدی ہو گیا تھا.. اڑ گیا تھا کہ ہر صورت زمل آفندی ہی چاہیئے.. شاید زرمینے کا شکوہ جائز تھا.. اسے واقعی زرمینے سے محبت نہیں تھی..

کبھی نہیں تھی....!زمل کا معاملہ اور تھا..زمل اسکے دل کی خواہش تھی،ہاں وہ اسکے دل کی شدید تمنا ہی تو تھی.

زمل کی جانب سے نگاہ پھیرتے ہوئے شہباز نے دل ہی دل میں اعتراف کیا تھا..

گاڑی پارک کر کے وہ اپنی طرف کا دروازہ کھول کر باہر نکلا تھا.زمل بھی سرعت سے نیچے اتری..شہباز حسن کی معیت میں تیز تیز قدم اٹھاتی وہ بے چینی سے چل رہی تھی.آنکھیں بار بار بھیگ رہی تھیں..ایمر جنسی وارڈ میں داخل ہوتے ہی ریسیپشن سے معلومات لے کر وہ دونوں اگلے پانچ منٹ میں ندا تک پہنچ چکے تھے..زمل کو آتے دیکھ ندا دوڑ کر اسکے گلے لگی تھی.روتی ہوئی زمل نے خود کو سنبھالتے ہوئے اسکی پیٹھ سہلائی..

"اب کہاں ہیں امی..کیسے ہوا یہ سب..؟؟وہ ٹھیک تو ہیں..؟ڈاکٹرز کیا کہہ رہے ہیں..؟؟"ندا سے الگ ہوتے ہوئے اسنے ایک ہی سانس میں کئی سوال پوچھ ڈالے.

"امی کا بی پی شوٹ کر گیا تھا..ناک سے بہت بلیڈنگ ہو رہی تھی،پہلے میں نے گھر پر ہی کوشش کی مجھے لگا شاید ویسے ہی بلیڈنگ ہو رہی ہے مگر جب خون نہیں رُکا تو پھر میں زیادہ پریشان ہو گئی..امی کی آنکھیں بھی بند ہونے لگی تھیں..اسلیے انہیں جلدی سے ہاسپٹل لے آئی..اب ڈاکٹرز کہہ رہے ہیں کہ انکی ناک پر بینڈیج ہو گی،کیونکہ دوبارہ بلیڈنگ ہو سکتی ہے..ابھی اندر روم میں ہی ہیں امی..ہوش نہیں ہے اُنہیں..!!"ندا نے اسے پوری بات تفصیل سے بتائی..زمل نے بھیگی آنکھوں سے آپریشن تھیٹر کے بند دروازے کو دیکھا.شہباز حسن کی آنکھوں میں بھی تفکر اترا تھا.

"زمل آپو...عون کو بہت مس کیا میں نے آج..اسے ہمارے پاس ہونا چاہیئے تھا..اگر میں امی کو ہاسپٹل لانے میں دیر کر دیتی تو...جانے کیا ہو جاتا..!!"روتی ہوئی ندا نے زمل سے کہا.اسکی آنکھوں میں شکوہ سا تھا.ندا کی بات سنتے شہباز حسن نے آگے بڑھ کر نرمی سے اسکے سر پر ہاتھ رکھ دیا.

"مجھے ماں جی کا بیٹا اور اپنا بھائی ہی سمجھیں، آپ بالکل فکر مت کریں میں خود ڈاکٹرز سے بات کرتا ہوں..!!" نرمی سے کہتا وہ ندا کو حوصلہ دے رہا تھا. ندا نے تشکر آمیز نظروں سے اسکی جانب دیکھا..

"آپکا بہت شکریہ شہباز بھائی.." وہ نم آنکھوں سے مسکرائی. زمل کے چہرے پر بھی کچھ رونق آئی تھی.

"ارے، ابھی تو میں نے کچھ کیا بھی نہیں اور آپ شکریہ ادا کر رہی ہیں.. اور بھائیوں کو بھلا کب شکریہ ادا کیا جاتا ہے..؟؟" وہ شگفتگی سے کہتا ندا کو بہت اچھا لگا..

"ایک چیز کے لیے آپ دونوں بے فکر ہو جائیں، ہائی بلڈ پریشر میں بلیڈنگ اتنا بڑا مسئلہ نہیں ہے.. ہاں اگر خدا نہ کرے بلڈ، دماغ میں ہی جم جائے تو پھر کچھ بھی ہو سکتا ہے.. وہ کنڈیشن زیادہ کریٹیکل ہوتی ہے.. آپ دونوں بس اللہ سے انکے لیے دعا کریں، اور اگر آپ کو میری بات سمجھ آچکی ہے تو اب میں آپ دونوں کو روتے ہوئے نہ دیکھوں.. اوکے..؟؟" وہ ممکن حد تک انہیں معلومات دیتے ہوئے آنسو بہانے سے منع کر رہا تھا. ندا نے ہولے سے مسکراتے ہوئے سر اثبات میں ہلا دیا. شہباز حسن نے ایک محبت بھری نگاہ زمل کے چہرے پر ڈالی جو نرم نگاہوں سے اُسی کی جانب دیکھ رہی تھی.

"میں ڈاکٹرز سے مل کر آتا ہوں..!" کہتے ہوئے وہ وہاں سے پلٹ گیا.

دلی خواہشات پر بندھ باندھتا، خود کو کمپوز کرتا وہ سنجیدگی سے بول رہا تھا. پھر پلٹا تھا اور سرعت سے چلتا ہوا کمرے سے نکلتا چلا گیا. محرم کی آنکھوں میں دھند سی اترنے لگی. اُسے بھوک لگ رہی تھی مگر اب اسکا ناشتہ کرنے کا کوئی ارادہ نہیں تھا.. اسے زرخان کا خود پر کسی اور کو فوقیت دینا برا لگا تھا.. بہت زیادہ برا لگا تھا.. اور اسے کیوں برا لگ رہا تھا یہ سوچنے کی زحمت وہ بالکل نہیں کر رہی تھی..

اور پھر اسنے ڈاکٹرز سے پراپر لی بات چیت کر کے دو گھنٹے بعد سلمٰی جہاں کی ڈاچارج سلپ بنوالی تھی.. اُن کے لیے بھاگ دوڑ کرتا.. انکی فکر کرتا وہ ندا کو زمل کے لیے بہت اچھا لگ رہا تھا.. وہ زمل کے لیے دل خوشی محسوس کر رہی تھی..

♦♦♦♦

وہ جم سے واپس آیا تو آج وہ خلاف معمول نہ صرف جاگی ہوئی تھی بلکہ فریش بھی ہو چکی تھی.. جہاں زرخان کو خوشگوار حیرت ہوئی تھی وہیں اسے ہلکی سی چبھن بھی ہوئی تھی.. اسے روزانہ محرم کو جگانے میں سکون سا ملتا تھا.. جب وہ اپنی مندی مندی آنکھیں کھول کر سب سے پہلے اُسے ہی دیکھا کرتی تھی تو زرخان کو یک گونہ قرار سا آجاتا.. ملازمہ اسکے بھورے سلکی بالوں کو اونچی پونی میں مقید کر رہی تھی. پھر اپنا کام کر کے زرخان کو صبح بخیر کہتی وہاں سے چلی گئی. محرم نے آئینے میں نظر آتے زرخان کے عکس کو دیکھا. ریڈ بنیان اور ریڈ ٹراؤزر میں ملبوس اسکا کسرتی جسم نمایاں ہو رہا تھا.. محرم نے پلٹ کر اپنے قریب آتے زرخان کی طرف رخ کیا.

"آج جلدی کیوں اُٹھ گئیں تم..؟؟" اسکی ٹھوڑی اونچی کرتے ہوئے وہ آہستگی سے پوچھ رہا تھا. محرم نے نگاہ اُٹھا کر اسکی براؤن آنکھوں میں دیکھا. زرخان کے پسینے میں بھیگے بال پیشانی پر چپکے ہوئے تھے.

"وہ... بس ایسے ہی..!!" محرم نے اسکی پیشانی کی طرف دیکھتے ہوئے جواب دیا. زرخان نے اثبات میں سر ہلایا پھر الماری کی طرف بڑھا..

"خان..؟؟" محرم نے اسے جلدی سے پکارا تھا. زرخان نے پلٹ کر اسکی جانب دیکھا.

"وہ... میں.. آپکے بال، الجھن ہو رہی ہے مجھے.. پیچھے کر لیں..!!" محرم نے دھیمی آواز میں کہا. زرخان کے لب مسکرائے تھے. وہ چند قدموں کا فاصلہ طے کرتا اس تک آ گیا.

"لو.. تم خود ہی ہٹا دو..!!" اسکے بالکل قریب رکتے ہوئے وہ نرمی سے بولا..

"میں..؟؟"پوچھتے ہوئے محرم نے حیرت سے پلکیں جھپکائیں..زرخان کو اس پر ٹوٹ کر پیار آیا..

"ہاں تم..چلو ہٹاؤ اب...!"اُسے دھیرے سے اپنے قریب کرتے ہوئے وہ سنجیدگی سے کہہ رہا تھا.محرم کہہ کر پچھتائی..اپنی کمر پر اسکے مضبوط بازوؤں کی نرم گرفت سے بھی وہ کانپنے لگی تھی..

"اوں ہوں..جلدی کرو ناں ہنی..!!"وہ اپنی مسکراہٹ دباتے ہوئے کہہ رہا تھا.محرم نے لب کچلتے ہوئے اپنا ہاتھ اسکی پیشانی کی طرف بڑھایا تھا اور بامشکل اچک کر اسکی پیشانی نے چپکے بال پیچھے کیے..اسکی نازک انگلیوں کی کپکپاہٹ وہ بخوبی محسوس کر رہا تھا..

"اب..اب ٹھیک ہو گئے ہیں..!"ہاتھ نیچے کرتے ہوئے محرم نے نگاہ جھکاتے ہوئے کہا.زرخان کے ہونٹوں پر ایک دلکش مسکراہٹ پھیل گئی.تبھی روم ڈور ناک ہوا تھا.زرخان کے مسکراتے لب سمٹ گئے..اُسنے نرمی سے محرم کو اپنے حصار سے آزاد کیا تھا...

"یس...؟"اسنے 'کم ان' نہیں کہا تھا اسی لیے باہر موجود ملازمہ نے اندر آنے کی حماقت نہیں کی تھی..

"صاحب وہ علیزہ میڈم آئی ہیں آپ سے ملنے..!!"اسکی اطلاع پر زرخان کی پیشانی پر چند لکیریں نمودار ہوئی تھیں..محرم نے ناسمجھی سے زرخان کی جانب دیکھا..زرخان دروازے کی طرف بڑھا..

"اُسے بٹھاؤ میں آ رہا ہوں..اور ناشتہ لگا دینا..میں علیزہ کے ساتھ ہی ناشتہ کروں گا..!!"ملازمہ کو دھیمی آواز میں ہدایت دے کر وہ الماری کیطرف بڑھا تھا.جلدی میں اُسی بنیان پر ریڈ ٹی شرٹ پہن کر وہ محرم کی طرف پلٹا تھا.

"میں نیچے جا رہا ہوں ہنی..ناشتہ آج اپنی فرینڈ کے ساتھ ہی کروں گا...تمہارے لیے یہیں روم میں ناشتہ بھجوا رہا ہوں،ناشتہ لازمی کر لینا اور تم نیچے مت آنا اوکے..؟؟"کہتے ہوئے زرخان نے نرمی سے اسکا گال سہلایا..

"لیکن کیوں خان...؟؟ مجھے آپکے ساتھ ہی ناشتہ کرنا ہے.. اور مجھے بھی ملوائیں ناں اپنی فرینڈ سے..!!زرخان کو اپنی بات کہہ کر پلٹتا دیکھ وہ اسکے سامنے آکر بولی تھی.

"محرم... میں نے جو کہا ہے ابھی تم وہ ہی کرو بس.. روم سے باہر نہیں آؤ گی تم اوکے..؟؟" سنجیدگی سے کہتا وہ اسکی آنکھوں میں اترتی نمی سے نگاہ چرا گیا. جانتا تھا کہ محرم کی آنکھوں میں اترتی نمی اسکے بدلتے لہجے کے باعث ہے...

"ٹھیک ہے... نہیں آؤں گی باہر.. مگر ناشتہ نہیں کروں گی آپکے بغیر.. روم میں کسی کو مت بھیجئے گا..!!" خفگی سے کہتی وہ بیڈ پر جا بیٹھی..

"ہنی تم کیوں ضد کر رہی ہو..؟؟" اسکے پاس آتے ہوئے وہ قدرے نرمی سے بولا. بھلا اُسے ناراض کر کے کیسے جا سکتا تھا وہ..

"آپ بھی تو ضد کر رہے ہیں ناں.. آپ ہی تو کہتے ہیں کہ میں آپکی بیوی ہوں خان.. پھر مجھے کیوں نہیں ملوا رہے اپنی فرینڈ سے..؟؟؟" شکوہ کناں نگاہوں سے اسکی طرف دیکھتی وہ زرخان علی عباسی کے دل میں ہلچل مچا رہی تھی..

"بیوی کا مطلب بھی جانتی ہو...؟؟" اسکی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے وہ معنی خیزی سے بولتا محرم کو اُلجھا گیا تھا.

"بیوی تو بیوی ہوتی ہے خان.. اس کا کیا مطلب ہو سکتا ہے بھلا..؟؟" وہ الجھتے ہوئے بولی تھی. اسکی یہ بے خبری زرخان کو مزید بے چین کر گئی تھی. حواس بہکنے لگے تھے..

"کبھی فرصت سے سمجھاؤں گا تمہیں سارے مطلب.. مگر ابھی مجھے دیر ہو رہی ہے.. میں جا رہا ہوں تم بس روم سے باہر مت آنا..!!"

دلی خواہشات پر بندھ باندھتا، خود کو کمپوز کرتا وہ سنجیدگی سے بول رہا تھا. پھر پلٹا تھا اور سرعت سے چلتا ہوا کمرے سے نکلتا چلا گیا. محرم کی آنکھوں میں دھند سی اترنے لگی. اُسے بھوک لگ رہی تھی مگر اب اسکا ناشتہ کرنے کا کوئی ارادہ نہیں تھا.. اسے زرخان کا خود پر کسی اور کو فوقیت دینا برا لگا تھا.. بہت زیادہ برا لگا تھا.. اور اسے کیوں برا لگ رہا تھا یہ سوچنے کی زحمت وہ بالکل نہیں کر رہی تھی.. وہ بے چینی سے کمرے میں ٹہلنے لگی..

♦♦♦♦

سلمٰی جہاں کے ڈسچارج ہو جانے کے بعد وہ روزانہ آفس سے فری ہو کر باقاعدگی سے ان سے ملنے آ رہا تھا.. زمل آج کل آفس جانے سے گریز کر رہی تھی.. شہباز نے بھی اُس سے اسکی غیر حاضری کی بابت کچھ دریافت نہیں کیا تھا.. اب بھی وہ سلمٰی جہاں کے پاس بیٹھا عون کی باتیں کر رہا تھا. دھیمے مہذب لہجے میں بولتا وہ روز بروز انکے دل میں جگہ بناتا جا رہا تھا.

"آپ کا بیٹا..؟؟کون سی کلاس میں پڑھتا ہے..؟؟" سلمٰی جہاں نے نرمی سے پوچھا.. شہباز حسن ہولے سے مسکرا دیا.

"نائنتھ کلاس کا سٹوڈنٹ ہے..!!" اسنے آہستگی سے جواب دیا.

"کیا زمل کو قبول کر لے گا..؟؟" انہوں نے سنجیدگی سے دریافت کیا.

"علی بہت الگ تھلگ رہنے والا بچہ ہے.. گھر میں بھی وہ کسی ملازمہ تک سے کوئی بات نہیں کرتا.. اپنے آپ میں مگن رہنے کا عادی ہے وہ... مجھے پورا یقین ہے کہ وہ آسانی سے زمل کو قبول کر لے گا..!" شہباز حسن نے رسانیت سے جواب دیا.

سلمٰی جہاں دھیرے سے مسکرا دیں..

"میں آپ کے یقین پر یقین کر کے ہی اپنی بیٹی کا ہاتھ آپکو تھمانے کو تیار ہوئی ہوں بیٹا.. مجھے یقین ہے کہ آپ میرے یقین کو قائم رکھیں گے..!!" وہ نرمی سے کہتیں شہباز حسن کو نگاہ اُٹھانے پر مجبور کر گئی تھیں.. وہ نرمی سے مسکرایا.

"میں کوشش کروں گا کہ آپ کا مان کبھی نہ ٹوٹے..!!" دھیمے لہجے میں بولتا وہ انہیں مطمئن کر گیا تھا.

"تو ٹھیک ہے پھر.. زمل آج سے آپکی امانت ہوئی.. آپ اس مہینے کے آخر میں اپنی امانت لے جاسکتے ہیں.. تب تک عون بھی آجائے گا..!" مسہری کی ٹیک پر سر ٹکاتے ہوئے انہوں نے سنجیدگی سے کہا.. شہباز حسن کی تو دل مراد بر آئی تھی..

انکی رضامندی جان کر وہ مطمئن سا ہو گیا تھا.. اُسے زمل کو پانا اتنا مشکل نہیں لگا تھا.. مگر محبت پالینا اتنا آسان ہو گا اُسنے یہ بھی نہیں سوچا تھا.. باقی کے مراحل بہت تیزی سے طے ہوئے تھے.. جس طرح آناًفاناً وہ اسکے دل میں آسمائی تھی اسی طرح بہت جلد وہ اسکی زندگی میں بھی شامل ہو گئی تھی..

♦♦♦♦

"اتنی صبح یہ شاہی سواری میرے غریب خانے میں کیسے اتر گئی..؟؟" ڈائننگ ٹیبل کے گرد چیئر گھسیٹ کر بیٹھتے ہوئے وہ اس سے مخاطب ہوا تھا جو شاید بڑی بے چینی سے اسکی منتظر تھی.

"جب تمہارے جیسا غریب بندہ نخرے کرتا ہے... مجھ سے ملنے کے وعدے کر کے عین ٹائم پر وعدہ خلافی کر جاتا ہے تو پھر ایسے میں مجھ جیسی دل کی مریض کو کیا کرنا چاہئیے...؟؟ دل تمہارا مریض ہے علی عباسی... کیا کروں کہ میں برسوں سے تمہاری محبت کی پیاسی ہوں اور تم ہو کہ دریا لیے پھرتے ہو اور مجھے بوند بوند ترساتے ہو..؟؟ غریب تو میں ہو چکی ہوں...!! اسی لیے تو وقت بے وقت بھکاریوں کی طرح تمہارے در پر چلی آتی ہوں...!!" وہ بھیگے لہجے میں کہہ رہی تھی.. باتوں کا ہنر بخوبی جانتی تھی وہ، زرخان نے نگاہ چرالی..

"میں بتا چکا ہوں کہ بزی تھا بہت اسی لیے نہیں مل سکا تم سے..!!" زرخان نے سنجیدگی سے کہا. علیزہ نے پھیکی ہنسی ہنستے ہوئے کندھے اچکائے..

"اوکے لیو اٹ... ناشتہ تو کرو پہلے.." اسے نرمی سے کہتے ہوئے زرخان نے اپنا جوس کا گلاس لبوں سے لگا لیا. علیزہ نے فرائی ایگ اپنی پلیٹ میں رکھتے ہوئے ایک نظر اطراف میں دوڑائی.. سب کچھ پہلے جیسا ہی تھا مگر پھر بھی جانے کیوں اُسے کچھ نئے پن کا احساس ہوا تھا..

"شاہ انکل کب آ رہے ہیں..؟؟ کچھ بتایا نہیں انہوں نے..؟؟" علیزہ نے زرخان کے ڈیڈ کے متعلق پوچھا تھا..

زرخان دھیرے سے ہنس دیا.

"تمہاری بات نہیں ہوئی اُن سے..؟؟" پوچھتے ہوئے زرخان کے لبوں پر مسکراہٹ در آئی تھی..

"ہوئی تھی.. بی فور آ منتھ..!!" کہتے ہوئے وہ ہنسی تھی..

"مصروف بندے ہیں بھئی... ہمیں کہاں لفٹ کرواتے ہیں..!!" علیزہ نے مزاقاً شکوہ کیا.

"ویسے مجھ سے بھی کم ہی بات ہوتی ہے انکی..!!" زرخان نے جیسے انکی طرف سے صفائی دی تھی.. علیزہ دھیرے سے مسکرائی تھی.. دفعتاً مگ میں چائے انڈیلتے اسکے ہاتھ ایک پل کو ساکت ہوئے تھے.. نگاہ سامنے سیڑھیوں سے اترتی اس اپسرا پر جم سی گئی تھیں جو سہج سہج کر چلتی بڑے استحقاق سے زمین پر قدم رکھ رہی تھی.. اسکی نگاہوں کے ارتکاز پر زرخان نے پلٹ کر دیکھا تھا.. قریب آتی محرم کو دیکھ کر زرخان ایک پل کو متفکر ہوا تھا پھر اگلے ہی پل اسنے خود کو کمپوز کر لیا تھا.. پاس ہی ہاتھ باندھے کھڑا اداد بخش بھی اس سچویشن پر کچھ پریشان سا ہو گیا تھا. علیزہ کے سامنے رکھا چائے کا مگ بھر چکا تھا.. ملازمہ نے آگے بڑھ کر اسکے ہاتھ سے فلاسک لے لیا.. وہ چونک اُٹھی...

"السلام علیکم..!!" محرم نے قریب آکر اپنی مترنم آواز میں سلام کیا..علیزہ کے اردگرد خطرے کی گھنٹیاں سی بجنے لگیں.

"ایم سوری خان.. لیکن مجھے بھوک لگ رہی ہے اور مجھے آپکے بغیر ناشتہ نہیں کرنا اسی لیے میں آپکے پاس آگئی ہوں...!!" وہ علیزہ کو نظرانداز کیے اب بڑے استحقاق سے زرخان سے مخاطب تھی..اسے ٹاپ اور جینز میں ملبوس علیزہ، ایک آنکھ نہیں بھائی تھی..

"کون ہے یہ..؟؟" علیزہ نے سرد لہجے میں زرخان کو مخاطب کیا..زرخان اپنی چیئر سے اُٹھ کھڑا ہوا.. محرم نے ناپسندیدگی سے علیزہ کی جانب دیکھا جو اسکے خان سے اس لہجے میں بات کر رہی تھی.

"محرم... تم رُوم میں جاؤ شاباش..!!" زرخان نے محرم کی طرف دیکھتے ہوئے قدرے نرمی سے کہا.

"میں نہیں جاؤں گی خان.. کون ہیں یہ آپ ایسے کیوں چھپا رہے ہیں مجھے ان سے..؟؟" اسکا بازو تھامتے ہوئے وہ خفگی سے بولی. آج تو اسکے انداز ہی بیویوں والے تھے.. داد بخش کی پیشانی پر تفکر کی لکیریں ابھرنے لگیں جبکہ علیزہ کو محرم کا یوں زرخان کا بازو تھام لینا آگ لگا گیا تھا..

"میں تم سے پوچھ رہی ہوں علی، کون ہے یہ لڑکی...؟؟" علیزہ چلائی تھی.. محرم ہنوز زرخان کا بازو پکڑے کھڑی تھی اسکے یوں چلانے پر سہم کر زرخان سے بالکل چپک گئی..

"لیزہ جسٹ آمنٹ.. میں تمہیں سب بتاتا ہوں.. تم آرام سے بیٹھو...!!" اسے کھڑا ہوتے دیکھ وہ سنجیدگی سے ٹھہر ٹھہر کر بولا.. مگر علیزہ جو دیکھ رہی تھی اسکے بعد سننے کو باقی ہی کیا تھا سوائے زرخان کے اعتراف کے...

تم نے مجھے چیٹ کیا ہے ناں..؟؟ کون ہے یہ لڑکی مجھے بتاؤ علی.. ابھی بتاؤ مجھے..!!" اونچی آواز میں چلاتی وہ پل میں ہذیاتی ہوگئ تھی.. ملازمائیں متفکر سی اسکا یہ روپ دیکھ رہی تھیں.. جبکہ محرم بھی اسکی آنکھوں میں خون اترتا دیکھ، کچھ خوفزدہ نظر آرہی تھی..

"یہ میری بیوی ہے.. میں تمہیں اسی کے بارے میں بتانے والا تھا..!!" زرخان نے مضبوط لہجے میں علیزہ کو سچائی بتادی.. ویسے بھی اب چھپانے کو کچھ بچا ہی نہیں تھا.. اسکے یوں آسانی سے اعتراف کر لینے پر علیزہ نے پھٹی پھٹی آنکھوں سے زرخان کی طرف دیکھا جسکی آنکھوں میں سکون اور چہرے پر سختی تھی...

"ہاؤ کُڈ یو ڈو دز... آئی کانٹ بیلیو.. آئی کانٹ..!!" نفی میں سر ہلاتے ہوئے وہ دھیمے لہجے میں بڑبڑائی تھی. داد بخش کو علیزہ پر ترس سا آنے لگا..

"علیزہ میری بات سنو.. تم پلیز بیٹھو.. ہم آرام سے بات کرتے ہیں..!!" زرخان نے نرمی سے کہا.. محرم چپ چاپ کھڑی علیزہ کو دیکھ رہی تھی..

"یو شٹ اپ... چیٹر... اس لڑکی کی خاطر دھوکا دیا تم نے مجھے..؟؟ اس لڑکی کے لیے..؟؟" اسکی آواز غصے کی شدت سے کانپ اُٹھی تھی، آنکھوں سے شعلے سے نکل رہے تھے.. محرم کا نوخیز کلیوں جیسا نازک سراپا اسکی آنکھوں میں چبھ رہا تھا.. جلن اور حسد کے شدید احساس سے وہ پاگل سی ہو رہی تھی..

"اپنا لہجہ درست کرو علیزہ.. میرے گھر میں کھڑے ہو کر کوئی مجھ سے اس لہجے میں بات کرے یہ میں برداشت نہیں کروں گا..!" اسکی بدتمیزی پر وہ غصے سے بول پڑا مگر علیزہ پر جیسے کچھ اثر نہیں ہو رہا تھا..

"اسی لہجے میں بات کرونگی... اور اس لڑکی کو تو زندہ نہیں چھوڑوں گی... اسکی کم عمری نے نیت خراب کر دی ہے ناں تمہاری..؟؟" وہ بری طرح چلا رہی تھی.. زرخان کا خون کھولنے لگا..

"شٹ اپ...!!" وہ دہاڑا تھا.

"اسکی خوبصورتی پر مر مٹے ہو ناں تم...؟؟" چائے کے گرم مگ پر اپنے ہاتھ کا پنجہ سختی سے رکھتے ہوئے وہ پاگلوں کی طرح محرم کا چہرہ دیکھ رہی تھی..

"بکواس بند کرو اور جاؤ یہاں سے..!!" زرخان کا چہرہ ضبط سے لال ہو رہا تھا..

"ایسے تو نہیں جاؤں گی.. اس لڑکی کو تو...!!" کہتے ہوئے اسنے تیزی سے ہاتھ کی گرفت میں موجود مگ کی گرم چائے محرم کے چہرے کی طرف اچھال دی.. زرخان جو پہلے ہی اسکا ارادہ بھانپ چکا تھا، فوراً سے پہلے پلٹا تھا اور محرم کے سامنے دیوار کی طرح کھڑے ہوتے ہوئے اسے اپنے سینے سے لگا لیا.. گرم چائے زرخان کی پشت کو جھلسا گئی تھی.. پشت پر جلن محسوس کرتے ہوئے اسنے اپنے لب سختی سے بھینچ لیے.. جبکہ محرم اس اچانک افتاد پر کچھ سمجھ نہیں پائی تھی کہ ہوا کیا ہے.. داد بخش بھی صورتحال سمجھتے ہوئے ہوش میں آیا تھا اور زرخان کی طرف بڑھا..

"سائیں آپ ٹھیک تو ہیں..؟؟" اُسے شدت سے زرخان کی تکلیف کا اندازہ ہو رہا تھا.

زرخان نے سرعت سے محرم کو خود سے الگ کیا تھا اور بے تاب نظروں سے اسکے چہرے کا ایک ایک نقش دیکھنے لگا... وہ پلکیں جھپکتے ہوئے بے یقینی سے اسکے چہرے، گردن.. ہاتھوں کو چھو رہا تھا.. وہ بالکل ٹھیک تھی.. وہ گرم آگ اسے چھو نہیں پائی تھی.. وہ تکلیف اُٹھانے سے بچ گئی تھی.. زرخان کو یک گونہ سکون سا مل گیا.. داد بخش حیرت سے اسکی دیوانگی دیکھ رہا تھا جو اپنی پرواہ کیے بغیر محرم کے لیے بے چین ہو رہا تھا. جبکہ علیزہ جو اپنا وار خالی جانے پر ایک پل کو زرخان کے لیے پریشان ہو گئی تھی، زرخان کو محرم کی فکر کرتا دیکھ تیزی سے اس کی طرف بڑھی تھی.. نفرت اور حسد کی آگ میں جلتی وہ سرعت سے محرم کی طرف بڑھی اور اسے زرخان کی گرفت سے کھینچتے ہوئے دوسری طرف دھکا دیا... وہ دور جا گری تھی..

"یہ لڑکی......"اس سے پہلے کہ وہ کچھ بولتی زرخان کا بھاری ہاتھ اُٹھا تھا اور اسکے چہرے پر نشان چھوڑ گیا..

"چٹاخ..."وہ لڑکھڑا سی گئی.. حقیقتاً اسکے چودہ طبق روشن ہو گئے تھے... محرم نے زمین سے اٹھتے ہوئے خوفزدہ نگاہوں سے زرخان کی طرف دیکھا جسکی آنکھیں لہو رنگ ہو رہی تھیں..علیزہ کو سیدھا ہوتے دیکھ زرخان نے سختی سے اسکی گردن دبوچ لی..اسکا بس نہیں چل رہا تھا، لہ علیزہ کے جسم سے روح کھینچ لیتا جس نے آج محرم کو تکلیف پہنچانے کی کوشش کی تھی..

"سائیں چھوڑ دیں پلیز..!"داد بخش نے سرعت سے اسکی طرف بڑھ کر اسکے کندھے پر ہاتھ رکھا تھا..وہ اسکا قریب ترین، عزیز ترین ہو کر بھی اسکا ہاتھ روکنے کی جرأت نہیں رکھتا تھا..علیزہ کی آنکھیں پوری سے زیادہ کھل چکی تھیں، اسے اپنا سانس رکتا محسوس ہو رہا تھا.. تبھی محرم زرخان کے پاس آئی تھی..

"خان کیا کر رہے ہیں پلیز چھوڑ دیں..!!"اسے گریبان سے پکڑ کر جھنجھوڑتے ہوئے وہ چلائی تھی..زرخان نے سخت نظروں سے اُسے گھورا تھا جو اب رو رہی تھی..

"خان چھوڑ دیں پلیز...!!"اسکے شانے پر سر رکھتے ہوئے محرم نے روتے ہوئے التجا کی تھی..زرخان نے سختی سے اپنے لب بھینچتے ہوئے ایک جھٹکے سے علیزہ کی گردن اپنے شکنجے سے آزاد کی..وہ بری طرح کھانستے ہوئے زمین پر گری تھی..زرخان کے گارڈز بھی وہاں آ چکے تھے..

"روم میں جاؤ تم..!!"محرم کو خود سے الگ کرتے ہوئے وہ درشت لہجے میں بولا..

"خان...!!"وہ روتے ہوئے بڑبڑائی تھی.

"جاؤ...!!"وہ دہاڑا تھا.. محرم سہم کر دور ہوئی..پھر وہاں بھاگتی ہوئی اپنے روم میں آ گئی..

علیزہ اپنے منہ پر ہاتھ رکھتی، اپنی سانسیں بحال کرتی کھڑی ہوئی تھی اور بے یقینی سے زرخان کی طرف دیکھا..

"تم نے اس لڑکی کی خاطر مجھ پر...؟؟ مجھ پر ہاتھ اٹھایا..؟؟" وہ پانی بھری آنکھوں سے اسکی طرف دیکھتی صدمے سے چور ہوتی پوچھ رہی تھی. جبکہ زرخان لب بھینچے سلگتی نگاہوں سے اسکی جانب دیکھ رہا تھا.

"وہ لڑکی میری بیوی ہے... اور تم... تم اس قابل بھی نہیں ہو کہ میں تم سے نفرت بھی کروں مگر کیا کروں کہ تم نے آج حرکت ہی ایسی کہ ہے کہ تم سے شدید نفرت محسوس ہو رہی ہے... میں تم سے بیٹھ کر، آرام سے بات کرنا چاہتا تھا مگر تم نے.... تم نے سب غارت کر دیا.. میں اب تمہیں اس قابل بھی نہیں سمجھتا کہ تم سے مزید بات بھی کروں.. میری زندگی کہ جو آٹھ سال تمہارے ساتھ گزرے ہیں اُن کے لیے مجھے تاعمر افسوس رہے گا...!!" سرد مہری سے کہتے ہوئے وہ نگاہوں کا زاویہ بدل چکا تھا.. علیزہ نے غصے سے اسکی جانب دیکھا جو اپنی بات پوری کر کے وہاں رکا نہیں تھا بلکہ اپنی روم کی طرف جاتی سیڑھیوں کی طرف بڑھ رہا تھا.

"تمہاری باقی کی زندگی افسوس کے ساتھ ساتھ یاسیت میں بھی گزرے گی کیونکہ میں تمہاری بیوی کو زندہ نہیں چھوڑوں گی... سنا تم نے..؟؟ جان لے لوں گی اسکی.. میں نہیں تو وہ بھی نہیں رہے گی تمہارے ساتھ..!!" اسے سیڑھیاں چڑھتے دیکھ وہ حلق کے بل چلائی تھی.. زرخان پلٹا تھا اور بنا اسکی طرف دیکھے گارڈز کی طرف متوجہ ہوا..

"میڈم کو گیٹ کے باہر تک چھوڑ کر آؤ... اگلے پانچ منٹ میں مجھے یہ اپنے گھر کے اندر نظر آئیں تو تم لوگ گھر سے باہر نظر آؤ گے..!" گارڈز کو حکم دے کر وہ چلتا ہوا اپنے روم میں گھس گیا.. گارڈز نے سرعت سے علیزہ کیطرف پیش قدمی کی.. وہ جو منہ میں آرہا تھا بکتی جھکتی وہاں سے چلی گئی.. ملازمائیں علیزہ کے اس روپ پر کانوں کو ہاتھ لگا رہی تھیں جبکہ داد بخش اب تک دنگ کھڑا تھا. علیزہ جیسی ویل ایجوکیٹڈ لڑکی اس قدر جاہلانہ رویہ اختیار کر سکتی ہے، یہ اسنے کبھی سوچا بھی نہیں تھا.. اسے افسوس ہونے لگا کہ وہ ایسی لڑکی کے لیے اپنے سائیں کو فورس کرتا تھا..

♦♦♦♦

"زمل فاطمہ....!" اسکے لب آہستگی سے واہوئے تھے.. کتنا خوبصورت احساس تھا.. وہ اپنے نام سمیت پوری کی پوری اسکی ہوچکی تھی.. دل کی شوخیاں عروج پر تھیں.. آہستگی سے دروازے کے ہینڈل پر ہاتھ رکھ کر اسے گھمایا تھا اور کمرے کے اندر داخل ہوگیا.. واپس مڑ کر دروازہ لاک کر دیا اور پلٹ کر آگے بڑھا تھا.. کمرے سے اُٹھتی تازہ گلابوں کی مہک اسکے روم روم میں سرایت کرتی اسے سرشار کر رہی تھی... شہباز حسن نے ایک بھرپور نگاہ بیڈ پر لیٹنے کے سے انداز میں بیٹھے اسکے وجود پر ڈالی.. وہ شاید اسکا انتظار کرتے کرتے سوگئی تھی. شہباز حسن کے لب خوبصورتی سے مسکرائے.. وہ دھیرے سے چلتا ہوا بیڈ پر جا کر اسکے قریب بیٹھ گیا.. سبز آنکھوں پر پلکوں کی جھالریں گرائے وہ اسکے جذبات میں تلاطم برپا کر رہی تھی.. چھوٹی سی ناک میں پہنی نتھ کے موتی اسکے لبوں کو چُوم رہے تھے.. شاہ کا دل مچلنے لگا.. وہ بے اختیار ہو کر اُن لبوں پر جھکا تھا تبھی زمل کسمسائی تھی، وہ خود پر بندھ باندھتا اُس سے دور ہوگیا.. زمل آنکھیں وا کرتے ہوئے سیدھی ہو کر بیٹھی... اسے اپنے اتنے قریب دیکھ کر بے اختیار دل کی دھڑکنیں تیز ہوئی تھیں.. رخساروں پر حیا کی لالیاں اُترنے لگیں..

"ایم سوری... وہ.. میری آنکھ لگ گئی تھی..!!" زمل نے شرمندگی سے کہا. شاہ کے ہونٹوں کی مسکراہٹ گہری ہوگئی.

"اِٹس اوکے... آپ ریلیکس رہیں.. اتنی سی بات کے لیے آپکو سوری کہنے کی ضرورت نہیں ہے.!!" اسے شرمندہ ہوتا دیکھ شہباز حسن نے نرمی سے کہا تھا.. زمل کے دل کو کچھ سکون ملا..

"مم.. میں یہ ڈریس چینج کرلوں..؟؟" اپنی بے ترتیب ہوتی دھڑکنوں کو سنبھالتے ہوئے وہ نگاہ جھکا کر بولی..

"ابھی تو میں نے آپکو آنکھ بھر کر دیکھا بھی نہیں زمل... ایسا ظلم تو مت کریں..!!" کہتے ہوئے اسنے نرمی سے اسکی ناک کو نتھ کے بوجھ سے آزاد کر دیا.. زمل کے لب کپکپانے لگے.. پلکوں پر حیا اترنے لگی.. شہباز نے اسکا لرزتا ہاتھ اپنے مضبوط ہاتھ میں لے لیا..

"مجھے لگ رہا ہے کہ جیسے آپکو پا کر میں بہت امیر ہو گیا ہوں.. جیسے خدا نے مجھے دنیا کی سب سے قیمتی، انمول شے سے نواز دیا ہو..!!" محبت سے کہتے ہوئے شاہ نے اسکا خوبصورت نازک ہاتھ اپنے ہونٹوں سے لگا لیا.. زمل اسکی وافتہ نگاہوں سے اپنے آپ میں سمٹ رہی تھی.. اسکے گلے سے جڑاؤ سیٹ اتار کر شہباز نے گولڈ کی موتی چین پہنائی تھی جس میں بلیک ڈائمنڈ چمک رہا تھا..

"میری آنکھوں میں ہر رات اترنے والا حسین خواب ہیں آپ...!!" اسکے کانوں سے جھمکے اتارتا وہ بوجھل لہجے میں کہہ رہا تھا.. اپنے رخساروں پر اسکی گرم سانسیں محسوس کرتی وہ آنکھیں میچ گئی تھی..

"حسن پلیز...!!" اسکی بے تابیاں، وارفتگیاں برداشت کرنا جب مشکل ہونے لگا تو زمل کے لب پھڑپھڑائے تھے..

"میں آپکو محسوس کرنا چاہتا ہوں زمل... مجھے یقین کر لینے دیں کہ میرا خواب، حقیقت کا روپ دھار چکا ہے.. آپ میری ہیں.. میرے پاس، میرے قریب ہیں..!!" اسکی آواز میں خمار اتر رہا تھا... محبت بول رہی تھی.. شہباز حسن نے اسے نرمی سے اپنی بانہوں میں سمیٹ لیا..

مجھے سات رنگوں میں رنگ ڈالا

تیرا عشق بڑا رنگ ساز پیا

تجھے اوڑھ کے میں پوری ہوں

نہیں کرنا ہار سنگھار پیا

اگلی صبح بڑی روشن اور چمکیلی تھی.. زمل نے کھڑکی سے پردے ہٹائے تھے.. وہ ہنوز گہری نیند میں سورہا تھا.. سوتے میں لبوں پر بڑی خوبصورت مسکراہٹ تھی.. زمل کے لب اسے دیکھتے ہوئے مسکرائے تھے.. آنکھوں میں شہباز حسن کو پالینے کی بڑی خوبصورت چمک تھی.. وہ دھیمی چال چلتی ہوئی اسکے قریب آئی تھی... بیڈ پر بیٹھتے ہوئے زمل نے نرمی سے اسکی پیشانی پر بکھرے اسکے بال سمیٹے تھے.. شاہ کے لبوں کی مسکراہٹ گہری ہوئی تھی. زمل نے آنکھیں سکیڑ کر اسکی مسکراہٹ دیکھی.

"حسن...!" اسنے شاہ کو ہولے سے پکارا تھا.. شہباز نے جھٹ اپنی آنکھیں کھول دیں.. زمل نے حیرت سے اسکی سیاہ آنکھوں میں جھانکا جن میں نیند کا شائبہ تک نہ تھا..

"آپ جاگ رہے ہیں..؟؟" زمل نے کچھ حیرانگی سے پوچھا..

"آپ میرے پاس.. میرے کمرے میں ہوں اور میں سوتا رہوں یہ ممکن ہے کیا..؟؟" اسے کلائی سے کھینچ کر خود پر گراتے ہوئے وہ مسکراتے ہوئے پوچھ رہا تھا.. زمل کے گیلے بالوں کی مہک محسوس کرتا وہ پھر سے بے خود ہونے لگا.. زمل فوراً اُس سے دور ہوئی تھی..

"مجھے بھوک لگ رہی ہے، اُٹھ جائیں اب پلیز..!!" لبوں پر امڈتی شرمگیں مسکراہٹ کو روکتے ہوئے وہ جلدی سے بولی..

"اُٹھ چکا ہوں یار... آپ زرا قریب آئیں، بیٹھنے میں مدد کر دیں ناں میری..!!" انگڑائی لیتے ہوئے وہ اُسے چھیڑ رہا تھا..

"اللہ آپکو سلامت رکھے خود بیٹھ جائیں بلکہ کھڑے ہو کر فریش ہونے بھی چلے جائیں.. امی ناشتہ لے کر آتی ہی ہوں گی... اُٹھیں جلدی..!!" آئینے کے سامنے کھڑی وہ کانوں میں ٹاپس پہنتے ہوئے کہہ رہی تھی..

"اللہ تو سلامت رکھے گا مگر آپکی یہ ادائیں لے ڈوبیں گی مجھے..!" کہتے ہوئے وہ بیڈ سے اترا تھا.. زمل نے بامشکل اپنی ہنسی دبائی تھی.. اسے قریب آتا دیکھ وہ دو قدم دور ہوئی تھی مگر شہباز نے سرعت سے اسکی کمر میں بازو حمائل کر کے اسے قریب کر لیا تھا..

"آئی لو یو زمل فاطمہ.. لو یو آلاٹ..!" محبت سے کہتے ہوئے شاہ نے اسکی بے داغ پیشانی چوم لی.. زمل نے شرما کر اسکے شانے پر سر ٹکا دیا..

♦♦♦♦

وہ جیسے ہی روم میں آیا تھا محرم اسکی طرف بڑھی تھی مگر وہ شدید اشتعال میں اسے نظر انداز کرتا واش روم میں گھس گیا. محرم کی جان پر بننے لگی.. زرخان کی ناراضگی کا سوچ کر ہی دل ڈوبنے لگا.. وہ بے چینی سے روم میں ٹہلتی اسکے باہر آنے کا انتظار کرنے لگی.. انگلیاں مروڑتے ہوئے وہ سخت بے چین تھی. تبھی روم ڈور ناک ہوا تھا.. محرم نے ادھ کھلے دروازے سے نظر آتے داد بخش کو دیکھا تھا.. محرم سرعت سے اسکی طرف بڑھی تھی.

"وہ... بخش.. وہ خان مجھ سے.. خفا ہو گئے ہیں..!!" دروازے میں ہی کھڑی وہ روتے ہوئے کہہ رہی تھی جیسے بخش اسکی سفارش کر دے گا اور زرخان فوراً مان جائے گا..

"سائیں کہاں ہیں..؟؟" داد بخش مؤدب سا پوچھ رہا تھا.

"واشش.. روم میں.. باہر نہیں آ رہے..!!" وہ نفی میں گردن ہلاتے ہوئے بچوں کی طرح رو رہی تھی. آج داد بخش کو اندازہ ہوا تھا کہ کیوں زرخان علی عباسی، محرم کے لیے پاگل تھا.

"سائیں کی کمر جل چکی ہے بی بی.. میں اُنہی کو دیکھنے آیا تھا مگر میرا خیال ہے کہ ابھی وہ مجھے یا کسی اور کو اپنے پاس نہیں آنے دیں گے...، آپ زرا نرمی سے سائیں کو منانے کی کوشش کریں وہ آپکی بات نہیں ٹالیں فے..!" ہاتھ باندھے وہ نگاہیں جھکائے دھیمے لہجے میں بول رہا تھا.

"لیکن وہ تو مجھ سے بہت ناراض ہیں بخش..!" وہ زرخان کے انداز میں ہی اسے بخش کہہ رہی تھی. بخش ہولے سے مسکرایا.

"بی بی وہ آپ سے خفا نہیں ہوسکتے... آپ بس انہیں انکے حال پر مت چھوڑیے گا.. وہ مان جائیں گے.. انہیں منالیں.. آپکے لیے کچھ مشکل نہیں ہے..!" وہ نرمی سے کہہ رہا تھا. تبھی واش روم کا دروازہ کھلنے کی آواز آئی تھی. داد بخش سرعت سے کمرے کا دروازہ بند کرتا پلٹ گیا.. محرم نے ایک نظر کمرے کے بند دروازے کو دیکھا پھر مڑ کر واش روم سے باہر آتے زرخان کو دیکھا. وہ صرف ٹراؤزر پہنے ہوئے تھا. کچھ دیر پہلے والا بنیان اور ٹی شرٹ وہ اتار چکا تھا.. وہ بیڈ کی سائیڈ ٹیبل سے فرسٹ ایڈ باکس نکال رہا تھا. محرم کی جانب اسکی پشت تھی... اسکی پشت دائیں طرف سے جھلسی ہوئی لگ رہی تھی.. حد سے زیادہ سرخ ہوتی پیٹھ اور کئی جگہ سے تھوڑی کھال بھی اتری ہوئی محسوس ہورہی تھی.. محرم کی آنکھیں لبالب پانیوں سے بھر گئیں.. ننھا سا دل اسکی تکلیف پر تڑپ کر رہ گیا.. وہ بے تابانہ اسکی طرف بڑھی تھی..

"خان...!!" اسے پکارتے ہوئے وہ اسکے قریب آئی تھی.. زرخان نے سختی سے اپنے لب بھینچ لیے اور فرسٹ ایڈ باکس سے برنال لے کر آئینے کے سامنے جا کھڑا ہوا. محرم اسکے یوں خود کو نظر انداز کرنے پر اور شدت سے رو دی مگر زرخان نے اُس پر نگاہ غلط ڈالنا بھی گوارا نہ کی..

"خان..لائیں..مم..میں لگا دیتی ہوں..!!"اسے اپنی پیٹھ پر برنال لگانے کی کوشش کرتے دیکھ وہ اسکے قریب آئی تھی.زرخان اسے نظر انداز کیے آئینے میں نظر آتے اپنے عکس پر سختی سے نگاہیں جمائے کھڑا تھا..اسے اپنی طرف متوجہ نہ پاکر محرم نے کپکپاتے ہاتھوں سے اسکے ہاتھ سے برنال لینے کی کوشش کی تھی.زرخان نے ہاتھ پیچھے کرلیا..وہ اس سے سخت خفا تھا.. محرم اسکی بے رخی پر پاگل ہونے لگی..لبوں سے اٹدتی سسکیاں روکنا محال ہو گیا.

"خان ایم سوری..پلیز ایسے مت کریں.."اسکے سینے پر ہاتھ رکھے وہ بلکتے ہوئے کہہ رہی تھی.اپنے سینے پر اسکے ہاتھ کا لمس محسوس کرکے زرخان نے اپنی سرخ آنکھوں سے اُسے گھورا تھا..لہو رنگ ہوتی آنکھیں محرم کا دل دھڑکا گئی تھیں..

"دور ہو جاؤ مجھ سے.."زرخان سرد لہجے میں بولا تھا.وہ اُسے چھونے سے احتراز برت رہا تھا،جانتا تھا کہ وہ خود پر قابو نہیں رکھ پائے گا..وہ جانتا تھا کہ اسکی گرفت میں سختی ہو گی،ایسی سختی جو وہ نازک جان سہہ نہیں پائے گی..اسی لیے اپنی مٹھیاں سختی سے بھینچے وہ اُسے دور ہونے کا کہہ رہا تھا.اسکی روتی ہوئی،آنسو لُٹاتی سبز آنکھیں زرخان علی عباسی کا دل موم کر رہی تھیں..زرخان کے سرد لہجے پر وہ دور ہونے کی بجائے اسکے دونوں شانوں پر ہاتھ رکھے اسکے سینے سے لگ گئی..زرخان کا دل رُک سا گیا.

"خان پپ...پلیز معاف کر...دیں..مم...مجھے آپ..کی ناراضگی اچھی..نن...نہیں لگ رہی..میرا دل بند ہو...جائے گا..مجھے بہت بُرا لگ رہا ہے..ایسے مت..کریں خان..پلیز میری طرف دیکھیں..مم..مجھے خود..سے دور..مت کریں خان...!اسکے سینے سے لگی ہچکیوں کے درمیان بامشکل بولتی وہ زرخان علی عباسی کو آخر بے بس کر ہی گئی تھی..ہاتھ میں پکڑی برنال بیڈ پر پھینکتے ہوئے اسنے اسکے سسکتے وجود کے گرد اپنے بازوؤں کا حصار بنالیا تھا..اسکا حصار پاتے ہی محرم کا بلکتا،نڈھال ہوتا دل قرار پا گیا تھا.

"شش...چپ...اور نہیں رونا..بس... نہیں کر رہا میں دور... نہیں کرونگا کبھی...جانم مت روؤ پلیز..!"اسکی پیٹھ سہلاتے ہوئے وہ محبت سے بول رہا تھا..وہ چھوٹی سی لڑکی اسکی دھڑکنوں میں سما کر اسکی چلتی سانسوں کی وجہ بن بیٹھی تھی..وہ کیونکر اُسے تکلیف دے سکتا تھا..زرخان کی گردن میں اپنی بانہیں حمائل کیے وہ روتی بلکتی اسے گھائل کر چکی تھی..زرخان نے اُسے نرمی سے خود سے الگ کیا تھا. محرم اپنی سُوجی سُوجی دلکش آنکھوں سے بے تابانہ اسکے چہرے کا ایک ایک نقش دیکھ رہی تھی..جہاں اب پہلے والی سختی مفقود تھی.

"میں آئیندہ آپ کی..ہر بات مانوں گی...آپکی مرضی کے..خلاف کچھ نہیں کروں گی..!"اسکے چہرے کو اپنے نازک ہاتھوں کے پیالے بھرتی وہ تکلیف زدہ سی کہہ رہی تھی..زرخان اسکی اس قدر دیوانگی پر بے خود سا ہونے لگا..وہ جھکا تھا اور محبت سے اسکے گلابی رخسار اپنے لبوں سے چھو لیے..محرم کی دھڑکنیں اسکی عنایت پر منتشر ہونے لگیں..

"خان آپ...!!"اسکے لب آہستگی سے واہوئے تھے..

"ابھی تم نے کہا کہ تم میری ہر بات مانو گی...؟؟"اُسے خود سے دور ہوتا دیکھ زرخان نے مسکراتے ہوئے کہا تھا. محرم کی آنکھیں اسکی جرأت پر پوری کھل سی گئی تھیں..جبکہ زرخان کو اسکی کھلی آنکھیں پاگل کر رہی تھی.. پشت پر ہوتی جلن وہ بھول بیٹھا تھا

"خان نہیں پلیز...!"محرم نے اُسے روک لیا تھا..اسکا نازک دل زرخان کی وارفتگیوں پر پسلیاں توڑ کر باہر آنے کو تیار ہو رہا تھا. زرخان کے لب اسکی مزاحمت پر کھل کر مسکرائے تھے..اسکی بکھرتی حالت کے پیشِ نظر زرخان نے اُسے اپنے حصار سے آزاد کر دیا تھا اور دو قدم پیچھے ہو کر بیڈ پر بیٹھ گیا. برنال اسکی طرف بڑھاتے ہوئے زرخان نے

اُسے برنال لگانے کا اشارہ کیا تھا.. دل پر ہاتھ رکھتے ہوئے محرم نے ایک لمبی سانس لی تھی اور پھر بھیگی پلکیں جھکا کر برنال اسکے ہاتھ سے لے لی..

دوسری طرف سے آکر وہ بیڈ پر زرخان کے پیچھے آبیٹھی.. اسکی سرخ کمر پر نگاہ پڑتے ہی محرم کی آنکھیں ڈبڈبا گئیں. اپنی انگلی کی مدد سے وہ نرمی سے اسکی جلی ہوئی جلد پر برنال لگانے لگی.. زرخان اطمینان سے بیٹھا پشت پر محسوس ہوتی جلن برداشت کر رہا تھا.. روتی ہوئی محرم اپنا نچلا لب سختی سے دانتوں تلے دبائے اسکے زخموں پر اپنی نرم انگلیوں سے مرہم لگا رہی تھی.

اسکی دبی دبی سسکیاں سن کر زرخان اسکی طرف پلٹا تھا.. لب دانتوں میں دبائے وہ برنال لگاتے ہوئے رو رہی تھی.. زرخان اسکی طرف رخ کر کے بیٹھ گیا اور اسکے ہاتھ سے برنال لے لی..

"رو کیوں رہی ہو..؟؟" اسکے آنسو نرمی سے صاف کرتے ہوئے وہ متفکر سا پوچھ رہا تھا. محرم کے ہونٹ دانتوں کے تشدد سے سرخ ہو رہے تھے..

"بہت زیادہ جل گیا ہے خان... آپکو جلن ہو رہی ہے ناں..؟؟" اسکے چہرے پر پھیلے تکلیف کے تاثرات دیکھتی وہ روتے ہوئے پوچھ رہی تھی.. ضبط کے باعث زرخان کی براؤن آنکھوں میں سرخ ڈورے ابھر آئے تھے.. وہ زبردستی مسکرایا تھا..

"نہیں تو.. تم نے مرہم لگا دیا ہے ناں.. اب بالکل جلن نہیں ہو رہی ہنی.. تم رونا بند کرو شاباش.. اور تمہیں بھوک بھی لگ رہی تھی ناں..؟؟ میں ناشتے کا کہتا ہوں تم فیس واش کر کے آؤ جلدی سے.. چلو اُٹھو..!" وہ نرمی سے کہتا خود کو بالکل پرسکون دکھانے کی کوشش کر رہا تھا.

"مجھے اب بھوک نہیں لگ رہی خان.. مجھے کچھ نہیں کھانا..!!" نفی میں سر ہلاتے ہوئے اسنے دھیرے سے کہا..

"لیکن مجھے تو لگ رہی ہے.. میں نے تو ابھی ناشتہ بھی نہیں کیا تھا...!!" زرخان نے اسی کے انداز میں معصومیت سے کہا.

"وہ آپکی فرینڈ بالکل چڑیل جیسی تھی.. اگر آئندہ وہ یہاں آئی تو میں... تو اسنے جیسے آپکو جلایا ہے ناں.. مم.. میں بالکل ویسے ہی اسکا چہرہ جلا دوں گی...!!" وہ غصے اور ناپسندیدگی کے ملے جلے تاثرات سے زرخان کو اپنے ارادے بتا رہی تھی..

"وہ اب یہاں کبھی نہیں آئے گی، کیونکہ میں اُسے کبھی تم تک آنے ہی نہیں دوں گا..!" اسکی ناک دباتے ہوئے وہ کچھ سوچتے ہوئے بولا.. علیزہ کی دھمکیاں اسکے کانوں میں گونج رہی تھیں.. زرخان نے سرد مہری سے اپنا سر جھٹکا پھر انٹرکام پر ملازمہ کو ناشتا لانے کا کہنے لگا.. محرم اپنے دل میں علیزہ جعفری سے شدید نفرت محسوس کر رہی تھی جس نے اسکے خان کو تکلیف پہنچائی تھی..

♦♦♦♦

"آج تم کچھ پریشان لگ رہی ہو عریشہ..؟" فاطمہ نے اپنی ڈرپ چینج کرتی نرس کو مخاطب کیا.. دو ماہ کے عرصے میں وہ لڑکی انکے کافی قریب آچکی تھی.. اسکی اداس آنکھوں میں انہیں اپنا ماضی یاد آتا تھا.. انکے تجزیے پر وہ پھیکی ہنسی ہنس دی..

"آنٹی پریشانیاں تو زندگی کا حصہ ہیں.. آتی جاتی رہتی ہیں.. اتنی فکر والی بات نہیں ہے..!" دھیمے لہجے میں بولتی وہ اپنا درد چھپانے کی کوشش کر رہی تھی..

"تمہارا بھائی..؟؟ تم سے کبھی ملنے نہیں آیا..؟؟" فاطمہ نے تاسف سے پوچھا.. وہ انہیں بتا چکی تھی کہ ماں باپ کی وفات کے بعد بڑے بھائی نے اسے پڑھایا تھا.. اور پھر ایک دن اپنی بیوی کے کہنے میں آکر اسے بدکردار سمجھ کر گھر سے ہی نکال دیا. یہ عریشہ کی خوش قسمتی تھی کہ بھائی کے بدلنے سے چند ماہ پہلے اسے نرس کی جاب مل گئی تھی،

اور پھر بھائی کے دھتکار دینے کے بعد وہ ہاسپٹل کے قریب ہی ہاسٹل میں شفٹ ہو گئی تھی.. اسکا لمبا قد.. اور بڑی بڑی سیاہ شفاف آنکھیں، دیکھنے والے کو اپنی طرف متوجہ کرتی تھیں.. بھائی کے ذکر پر نا چاہتے ہوئے بھی اسکی سیاہ آنکھوں میں نمی اتر آئی تھی..

"کبھی نہیں آیا آنٹی.. پتہ نہیں کیوں وہ اتنا بدل گیا.. جب میں چھوٹی تھی ناں... تب تو میری آنکھ سے گرتے ایک ایک آنسو کی بھی خبر ہو جایا کرتی تھی اُسے.. اب تو آنسو بہا بہا کر آنکھیں بھی خشک ہونے لگی ہیں مگر اسے کوئی خبر ہی نہیں میری..!!" کہتے کہتے وہ رو پڑی. لبوں پر ایک مجروح سی مسکراہٹ در آئی.. فاطمہ اسے روتے دیکھ خود بھی اذیت سے دوچار ہو گئیں..

"وقت ہمیشہ ایک جیسا نہیں رہتا بیٹا.. زندگی کے کسی نہ کسی حصے میں اسے اپنی غلطی کا احساس ضرور ہو گا..!!" فاطمہ نے افسردگی سے کہا.

"آنٹی وقت ہمیشہ بھی تو نہیں رہتا ناں.. یا پھر یوں کہہ لیں کہ وقت رہ جاتا ہے اور.. ہم نہیں رہتے..!!" عریشہ یاسیت زدہ سی بولی تھی. فاطمہ کی ویران آنکھیں ایک پل کو ساکت ہوئی تھیں.. وہ کم عمر لڑکی کتنی بڑی بات کر گئی تھی، انجانے میں ہی انہیں یہ احساس دلا گئی تھی کہ انکا وقت بھی پورا ہونے کو ہے... ہاں وقت ختم ہونے کو تھا مگر انکے دردگر کو اپنی غلطی کا احساس نہیں ہوا تھا..

پلٹ کر آنے لگے شام کے پرندے بھی
ہمارا صبح کا بھولا مگر نہیں آیا..

فاطمہ کی بے رونق آنکھوں میں نمی چمکنے لگی.. لبوں پر ایک مجروح سی مسکراہٹ در آئی..

"آپ کیوں رو رہی ہیں آنٹی..؟؟ کہیں درد ہو رہا ہے کیا..؟؟" عریشہ متفکر سی ہو گئی.. فاطمہ اسکے پریشان ہو جانے پر پھیکی ہنسی ہنس دیں..

"تمہارے دکھ سن کر اپنا درد یاد آ گیا بیٹا..!!" فاطمہ کی آواز میں تھکن سی تھی.

"آج آپکی بیٹی اور اسکا ہزبینڈ نہیں آیا..؟؟" عریشہ نے انکا دھیان بٹانا چاہا.. کیونکہ جب کبھی وہ زیادہ رونے لگتی تھیں تو انکی کنڈیشن اس قدر خراب ہو جاتی تھی کہ پھر سنبھالنا مشکل ہو جایا کرتا تھا. جانے کونسا روگ تھا جو انکی رگوں کو کاٹتا تھا..

"ہاں... اب تک تو آ جایا کرتے ہیں.. پتہ نہیں آج کیا ہو گیا.. نوراں کو دیکھو زرا کہاں گئی ہے وہ.. اس سے فون کرواتی ہوں..!!" فاطمہ کو بھی محرم اور زرخان کا خیال آیا..

تبھی محرم، داد بخش کی معیت میں وہاں داخل ہوئی تھی.. فاطمہ کی نگاہوں کے تعاقب میں عریشہ کی نظر بھی اُن دونوں پر پڑ گئی.

"لو میں نے ابھی نام ہی لیا اور آ گئی میری بیٹی..!" محرم کے سوال کا جواب دے کر وہ مسکراتے بولی تھیں.. عریشہ بھی ہولے سے مسکرا دی. داد بخش نگاہ جھکائے چپ چاپ کھڑا ہوا تھا..

"زرخان کہاں ہے..؟؟ وہ نہیں آیا..؟؟" فاطمہ بی بی نے محرم سے پوچھا تھا.. زرخان کے نام پر محرم کی پلکوں پر نمی اترنے لگی..

"وہ... خان کی طبعیت ٹھیک نہیں ہے مومی..!" بھیگتی پلکیں اُٹھا کر محرم نے دھیمی آواز میں کہا. داد بخش کا دل کیا اپنا سر پیٹ لے.. اسنے بنا کچھ ردوبدل کیے فاطمہ بی بی کو اصل وجہ بتا دی تھی. فاطمہ کے چہرے پر پریشانی در آئی.

"کیا ہوا اُسے..؟؟" وہ تفکر سے کہتے ہوئے سیدھی ہو بیٹھیں..

"کچھ خاص نہیں آپ پریشان مت ہوں بی بی.. وہ دراصل خان کو سردی لگ گئی ہے.. بخار ہے بس ہلکا سا، میڈیسن لے کر سو رہے تھے وہ تو محرم بی بی نے انہیں جگایا نہیں... ورنہ وہ ضرور آتے..!!" محرم کے کچھ بولنے سے پہلے ہی داد بخش بول پڑا. عریشہ نے بغور اسکا مؤدب انداز دیکھا پھر بخش سے نظر ملنے پر نگاہ چرا گئی.

"اُسے بخار ہے تو تم یہاں کیا کر رہی ہو محرم..؟؟" انہوں نے خفگی سے محرم کو مخاطب کیا.. وہ گڑبڑا گئی.. اب بھلا اُنہیں کیا بتاتی کہ وہ زرخان کے پاس ہی رکنا چاہتی تھی مگر اُسنے زبردستی ہی اُسے فاطمہ سے ملنے کو بھیج دیا تھا..

"خان میں آپکو ایسے چھوڑ کر نہیں جاؤں گی..!!" زرخان کی ضد پر اسنے بھی ضدی انداز اپنایا تھا.

"کیوں مجھے ایسے کیا ہے..؟؟ اور میں ایسے شرٹ کے بغیر تمہارے ساتھ جا بھی نہیں سکتا ورنہ تمہیں اکیلے نہیں جانے دیتا..!" زرخان نے سنجیدگی سے کہا.

"مگر خان... مم... میرا دل نہیں لگے گا مومی کے پاس.. آپکو اگر درد ہوا تو..؟؟ مجھے کم از کم آپکے پاس تو ہونا چاہیئے ناں..!!" وہ ذمہ دار بیویوں کی سی باتیں کر رہی تھی. زرخان کے لبوں پر مسکراہٹ در آئی.

"جلے کا درد نہیں ہوتا ہنی.. صرف جلن ہوتی ہے.. اور تم نے جادوئی برنال لگا دی ہے ناں تو جلن بھی غائب ہو گئی ہے.. تم اب مزید دیر مت کرو شاباش.. داد نیچے ویٹ کر رہا ہے اسکے ساتھ فاطمہ مام سے مل آؤ.. میں خود بھی جانا چاہتا ہوں مگر ابھی فی الحال شرٹ کا بوجھ برداشت کرنا مشکل ہے ہنی...!!" کہتے ہوئے وہ آخر میں ہنس پڑا.. محرم نے خفگی سے اسکی جانب دیکھا..

"یار جانم یوں مت دیکھو ورنہ میں تمہیں جانے نہیں دوں گا..!" اسکے بالوں کی لٹ کھینچتے ہوئے وہ غیر سنجیدگی سے بولا.

"ہاں تو روک لیں ناں.. ہاسپٹل جا کر بھی مومی سے ڈانٹ ہی پڑنی ہے..!" محرم کو فکر کھائے جا رہی تھی.

"تم میری فکر میں جانا نہیں چاہتیں یا فاطمہ مام کی ڈانٹ سے بچنے کے لیے رکنا چاہ رہی ہو..؟؟" زرخان نے اپنی مسکراہٹ دباتے ہوئے پوچھا..

"ان دونوں وجوہات کی ہی وجہ سے..!!" محرم نے زبان دانتوں سے باہر نکالتے ہوئے کہا. زرخان نے دلچسپی سے اسکا یہ بچگانہ انداز دیکھا. زرخان کا دل کیا اُسے اپنے پاس اپنی نظروں کے سامنے ہی رکھے مگر پھر فاطمہ کا خیال آتے ہی اسنے اپنے دل پر پہرے بٹھائے تھے..

"نو مور ڈسکش.. چلو بھاگو اب.. فاطمہ مام ویٹ کر رہی ہوں گی..!!" کہتے ہوئے زرخان نے اسے باقاعدہ ہاتھ سے پکڑ کر کمرے سے باہر نکال دیا.. محرم نے ناراضگی سے اسکی جانب دیکھا پھر رخ موڑ کر سیڑھیاں اتر کر نیچے چلی آئی.. پھر سارے راستے اسکا موڈ آف رہا تھا مگر ہاسپٹل کے پارکنگ ایریا میں گاڑی رکتے ہی، فاطمہ سے ملنے کی خوشی جاگ اٹھی تھی مگر اب وہ حسبِ توقع اُسے ڈانٹ رہی تھیں.. محرم نے انگلیاں مروڑتے ہوئے اُن سے نگاہ چرائی.

"تو آپ سے ملنے نہ آتی کیا..؟؟" محرم نے خفگی سے پوچھا.

"زرخان کو بخار میں چھوڑ کر تمہیں نہیں آنا چاہیئے تھا محرم..!!" انہوں نے دھیمے، پر شکوہ انداز میں کہا.

"بی بی وہ... سائیں نے ہی بھیجا ہے محرم بی بی کو... وہ آپکی طرف سے متفکر تھے.. محرم بی بی کا کوئی قصور نہیں ہے..!" داد بخش نے محرم کی طرف سے صفائی دی. محرم نے تشکر آمیز نظروں سے اسکی جانب دیکھا. وہ ہولے سے سر کو خم دیتے ہوئے مسکرایا.. عریشہ کی نگاہیں ایک پل کو ساکت ہوئی تھیں.. سینے میں دھڑکتے دل نے شور مچایا تھا..

"زر خان کی میرے لیے فکر اپنی جگہ داد بخش... مگر اسکی فکر کرنا محرم کا فرض ہے، اور میں نہیں چاہتی کہ یہ کبھی اپنے فرض کی ادائیگی میں کوئی کوتاہی کرے.!" فاطمہ نے سنجیدگی سے کہا. محرم نے شرمندگی سے سر جھکا لیا..

"اب تو وہ آگئی ہیں ناں آنٹی.. اور آپ انہیں یاد بھی کر رہی تھیں، تو بس اب آپ دونوں تھوڑا ٹائم ساتھ سپینڈ کر لیں.. کوئی بات نہیں ہو جاتا ہے ایسا..!" محرم کی خفت دور کرنے کو عریشہ مسکراتے ہوئے بولی تھی. فاطمہ نرمی سے مسکرا دیں..

"اگر اب روؤ گی تو اور ڈانٹوں گی..!" اسکی نم ہوتی آنکھیں دیکھتے ہوئے فاطمہ غیر سنجیدگی سے بولیں.. محرم نے منہ بسورا..

"ہاں پہلے ہی کم ڈانٹا ہے ناں آپ نے جو اب مزید ڈانٹنے کا ارادہ رکھتی ہیں آپ..!!" محرم خفگی سے بولی. فاطمہ کے لبوں پر مسکراہٹ بکھر گئی..

"اب یہ بچپنا چھوڑ دو.. میرے سامنے ہی بڑی ہو جاؤ میری چندا...!" اسکی ٹھوڑی چھوتے ہوئے وہ نرمی سے بولیں..

"کیوں آپ کہاں جا رہی ہیں..؟؟" کہتے ہوئے محرم نے ہراساں نظروں سے انکی جانب دیکھا.. فاطمہ کا دل ڈوب کر ابھرا تھا... کہنے کو تو وہ روانگی میں کہہ گئی تھیں مگر کتنا اذیت ناک احساس تھا کہ وہ اس بات سے واقف تھیں کہ انہیں بہت جلد مر ہی جانا ہے.. زبردستی مسکراتے ہوئے انہوں نے بامشکل بات بدلی تھی.. عریشہ اور داد بخش انکی چند روزہ زندگی کی بابت سوچ کر اداس ہو گئے تھے جبکہ محرم اپنی بے خبری میں مست اب ان سے ہنس کر باتیں کر رہی تھی..

♦♦♦♦

"آفس میں اب دل نہیں لگتا میرا..!" اسکے بالوں کی لٹ کھینچتا وہ غیر سنجیدگی سے کہہ رہا تھا. زمل نے اسکی بات پر رخ موڑتے ہوئے اپنی ہنسی دبائی..

"لیں جی آپ ہنس رہی ہیں.. ایم سیریس زمل، میری اکاؤنٹنٹ کے بغیر مجھے اپنا آفس خالی خالی لگتا ہے..!" اسکی ٹھوڑی کا رخ اپنی طرف کرتے ہوئے وہ ایک آنکھ دبا کر بولا.

"کیوں..؟؟ نیو اکاؤنٹنٹ کا ارینج نہیں ہوا کیا ابھی تک...؟ زمل نے مسکراتے ہوئے پوچھا. شہباز حسن کے ہونٹوں کی مسکراہٹ گہری ہو گئی.

"میں نے 'میری اکاؤنٹنٹ' کی بات کی ہے.. وہ نیو والی میری تھوڑی ہے.. وہ تو کمپنی کی اکاؤنٹنٹ ہے..!!" شہباز نے بات کو گھمایا تھا.. زمل کھلکھلائی..

"آپکی اکاؤنٹنٹ ہمیشہ کے لیے آپکی ہو چکی ہے سو آفس میں دل لگانے کی بجائے گھر پر دل لگایا کریں.. آفس میں صرف دماغ کا استعمال کیا کریں..!" زمل نے اپنی ہنسی دباتے ہوئے کہا.

"بہت باتیں آرہی ہیں آپکو...؟؟" اسے اپنی طرف کھینچ کر سینے سے لگاتے ہوئے وہ شریر ہو رہا تھا. زمل کے ہونٹوں پر شرمگیں مسکراہٹ پھیل گئی..

"آپکی محبت کا اعجاز ہے..!" زمل نے ہولے سے کہا.. شہباز حسن سرشار سا ہو گیا..

"اور آپ اپنی محبت کا اعجاز کب بخش رہی ہیں مجھے..؟" اسے کندھوں سے پکڑ کر اپنے سامنے کرتے ہوئے وہ محبت سے پوچھ رہا تھا.. زمل نے اپنی پلکیں جھکا لیں..

"میں آج آپکے ساتھ، آپکے پاس ہوں... اس سے بڑھ کر میری محبت کا اور کیا ثبوت ہو گا..؟" کہتے ہوئے زمل نے نگاہ اٹھائی تھی اور اسکی جانب دیکھا جو آنکھوں میں شوق کا ایک جہان آباد کیے اُسے ہی دیکھ رہا تھا.. اسکی نظروں کے والہانہ پن سے گھبرا کر زمل اس سے دور ہوئی..

"صبح ہی صبح مجھے آپکی نیت خراب ہوتی محسوس ہو رہی ہے.. شرافت سے آفس جائیں آپ.. چلیں شاباش..!" زمل نے اپنی ہنسی کا گلا گھونٹتے ہوئے کہا. شاہ کے چہرے پر لاچاری تھی جیسے کہہ رہا ہو "میری نیت خرابی کو آپ جو درست کرنے کو بیٹھی ہیں..!"

"بہت ظالم ہیں آپ فاطمہ..!" شاہ نے مصنوعی تاسف سے سر ہلاتے ہوئے کہا.. وہ اسے انگوٹھا دکھاتی باہر کو بھاگی..

"اچھا رکیں تو سہی... اپنے نام کی ہسٹری تو بتاتی جائیں..!!" اسے روکنے کو وہ بولا تھا. زمل مسکراتے ہوئے پلٹی..

"کتنی بار سنیں گے..؟؟" زمل کا لہجہ مسکاتا ہوا تھا.

"جتنی بار آپ سنا دیں.. مجھے آپکا نام پیارا ہی اتنا لگتا ہے کہ دل کرتا ہے بار بار آپکے نام کی ہسٹری سنوں..!" آہستگی سے کہتا وہ دھیرے دھیرے اسکی طرف بڑھ رہا تھا جو دروازے کے بالکل پاس کھڑی تھی.

"کوئی بہت انوکھی ہسٹری نہیں ہے...!" زمل کھکھلائی.

"آپکی ساری چالاکیاں سمجھتی ہوں میں..!" زمل نے ہنستے ہوئے کہا. شہباز حسن نے آگے بڑھ کر اُسے کلائی سے پکڑ کر اپنی جانب کھینچ لیا.

"ہاں تو اب بتائیں ناں ہسٹری..!" اسکے رخسار کو اپنی انگلی سے چھوتے ہوئے وہ سنجیدگی سے پوچھ رہا تھا.

"ہممم...ہسٹری یہ ہے جناب کہ جب میں پیدا ہوئی تو میرے ابو نے میرا نام فاطمہ رکھنا چاہا اور امی چاہتی تھیں کہ میرا نام زمل ہو تو بس...مجھے فری میں دونوں نام مل گئے..زمل فاطمہ..کوئی مجھے زمل کہتا ہے اور کوئی فاطمہ..سب کی اپنی مرضی ہے..!" اسکی گردن میں اپنی بانہیں حمائل کرتے ہوئے وہ وہ دھیمی آواز میں بتا رہی تھی.

"میں تو آپکی مرضی پوری کروں گا..آپ بتائیں آپکو اپنے لیے کونسا نام اچھا لگتا ہے..؟" وہ نرمی سے پوچھ رہا تھا..

"میرے لیے جو بھی نام آپکے لبوں سے ادا ہو گا مجھے وہ ہی اچھا لگے گا..!!" اسکے وجیہہ چہرے کو دیکھتے ہوئے وہ محبت سے کہہ رہی تھی. شہباز حسن کے اندر سکون سا پھیلنے لگا.

"تو پھر میں آپکو فاطمہ کہوں گا..بہت پیارا لگتا ہے مجھے یہ نام..معصوم اور پاکیزہ سا، بالکل آپکے جیسا..!" نرمی سے کہتے ہوئے اسنے زمل کی شفاف پیشانی چوم لی..

زمل کے لبوں پر شرمیلی سی مسکراہٹ پھیل گئی.

"اچھا چلیں بس کریں اب..آپ آفس جائیں میں زرا علی کو دیکھ کر آتی ہوں، بہت لیٹ جاگتا ہے وہ صبح میں..شروع سے ہی ایسا ہے یا میرے آنے کے بعد یہ تبدیلی رونما ہوئی ہے..؟" اُس سے دور ہوتے ہوئے وہ متفکر سی پوچھ رہی تھی. شہباز حسن کے چہرے پر سنجیدگی چھا گئی..

"ہماری شادی کے بعد سے ہی ایسا ہو گیا ہے ورنہ مجھ سے بھی پہلے جاگ جایا کرتا تھا..!" شاہ اسکے ذکر پر کچھ متفکر ہو گیا تھا.

"ہمم..اوکے آپ فکر مت کریں میں اسکی روٹین ٹھیک کروا دوں گی..ویسے بھی ابھی تو ایک منتھ بھی نہیں ہوا..اتنے سے وقت میں تو بگڑتے ہوئے کو سنوارا جا سکتا ہے..!" کہتے کہتے وہ آخر میں غیر سنجیدہ ہو گئی. شہباز حسن ہنس دیا...

"او کے میں اسے دیکھ کر آتی ہوں..!" زمل نے عجلت میں کہا تو شاہ نے اثبات میں سر ہلا دیا..

♦♦♦♦

وہ ہاسپٹل سے واپس آتے ہی سیدھا اپنے بیڈروم کی طرف بڑھی تھی.. اُسے بھوک محسوس ہو رہی تھی مگر پہلے وہ زرخان علی عباسی کو دیکھنا چاہتی تھی.. بیڈروم کا دروازہ کھول کر وہ آہستگی سے اندر داخل ہوئی.. گھڑی شام کے چھ بجا رہی تھی.. کمرے میں نیم تاریکی کا راج تھا. محرم بیڈ کی طرف بڑھی جہاں وہ پیٹ کے بل لیٹا ہوا تھا.. چہرہ بائیں رُخ بیڈ کی طرف ہی تھا.. محرم بنا آواز پیدا کیے اسی رخ جا کر بیٹھ گئی.. وہ آنکھیں بند کیے یقیناً گہری نیند میں تھا.. ہیٹڈ روم میں وہ بغیر شرٹ پہنے سویا ہوا تھا.. کمبل آدھی کمر تک اوڑھے ہوئے وہ گہری نیند میں لگ رہا تھا.. وہ سوتا ہوا اتنا معصوم لگ رہا تھا کہ محرم غیر ارادی طور پر اسے دیکھتی چلی گئی.. اسکے گھنے بال کچھ پیشانی پر بکھرے ہوئے تھے.. محرم یک ٹک اُسکے مغرور نقوش دیکھ رہی تھی... دل عجیب سے انداز میں دھڑک رہا تھا.

تجھے روز دیکھوں قریب سے
میرے شوق کتنے عجیب ہیں

محرم نے ہاتھ بڑھا کر ہولے سے اسکے بالوں کو سہلانے کے سے انداز میں چھو لیا.. وہ بچوں کی طرح پر شوق نگاہوں سے اسکی جانب دیکھ رہی تھی.. زرخان کی محبت اور نرم انداز تخاطب یاد کر کے اسکے لبوں پر مسکراہٹ پھیل گئی.. تھوڑی دیر پہلے محسوس ہونے والا بھوک کا شدید احساس مٹ چکا تھا.. وہ اسکی شخصیت کے سحر میں کھوئی اسکی پیشانی پر بکھرے بال سمیٹ رہی تھی جب سائیڈ ٹیبل پر رکھا زرخان کا موبائل چیخ اُٹھا.. محرم چونک گئی.. زرخان فوراً بیدار ہوا تھا، محرم گھبراتے ہوئے اُس سے قدرے دور ہو کر بیٹھ گئی.. نیند کے خمار سے بوجھل ہوتی آنکھیں

پوری کھولتے ہوئے زرخان نے بغور اسکا دور ہونا دیکھا.. پھر چہرے کا رُخ دوسری طرف موڑ کر شور مچاتے موبائل کو ہاتھ میں لیتے ہوئے سکرین پر چمکتا نمبر دیکھا.. مینجر کی کال تھی..زرخان نے فون سائلنٹ پر لگایا اور سیدھا ہو کر بیٹھ گیا.. محرم چور نگاہوں سے اسکی ساری کاروائی دیکھ رہی تھی جواب گردن دائیں بائیں گھمارہا تھا.پیٹ کے بل لیٹ کر، چہرے کا رخ ایک طرف ہی کر کے سونے کے باعث شاید گردن اکڑ گئی تھی..

زرخان نے رُخ موڑ کر اسکی جانب دیکھا، نگاہ ملنے پر وہ فوراً نظر چرا گئی..زرخان کے لبوں پر خوبصورت مسکراہٹ پھیل گئی..وہ بیڈ سے اترا تھا اور واش روم کی طرف بڑھا..پھر اگلے پانچ منٹ میں وہ فریش ہو کر واپس آچکا تھا..وہ ہنوز اپنی جگہ پر بیٹھی ہوئی تھی..گیلا چہرہ ٹاول سے خشک کر کے وہ اسکے پاس ہی آبیٹھا..

"تم واپس کب آئیں...؟"وہ سنجیدگی سے پوچھ رہا تھا..

"ابھی تھوڑی دیر پہلے ہی..!"محرم نے نگاہ جھکائے جواب دیا.

"اور...مجھے کیوں دیکھ رہی تھیں..؟؟کیا کرنے والی تھیں تم..؟؟"وہ بھرپور سنجیدگی سے پوچھ رہا تھا مگر آنکھوں میں چمکتی شرارت بتارہی تھی کہ وہ اسے چھیڑ رہا ہے.. محرم کا دل معمول سے ہٹ کر دھڑکنے لگا..تو یعنی وہ اسے دیکھ چکا تھا، سوچ کر ہی اسکی گھنیری پلکوں پر حیا اترنے لگی..

"کک...کچھ.... بھی.... نہیں..!"محرم کے لرزتے لبوں سے الفاظ ٹوٹ ٹوٹ کر ادا ہوئے.زرخان کے دل میں ہلچل سی ہونے لگی.

"کچھ تو...؟؟کافی قریب جو تھیں تم..تو کچھ بھی نہیں کیا..؟؟"وہ جیسے اس پر افسوس کر رہا تھا.جانے اس سے کیا کروانا چاہتا تھا وہ شخص..

محرم روہانسی ہو کر اُسے دیکھنے لگی..

"خان...وہ..مم..میں..!" محرم پر گھبراہٹ طاری ہونے لگی،وہ مزید قریب ہو رہا تھا.

"ہوں...بولو،میں سن رہا ہوں." اسکے گلابی لبوں کو اپنے ہاتھ کے انگوٹھے سے چھوتے ہوئے وہ نرمی سے پوچھ رہا تھا..اپنے ہونٹوں پر اسکے ہاتھ کا لمس محسوس کرتی محرم کی سانسیں رکنے لگیں..

"پیار ہو گیا ہے ناں مجھ سے..؟؟" ہمیشہ کیطرح وہ ہی سوال...

وہ ہی مدعا..

وہ ہی طلب...

محرم نے گھبرا کر اپنی آنکھیں میچ لیں..دھڑکنیں بڑا انوکھا راگ الاپ رہی تھیں..وہ کہہ دینا چاہتی تھی.."ہاں...ہاں...ہاں..." مگر لبوں پر قفل سے پڑ گئے تھے..وہ اقرار کر لیتی تو اسکی سینے سے لگنے کی فرمائش..!! محرم بے بس ہونے لگی.

"بولو ناں جانم...!" سرگوشی نما انداز میں کہتے ہوئے زرخان نے اپنی شہادت کی انگلی سے اسکی پیشانی سے لے کر لبوں تک پل صراط کی سی لکیر بنا ڈالی..محرم کی پلکیں باقاعدہ لرزنے لگیں..

"خان...پلیز...!" اپنے کان کی لُو پر اسکے جلتے لبوں کا لمس محسوس کر کے اسکے لب کپکپائے تھے..نازک سے دل کی حالت غیر ہو رہی تھی.

"خود سے دور کیوں کرتی ہو ہنی..؟؟ جب محبت مجھ سے ہے تو پھر میرے قریب بھی رہا کرو ناں..باخدا محبت میں دوریاں عذاب لگتی ہیں..!!" اسکے بالوں کو پونی کی قید سے آزاد کرتے ہوئے وہ دھیمے لہجے میں بول رہا تھا..محرم نے اپنی وحشت زدہ آنکھیں کھول کر اپنے بے حد قریب زرخان علی عباسی کو دیکھا.جس کی آنکھوں میں استحقاق بول رہا تھا..محرم کی جان ہوا ہونے لگی..وہ بے خود سا اسکے بکھرے بالوں میں چہرہ چھپانے لگا..

"خان... مم.. مت کریں پپ... پلیز..!" اپنی گردن پر اسکی گرم سانسوں کی تپش سے گھبرا کر اسنے جیسے التجا کی تھی.. آج زرخان علی عباسی کے انداز میں شدت سی تھی.. محرم کی آنکھوں میں نمی اترنے لگی.. خود پر بندھ باندھتا زرخان بڑے ضبط سے اُس سے دور ہوا تھا جو اسکی زرا سی قربت پر پوری کانپنے لگی تھی..

"کیوں ڈرتی ہو اتنا..؟؟" اپنی سرخ پڑتی آنکھوں کو اسکی سبز آنکھوں میں ڈالے وہ قدرے نرمی سے پوچھ رہا تھا ورنہ اندر تو اسکی یہ مزاحمت آگ لگا رہی تھی.. بے تابیوں کو بڑھا رہی تھی. محرم بے بسی سے اپنے ہونٹ چبانے لگی..

"خان وہ... وہ جب آپ پپ.. پاس آتے ہیں ناں تت.. تو... میری... ہارٹ بیٹ.. بب.. بہت تیز.. ہو جاتی ہے، مم... مجھے لگتا ہے.. مم.. میرا دل.. رُک جائے گا.. ہاتھ پاؤں.. سس... سُن ہونے لگتے ہیں.. اور... اور بس.. کیا کیا بتاؤں.. مم.. میں کیا کروں... میں جان بوجھ کر نہیں کرتی..!" وہ بھیگتی پلکیں جھپکتے ہوئے بے بسی ست اسے اپنی طرف سے صفائی دے رہی تھی.. زرخان کو اس کی معصومیت پر ٹوٹ کر پیار آیا... سب بتا بھی رہی تھی اور کچھ بتانا باقی بھی تھا... وہ ہولے سے مسکرا دیا..

"سب بتا دو.. کچھ مت چھپاؤ..!" اسکی سبز آنکھوں میں جھانکتا ہوا وہ دلکشی سے کہہ رہا تھا..

محرم نے اپنی پلکیں جھکائیں..

"اور... کیا بتاؤں بس... آپ.. نن.. نہیں سمجھ رہے ناں..!!" ہاتھوں کی انگلیاں مروڑتے ہوئے بولتی وہ ہچکچاہٹ کا شکار لگ رہی تھی.

"تم سمجھا دو ناں جانم..!" آہستگی سے کہتے ہوئے زرخان نے نرمی سے اسکے حرکت کرتے ہاتھ تھام لیے جو کمرے کے گرم ماحول میں بھی برف ہو رہے تھے.. وہ اسکے ہاتھ سہلانے لگا جیسے انہیں گرمی پہنچانا چاہ رہا ہو.. محرم کے

لیے بولنا محال ہو گیا.. جسم کی ساری جان زرخان کے پر حدت ہاتھوں میں دبے اپنے ہاتھوں میں ہی آگئی تھی... جیسے جان جسم سے نکلنے کو ہی تو تھی بس...

"خان وہ... مم.. میری جان جانے لگتی ہے..!!" خشک پڑتے ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے اسنے نگاہ اٹھا کر کہا. جیسے اپنے کندھوں کا سارا بوجھ زرخان پر ہی ڈال دیا ہو.. زرخان نے گہری نظروں سے اسکا چہرہ دیکھا.. محرم کے گلابی ہونٹوں کی کپکپاہٹ بڑی واضح تھی.. وہ دھیرے سے مسکرایا.

"تمہاری یہی باتیں کسی دن مجھے بے بس کر دیں گی ہنی، مجھے مجبور کر دیں گی کہ میں ایک ہی بار میں تمہاری جان نکالنے کے در پر آجاؤں.. تمہاری یہ ادائیں.. یہ بے خبریاں مجھے کسی روز اس مقام پر لے ہی آئیں گی کہ میں تمہاری جان نکال ہی ڈالوں..!!" اسکی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے وہ معنی خیزی سے کہہ رہا تھا.. محرم کے تو خاک بھی پلے نہ پڑی..

"کک... کیا مطلب خان... آ.. آپ مجھے تکلیف دیں گے... میری جان لیں گے آپ..؟؟" وہ صدمے سے چور آواز میں بولتی آنکھیں پھاڑے اُسے دیکھ رہی تھی. زرخان کو لگا آج سارے بندھ ٹوٹ ہی جائیں گے.. ضبط کی شدت سے اسکی آنکھوں میں گلال اترنے لگا.

"فی الوقت تو تم میری جان لے رہی ہو جانم..!!" نگاہ پھیرتے ہوئے اسنے بے قابو ہوتے جذبات سنبھالنے کی ناکام کوشش کی.

اسکی سرخ پڑتی رنگت اور بوجھل لہجہ محرم کو چونکا گیا تھا. وہ فوراً متفکر ہوئی..

"خان آپ ٹھیک تو ہیں..؟؟" اسکے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے وہ پریشان زدہ سی پوچھ رہی تھی.. زرخان کے لبوں پر مسکراہٹ دوڑ گئی، چند پل لگے تھے.. مگر وہ خود کو کمپوز کر چکا تھا.

"میں بالکل ٹھیک ہوں ہنی.. بالکل ٹھیک ہوں..!" زرخان نے نرمی سے کہا.

"تت.. تو وہ جان لینا.. دینا.. وہ.. وہ کیا تھا خان..؟؟" وہ نا سمجھی سے پوچھ رہی تھی.. شاید اسکے دل میں زرخان کی باتوں سے ڈر بیٹھ چکا تھا. زرخان نے ایک سنجیدہ نگاہ اسکی شفاف دمکتی پیشانی پر ڈالی.. پھر اسکی قاتل آنکھوں میں جھانکتے ہوئے سنجیدگی سے بولا تھا..

"مطلب یہ جانم.. کہ میں سوچ رہا ہوں کسی دن تمہارے اس قدر قریب آ جاؤں.. اس قدر نزدیک کہ تمہاری جان یہاں.. یہاں... تمہارے ان گلابی لبوں پر آ جائے..!!" اسکے شفاف ہونٹوں کو اپنے ہاتھ کے انگوٹھے سے سہلاتے ہوئے وہ بھرپور سنجیدگی سے کہہ رہا تھا. محرم کی ہارٹ بیٹ مس ہوئی تھی.. وہ قریب نہیں آیا تھا مگر محرم کی جان لبوں پر آ گئی تھی..

"کک.. کتنے قریب..؟؟" محرم کے لب پھڑ پھڑائے تھے..

"اتنے کہ...!" زرخان نے بات ادھوری چھوڑ کر بغور اسکی جانب دیکھا جو سانس روکے یک ٹک اسے دیکھ رہی تھی.. زرخان کو اُس پر ترس آ گیا..

"چلو چھوڑو... تمہیں عملی ثبوت دوں گا بہت جلد...!" کہتے ہوئے وہ دھیرے سے ہنس دیا کیونکہ محرم کی رنگت اناری ہو رہی تھی.

"خان میں آپکو...!" اسکی بات پوری ہونے سے پہلے زرخان نے کاٹ دی تھی..

"تم نہیں روک پاؤ گی ہنی... تب نہیں روک پاؤ گی..!" دھیرے سے کہتا وہ اسکے پاس سے اُٹھ گیا. محرم نے ڈبڈبائی نظروں سے اسکی جانب دیکھا جو اب الماری کی طرف بڑھ رہا تھا.

"میں سچ میں مر جاؤں گی خان..!!" وہ روتے ہوئے چلائی تھی..بے خبری کے باوجود بھی شاید وہ ہر عورت کی طرح چھٹی حس رکھتی تھی..اسی لیے زرخان کی باتیں سن کر اسکا دل بری طرح دھڑک رہا تھا.

"اگر تم سے دور رہا ناں جانم...تو بہت جلد میں مر جاؤں گا..!!" زرخان نے پلٹ کر سنجیدگی سے کہا.یعنی وہ اپنے اور اسکے بے رنگ رشتے میں قوس قزح کے رنگ بھرنے کا سوچ چکا تھا.. محرم نے گھبرا کر نگاہ چرالی..دل معمول سے ہٹ کر دھڑکنے لگا تھا..جبکہ اسکی حالت سے باخبر ہونے کے باوجود زرخان اطمینان سے شرٹ پہن کر اب شرٹ کے بٹنز بند کر رہا تھا..

"چلو نیچے چلتے ہیں..مجھے بھوک لگ رہی ہے، آؤ ڈنر کرتے ہیں..!" زرخان نے نرمی سے کہا تھا.محرم نے خفگی سے اسکی جانب دیکھا..زرخان اسکی ناراضگی پر ہولے سے مسکرا دیا.

"یعنی تم چاہتی ہو کہ میں تم سے دور رہ کر مر جاؤں..؟؟" اسکا خراب موڈ دیکھ کر وہ آہستگی سے پوچھ رہا تھا.محرم نے تڑپ کر اسکی طرف دیکھا.

"خان...!" محرم کی آواز بھرا گئی.زرخان کا دل پگھل گیا.

"روؤ مت ہنی..مذاق کر رہا تھا یار..!!" اسنے بے بس ہوتے ہوئے کہا.اپنے دل کو مار لیا تھا آج..وہ اسکی آنکھوں میں آنسو برداشت نہیں کر سکتا تھا..اسکے گلابی چہرے کو نرم نگاہوں سے دیکھتے ہوئے وہ سوچ رہا تھا کہ یہ وہی چہرہ ہے جس پر پہلی ملاقات میں اسنے بے دردی سے تھپڑ دے مارا تھا،اور آج..اس چہرے کو تکلیف پہنچانا تو بہت دور کی بات تھی،وہ اپنے بے تاب لبوں کی شدت سے بھی اُسے بچانا چاہتا تھا..ہاں وہ جانتا تھا کہ محرم اسکے لبوں کا لمس، اسکے مضبوط ہاتھوں کا استحقاق،اسکے قرب کی تپش...کچھ بھی برداشت نہیں کر پائے گی وہ...اسی لیے تو اب تک

اس سے دور تھا وہ... کیسی مجبوری تھی.. کیسی جان لیوا دوری تھی.. وہ اسے ساتھ لیے سیڑھیاں اتر رہا تھا.. زرخان کے مسکرا دینے سے محرم کچھ ہلکی پھلکی سی ہو گئی تھی.. البتہ زرخان علی عباسی کا دل ضرور بوجھل ہو گیا تھا..

چہرے پہ میرے زلف کو،
پھیلاؤ کسی دن..
کیا روز گرجتے ہو،
برس جاؤ کسی دن..
رازوں کی طرح اترو،
میرے دل میں کسی شب...
دستک پہ میرے ہاتھ کی،
کھل جاؤ کسی دن..
پیڑوں کی طرح حسن کی،
بارش میں نہالوں...
بادل کی طرح جھوم کے،
گھر آؤ کسی دن...
خوشبو کی طرح گزرو،
میرے دل کی گلی سے..

پھولوں کی طرح مجھ پہ،

بکھر جاؤ کسی دن...

گزریں جو میرے گھر سے،

تو اُڑ جائیں ستارے...

اس طرح میری رات کو،

چمکاؤ کسی دن..

میں اپنی ہر ایک سانس،

اسی رات کو دے دوں...

سر رکھ کے مرے سینے پہ،

سو جاؤ کسی دن....!!!

امجد اسلام امجد کی یہ غزل جو اسنے یونیورسٹی لائف میں ایک دو بار ہی پڑھی تھی، آج اچانک یاد آئی تھی.. جانے کیسے ذہن میں ہی رہ گئی تھی جو آج یوں یاد آ گئی.. محرم اسکے سامنے بیٹھی ڈنر کر رہی تھی مگر وہ اسے نظر انداز کیے اپنی پلیٹ پر جھکا ہوا تھا.. اسلیے نہیں کہ وہ اس سے ناراض تھا بلکہ اسلیے کہ ابھی دل میں تلاطم برپا تھا.. گزرے دو ماہ میں آج پہلی بار ایسا ہو رہا تھا کہ وہ اس سے بے نیاز بنا بیٹھا تھا. محرم نے شدت سے یہ بات محسوس کی تھی..

♦♦♦♦

.......زمل نے اُسے پکارا تھا.. اس کے نام سے.. وہ نام، جس نام سے اُسے گھر میں کوئی نہیں پکارتا تھا.. علی نے ناگواری سے اسکی جانب دیکھا. ہاتھ میں پکڑا جوس کا گلاس ڈائننگ ٹیبل پر پٹخا..

"ہاؤڈیئر یو..؟؟ہمت کیسے ہوئی آپکی مجھے اس نام سے بلانے کی..؟؟ آپ میری مومی نہیں ہیں، صرف ڈیڈ کی وائف ہیں.. اور یہ نام مجھے میری مومی نے دیا تھا.. سو آئیندہ مجھے اس نام سے مت بلائیے گا.. میں برداشت نہیں کروں گا..!" ٹھہر ٹھہر کر سنجیدگی سے بولتا وہ جانے اپنے اندر کتنی تلخی سمیٹے ہوئے تھا.. ایک پل کو زمل خاموش سی ہو گئی پھر نرمی سے گویا ہوئی..

"میں تمہارے ڈیڈ کی وائف ہوں، اس لحاظ سے تمہاری ماں بھی ہوں.. بس سمجھنے کی بات ہے.. اگر تم سمجھو تو..!" مسکراتے ہوئے بولتی زمل نے بات ادھوری چھوڑ دی.. علی نے سر اُٹھا کر اپنے دائیں طرف کھڑی زمل فاطمہ کو دیکھا. اسکے چہرے پر ایک نرم مسکراہٹ تھی.

"میں سمجھنا نہیں چاہتا.. یہ بات اچھے سے سمجھ لیں آپ..!!" علی نے تنفر سے کہا.. اپنی معصوم آنکھوں کے برعکس وہ اپنے ہونٹوں سے بہت سخت بول رہا تھا. بُرا ماننے کی بجائے زمل کے ہونٹوں کی مسکراہٹ گہری ہو گئی.

"مجھے یقین ہے کہ ایک دن تم سمجھ جاؤ گے..!" وہ پریقین تھی.

"فی الوقت تو آپ یہاں سے چلی جائیں پلیز... ورنہ میرے لیے ناشتہ کرنا مشکل ہو جائے گا..!" رخ موڑ کر اس نے سرد مہری سے کہا.

"میں تمہیں سرو کرنے کے لیے یہاں کھڑی ہوں نا..!" زمل نے کندھے اچکاتے ہوئے کہا. آنکھوں میں شرارت تھی.

"ہمارے گھر میں یہ کام ملازمائیں کرتی ہیں، آپ کا ارادہ ملازمہ بننے کا ہے کیا..؟؟ ویسے آپ ایمپلائی ہی تو تھیں میرے ڈیڈ کی... پتہ نہیں کیا جادو چلایا کہ گھر تک آ گئیں..!!" وہ تلخی سے بولتا زمل کے دل پر ضربیں لگا رہا تھا.. اسکی آنکھوں میں نمی اترنے لگی.. مگر وہ بڑے ضبط سے مسکرائی تھی.

"لیکن جہاں سے میں آئی ہوں وہاں مائیں خود اپنی اولاد کو سرو کرتی ہیں.. جیسے میں تمہیں کر رہی ہوں..!" زمل کے نرمی سے کہنے پر وہ ایک جھٹکے سے اپنی چیئر سے اٹھا تھا.

"آپ کے یوں بار بار یہ جھوٹا لاڈ اور نرمی جتانے سے آپ میری مام کی جگہ نہیں لے پائیں گے، ڈیڈو کی زندگی میں بھلے ہی لے چکی ہیں، مگر میری زندگی میں کبھی نہیں...!!" دھیمی مگر سرد آواز میں کہہ کر وہ وہاں سے نکلتا چلا گیا..

زمل نے تاسف سے جاتے ہوئے علی کو دیکھا. مگر وہ دل ہی دل میں پرامید تھی کہ ایک نا ایک دن وہ علی کا دل جیت ہی لے گی.

ملازماؤں کو ڈائننگ ٹیبل سمیٹنے کا کہہ کر وہ اپنے بیڈروم میں آگئی تھی.. بیڈ پر تکیے کے نیچے رکھا موبائل جانے کب سے چیخ رہا تھا.. زمل سرعت سے بیڈ کی طرف بڑھی اور موبائل ہاتھ میں لے کر کال ریسیو کی..

"السلام علیکم...!" زمل کے کال ریسیو کرتے ہی دوسری جانب سے ندا بولی تھی.

"وعلیکم السلام.. کیسی ہو گڑیا..؟" بیڈ پر بیٹھتے ہوئے زمل نے خوشدلی سے کہا.

"میں الحمدللہ ٹھیک ہوں.. آپکو ایک خوشی کی خبر دینی تھی.. میں نے ابھی تک عون کو بھی نہیں بتایا.. سوچا پہلے آپکو بتاؤں..!" ندا کی شرمیلی سی آواز سپیکر سے ابھری تھی. زمل کے لبوں پر کھلتی مسکراہٹ گہری ہوئی تھی.

"میں خود ہی گیس کر لوں کیا..؟؟" زمل نے شرارتاً پوچھا. دوسری جانب ندا کھکھلائی تھی.

"نہیں میں..... میں بتا دیتی ہوں.. آپ... آپ پھپھو بننے والی ہیں..!" بتاتے ہوئے وہ ہکلا گئی.. زمل نے بے ساختہ قہقہ لگایا.

"ماشاءاللہ.. یعنی اب میرا چھوٹا سا بھائی ابا بن جائے گا.." کہہ کر وہ خوشدلی سے ہنسی تھی.

"جی بالکل.. اور چھوٹے نہیں ہیں وہ، پوری توپ چیز ہیں آپ کے بھائی صاحب.. رہا نہیں جاتا اُن سے میرے بغیر مگر مجال ہے جو کبھی اظہارِ محبت ہی کر دیں..!" وہ مصنوعی آہ بھر کر بولی. زمل ہنستی چلی گئی.

"ایک بار میں پھپھو بن جاؤں زرا پھر اسکو یہ فوج والی نوکری سے فارغ کروا دیں گے فکر نہ کرو.. پھر وہ تمہارے پاس ہی رہے گا.. جب پاس رہے گا تو اظہار محبت بھی کر ہی دے گا.." زمل نے شگفتگی سے کہا.

****

"ہاہ... ہم تو راہوں میں بچھے ہیں اُن کی.. منتظر ہیں دل و جان سے کہ کب وہ اظہار کریں..!" ندا نے ہنستے ہوئے کہا. زمل کو اسکی کھنکتی آواز سے اسکی دلی خوشی کا اندازہ ہو رہا تھا.

"تمہارے کان تو میں آج شام میں آکر کھینچتی ہوں ناں، دن بہ دن بے شرم ہوتی جا رہی ہو..!" زمل نے اپنی ہنسی دباتے ہوئے سنجیدگی سے کہا.

"ہائے سچی...؟؟ آ رہی ہیں آپ..؟؟" ندا پرجوش سی پوچھ رہی تھی.. زمل ہنس پڑی.

"ہاں اب تم نے خبر ہی ایسی سنائی ہے کہ آنا ہی پڑے گا..بس تم سے بات کر کے حسن کو ہی کال کرتی ہوں..اُنھی کے ساتھ آؤں گی، وہ میری بات نہیں ٹالیں گے..!" زمل نے آہستگی سے کہا. ندا نے حسن کے ذکر پر لمبا سا "اووو" کیا.. بدلے میں زمل نے بامشکل اپنی ہنسی کا گلا گھونٹا.

"اچھا یہ بتاؤ امی کہاں ہیں..؟؟ طبعیت ٹھیک ہے اُنکی..؟؟" زمل نے پوچھا.

"امی اپنے کمرے میں ہیں اور اللہ کا شکر ہے بالکل ٹھیک ہیں وہ.. کرواتی ہوں آپکی بات ایک منٹ..!" ندا نے جواب دے کر اگلے ہی منٹ سلمٰی جہاں کو فون پکڑا دیا.. زمل خوشدلی سے ان سے باتیں کرنے لگی.. اسکا دل ندا کی دی گئی خوشخبری سن کر بلیوں اچھل رہا تھا..

◆◆◆◆

وہ بیڈ پر ٹانگیں پھیلائے، گود میں لیپ ٹاپ رکھے، فائنینشل سٹیٹمنٹس چیک کر رہا تھا جب بیڈ کے دوسرے کنارے پر ٹکی محرم نے اُسے پکارا تھا.

"خان..؟؟" دھیمی، مترنم آواز..

"ہوں.." لیپ ٹاپ کی سکرین پر نگاہیں جمائے ہوئے ہی زرخان نے اپنا سر ہلایا تھا.

"وہ.. میں پوچھنا چاہ رہی تھی کہ... آپ میری مومی کو مام کیوں کہتے ہیں..؟؟ آپکی اپنی مومی کدھر ہیں..؟؟" وہ انگلیاں مروڑتے ہوئے اس انداز میں پوچھ رہی تھی جیسے سکول میں پڑھنے والی پریپ کلاس کی بچی اپنے ساتھ بینچ پر بیٹھی اپنی کلاس فیلو کو کہہ رہی ہو کہ "تم روزانہ میرا لنچ کیوں کھاتی ہو..؟؟ تمہارا اپنا کہاں ہے..؟؟" محرم کے سوال پر زرخان نے ایک پل کو گردن گھما کر اسکی جانب دیکھا.

"تم میرے ڈیڈ کو، ڈیڈ کیوں کہتی ہو..؟؟" زرخان نے سنجیدگی سے پوچھا.

"کیونکہ آپ انہیں ڈیڈ کہتے ہیں..!" محرم نے بنا اٹکے جواب دیا.

"لیکن وہ تو میرے ڈیڈ ہیں.. تمہارے تو نہیں ہیں ناں..!" زرخان کا انداز سنجیدہ مگر لہجہ نرم تھا.

"آپ بھی تو میرے ہی ہیں خان.. تو جو کچھ آپکا ہے، وہ ہی میرا ہے..!" زرخان کو اُس سے اس قدر سمجھداری کی توقع نہیں تھی. محرم کی بات سن کر وہ دھیرے سے مسکرایا.

"تو کیا تم میری نہیں ہو..؟؟ تم بھی تو میری ہی ہو جانم.. تو جو تمہاری مومی ہیں وہ ہی میری ہیں..!!" اسکی طرف رخ موڑے وہ نرمی سے کہہ رہا تھا.

"خان.. میرا وہ مطلب نہیں تھا... آپ کی رئیل مومی.. میں انکا پوچھ رہی ہوں ناں..؟" محرم کنفیوز ہونے لگی.

"جب میں آٹھ سال کا تھا.. تب میری مام کی ڈیتھ ہوگئی تھی..!" اپنی ماں کے ذکر پر زرخان کا لہجہ سپاٹ تھا.. انداز میں ٹھہراؤ تھا.

"اوہ... ویری سیڈ..!!" محرم نے ہونٹ مروڑ کر کہتے ہوئے تاسف کا اظہار کیا. زرخان کا دل اسکے لبوں کی حرکت کے ساتھ مچل اُٹھا، جسے ڈپٹتے ہوئے اسنے نگاہ چُرا لی.

"ناٹ فار می..!" محرم کے افسوس کے جواب میں زرخان بڑبڑایا تھا.

"کچھ کہا آپ نے خان..؟؟" محرم نے بھنوویں سکیڑ کر پوچھا.. سبز آنکھوں کی چمک بڑی سحر انگیز تھی.. اففف اسکی یہ ادائیں.. زرخان نے دل میں خود کو کوسا تھا. بھلا وہ کب سے اس قدر بے خود ہونے لگا تھا..

"کچھ بھی نہیں..!" لیپ ٹاپ کی سکرین پر دوبارہ نگاہ جما کر اسنے نرمی سے کہا. محرم نے کچھ دیر تو اسکی مصروفیت کو تحمل سے برداشت کیا پھر جب صبر جانے لگا تو اسنے پھر سے زرخان کو مخاطب کیا.

"خان...؟" اپنے شفاف ناخنوں پر نگاہ جمائے اسنے ہولے سے پکارا.

"ہمم...؟" زرخان نے ابرو اچکا کر اسکی جانب دیکھا. محرم کا دل بھر آنے لگا.. کیا تھا اگر وہ کہہ دیتا "جی خان کی جان.." مگر وہ ہی سڑا ہوا "ہمم"... محرم نے دل ہی دل میں خفگی سے سوچا.

"وہ.. ڈیڈ کب تک آرہے ہیں..؟؟" محرم نے بجھے دل سے پوچھا. اب جب پکارا تھا تو کچھ تو کہنا ہی تھا ناں..

"اممم.. کل میری بات ہوئی تو تھی اُن سے.. کہہ رہے تھے کہ نیکسٹ ویک میں آجائیں گے..!" سنجیدگی سے جواب دیتے ہوئے اسنے محرم کی طرف دیکھا جو نگاہ جھکائے کچھ بیزار سی لگ رہی تھی.وہ جانتا تھا کہ محرم اسکے فارمل رویے کی وجہ سے کچھ ڈسٹرب ہے مگر اب وہ اسکی طرف پیش قدمی کرنے کا ارادہ نہیں رکھتا تھا.

"محرم...؟؟" اسے خاموش بیٹھے دیکھ زرخان نے نرمی سے پکارا. محرم نے اداسی سے اسکی جانب دیکھا. زرخان پیشمان ہونے لگا.

"تم ہاسپٹل نہیں جارہیں..؟؟" اسے اپنی جانب دیکھتا پاکر زرخان نے پوچھا.

"نہیں خان.. کل بھی مومی سے بہت ڈانٹ پڑی تھی.. اور ابھی آپ ٹھیک تھوڑی ہوئے ہیں.. جب ہوجائیں گے تب ہم دونوں ساتھ جایا کریں گے ناں..!" محرم نے مسکراتے ہوئے کہا.

"لیکن میں تو ابھی ایک امپورٹنٹ میٹنگ اٹینڈ کرنے جارہا ہوں ... تم گھر رہو گی تو بور ہوجاؤ گی.. بہتر یہی ہے کہ تم ہاسپٹل چلی جاؤ.." زرخان نے اسے سمجھانے کے سے انداز میں کہا. محرم نے خفگی سے اسکی جانب دیکھا.

"کمر جلی ہوئی ہے ناں آپکی..؟؟ کہیں نہیں جائیں گے آپ.. اور میں بھی گھر ہی رہوں گی، ڈانٹ نہیں کھانی مجھے مومی سے.. میں آپکے بغیر ہاسپٹل نہیں جاؤں گی خان..!" محرم نے نفی میں گردن ہلاتے ہوئے انکار کیا.

"اب اگر کمر جلی ہے تو کیا بزنس کو نا دیکھوں.. کروڑوں کا نقصان کر لوں..؟؟ " زرخان نے ہنستے ہوئے پوچھا..

"پچھلے دو دنوں سے گھر رہ کر بھی دیکھ تو رہے ہیں بزنس کو.. ہر وقت تو یہ لیپ ٹاپ لے کر بیٹھے رہتے ہیں، کبھی کسی کو فون کرتے ہیں کبھی کسی کو.. بخش سے بھی بریک ڈانس کروایا ہوا ہے آپ نے.. وہ بے چارہ کبھی یہاں ہوتا ہے تو کبھی آفس میں.. میں بتارہی ہوں خان آپ کہیں نہیں جارہے.. بس..!!" وہ پیور بیویوں کے سے انداز میں تیز تیز بولتی چلی گئی. زرخان نے مسکراتی نظروں سے اسکا گلابی چہرہ دیکھا.

"میرا جانا ضروری ہے ہنی.. تم بھلے ہی ہاسپٹل مت جاؤ مگر میں نے جہاں جانا ہے وہاں ضرور جاؤں گا.. بلکہ جارہا ہوں.. لو کال بھی آرہی ہے..!" اسنے شور مچاتے موبائل کو سائلنٹ پر لگاتے ہوئے کہا. محرم کو لگا وہ اسے چڑا رہا ہے.. لیپ ٹاپ بند کر کے سائیڈ ٹیبل پر رکھتے ہوئے وہ بیڈ سے نیچے اترا.

"خان آپکو میری بات سمجھ کیوں نہیں آرہی.. آپ مت جائیں ناں پلیز.. آپکی طبعیت ٹھیک نہیں ہے.." محرم بھی جھٹ بیڈ سے اتر کر اسکے سامنے آئی تھی.. کوٹ پہنتے ہوئے زرخان نے ایک سنجیدہ نگاہ محرم کے غصے سے لال ہوتے چہرے پر ڈالی.

"ہنی تم ہر بار یہی ضد کیوں کرتی ہو.. مجھے جانے سے ہی کیوں روکتی ہو..؟؟ خود تو تم نے ویسے بھی فاطمہ مام کے ٹھیک ہوجانے کے بعد مجھے چھوڑ کر چلے ہی جانا ہے.. تو پھر ابھی سے میری عادتیں کیوں خراب کر رہی ہو جانم..؟؟" زرخان نے سنجیدگی سے کہا. محرم کی سبز آنکھوں میں نمی اترنے لگی. اسے نکاح سے پہلے کہی گئی اپنی بات یاد آئی.

"جیسے ہی آپ ٹھیک ہوجائیں گی میں گڈے کو چھوڑ کر آپکے پاس آجاؤں گی.. ڈن.." اور پھر بدلے میں زرخان نے ہی تو 'ڈن' کہا تھا. محرم نے ڈبڈبائی آنکھوں سے زرخان کا چہرہ دیکھا. زرخان کو اس

پر پیار آنے لگا. وہ جانتا تھا کہ وہ پچھلے دو دنوں سے زرخان کی توجہ، نرمی، اسکے لمس کے لیے ترس رہی ہے..

"آپ مجھے جانے دیں گے..؟؟" وہ بڑی معصومیت سے پوچھ رہی تھی. آواز بھرائی ہوئی تھی. زرخان کا دل چاہا اسے سینے سے لگا کر کہہ دے.. "کبھی نہیں میری جان.." ،مگر اسنے خود پر پہرے بٹھاتے ہوئے اپنے دونوں ہاتھ پینٹ کی پاکٹس میں گھسا لیے.

"ابھی تم مجھے جانے دو ناں.. جب وہ وقت آئے گا تب میں تم سے نبٹ لوں گا..!" کہتے ہوئے وہ ہولے سے مسکرایا تھا. پھر آہستگی سے اسکے پاس سے گزر کر دروازے کی طرف بڑھا. اسے روتا چھوڑ کر جانا کس قدر مشکل تھا.. قدم من من بھر کے ہورہے تھے جبکہ روتی ہوئی محرم تیزی سے اسکی طرف بڑھی تھی. محض دو دنوں میں ہی اسکی برداشت ختم ہورہی تھی.

"کیوں کر رہے ہیں آپ میرے ساتھ ایسا...؟؟" اسکے کوٹ کا کالر پکڑ کر وہ درشتگی سے بولی تھی.. آنسو متواتر آنکھوں سے بہہ رہے تھے. اسے عادت ہی کہاں تھی ان بے رخیوں کی.. کہاں عادت تھی اپنی بات کے رد کیے جانے کی..

رونا تو بنتا تھا ناں..

تکلیف تو لازم سی بات تھی ناں..

زرخان نے حیرت سے اسکے کانپتے وجود کو دیکھا. آج تک کسی نے اتنی جرأت نہیں کی تھی کہ زرخان علی عباسی کے کالر کو ہاتھ لگانے کا سوچ بھی لیتا اور آج وہ لڑکی اسکے کوٹ کا کالر دبوچے

کھڑی تھی۔ رو رہی تھی.. اسکے لیے تڑپ رہی تھی..وہ اسے اپنی چاہت میں مبتلا کر دینا چاہتا تھا، وہ اسے چاہنے لگی تھی.. وہ اسکی چاہت کی انتہا دیکھنا چاہتا تھا.. آج محرم آفندی انتہا کے قریب تھی.

"کیا کیا ہے میں نے..؟؟" وہ نرمی سے پوچھ رہا تھا.. محرم نے غصے سے اسکی جانب دیکھا.

"تماشا دیکھ رہے ہیں آپ میرا.. مجھے رُلا رہے ہیں آپ.. میں رو رہی ہوں مجھ چپ نہیں کروا رہے آپ.. مجھے چپ کروائیں خان.. مجھے چپ کروائیں ناں.. مجھے ایسے چھوڑ کر مت جائیں..!" اپنی مٹھیوں میں اسکے کوٹ کا کالر جکڑے وہ اسے جھنجھوڑ رہی تھی. زرخان کی برداشت جیسے ختم ہونے کو تھی.. وہ لڑکی.. وہ جو اسکے دل کی ملکہ بن بیٹھی تھی، آج اسکے قریب تھی.. اسکی توجہ کے لیے رو رہی تھی.. وہ کیونکر اسے تکلیف دے سکتا تھا.. زرخان نے نرمی سے اسکا گلابی چہرہ اپنے ہاتھوں کے پیالے میں بھر لیا اور محبت سے اسکے عارضوں پر بکھرتے موتی اپنے لبوں سے چُن لیے.. محرم نے جذبے لٹاتی نظروں سے زرخان کی اس عنایت پر اسکی جانب دیکھا جو اب نرمی سے اسکی پیشانی چُوم رہا تھا.. محرم کے دل کی دھڑکنیں جھومتی ہوئی اپنے معمول سے ہٹ کر دھڑکنے لگیں..

"خان.." اسکے لب آہستگی سے وا ہوئے تھے.. زرخان نے اسکے کان پر سے اسکے سنہری بال ہٹائے...

"شش... کچھ مت بولو... تم نے مجھے بے بس کردیا ہے جانم...!" اسکے کان میں سرگوشی کرتے ہوئے زرخان نے اسکے کان کی لُو پر اپنے جلتے ہوئے لب رکھ دیے.. محرم کا دل رکنے لگا.. اسنے گھبرا کر زرخان کے سینے میں منہ چھپا لیا.. زرخان نے اپنے مضبوط بازو اسکی کمر میں حمائل کیے اور اسے لیے بیڈ کی طرف آگیا..

"یہاں بیٹھو..!" اسے بیڈ پر بٹھاتے ہوئے زرخان نے نرمی سے کہا اور خود اسکے پاس زمین پر پنجوں کے بل بیٹھ گیا.. اگر اس وقت اسکے گھر کا کوئی ملازم یا حتیٰ کہ اسکا باپ بھی اسے یوں محرم کے قدموں میں بیٹھا دیکھ لیتا تو یقیناً محرم پر رشک کرتا.. زرخان نے نرمی سے اسکے ہاتھ تھام لیے اور ایک بھرپور نگاہ اسکے شرم سے لال پڑتے چہرے پر ڈالی.

"ابھی صرف ایک بج رہا ہے.. میں تین بجے تک آجاؤں گا.. پھر آکر تمہارے سے شکوے.. سارے گلے دور کردوں گا جانم.. مگر ابھی جانے دو پلیز.. ورنہ میرا بہت بڑا لاس ہوجائے گا..!" اسکے ہاتھوں کو اپنے گال پر پھیرتے ہوئے وہ معنی خیزی سے کہہ رہا تھا. اسکی سنہری مائل شیو محرم کے نرم ہاتھوں کو ایک عجیب سے احساس سے دوچار کر رہی تھی. چبھتا ہوا میٹھا لمس...

محرم کی سانسوں کی رفتار اس قربت پر کچھ تیز سی ہونے لگی.. اس نے نگاہ اُٹھا کر اپنی جانب دیکھتے زرخان کی جانب دیکھا.

"اچھا... چلے جائیں.. مم.. مگر، تین بجے آجایئے گا..!" اسکی بولتی آنکھوں سے نگاہ چرا کر محرم نے دھیمی آواز میں کہا. زرخان کے لبوں پر ایک دلکش مسکراہٹ پھیل گئی.

"تھینک یو..!" نرمی سے کہتے ہوئے زرخان نے باری باری اسکی شفاف ہتھیلیوں پر اپنے لب رکھ دیے پھر اُٹھ کھڑا ہوا.. گھنی مونچھوں کی چبھن کے ساتھ.. جلتا ہوا میٹھا لمس... محرم کی تشنگی مٹ گئی تھی.. اسکا رخسار تھپک کر وہ کمرے سے نکلتا چلا گیا.. اس نے جاتے ہوئے زرخان کی پشت کو دیکھا..

وہ جو دُور رہ کر حرارتِ جاں بنا ہُوا ھے

وہ شخص میرے قریب ہو گا تو کیا بنے گا

♦♦♦♦

"اوں ہوں.. بس کر دیں ناں.. آپ تو ویسے ہی میرے دل پر بجلیاں گراتی ہیں،اس پر مزید یہ ہار سنگھار... جان لے کر رُکیں گی کیا..؟؟" وہ اپنے سلکی بالوں کا جُوڑا بنا کر لبوں پر لپ سٹک لگا رہی تھی جب بیڈ پر لیٹے شہباز حسن نے اسے چھیڑا تھا. زمل نے مسکرا کر اسکی جانب دیکھا.. پھر دھیمی چال چلتی اسکے پاس آکر بیٹھ گئی.. شہباز حسن نے اسے کلائی سے پکڑ کر اپنی جانب کھینچا تھا اور دوسرے ہاتھ سے اسکے جُوڑے کا کلپ کھینچ لیا.. زمل کے لبوں سے ہلکا سا "سی" نکلا تھا.. اسکے گھنے بال شہباز کے چہرے پر پھیل گئے..

"حسن..!" اسے اپنی کمر میں بازو حمائل کرتا دیکھ زمل نے احتجاجاً اسکا نام لیا تھا..

"آپکی یہ زلفیں.. ٹھنڈی گھنی چھاؤں سی ہیں یار.. جب جب آپ قریب آتی ہیں حسن عباسی پاگل ہونے لگتا ہے..!!" اسے اپنے پہلو میں لِٹاتے ہوئے وہ محبت سے کہہ رہا تھا..

"اور اپنے اس پاگل پن سے آپ نے مجھے پاگل کر رکھا ہے..!" اسکے سینے پر مکا مارتے ہوئے زمل نے شکوہ کیا. وہ قہقہ لگا کر ہنسا..

"جب محبت پہلو میں ہو تو کون کافر خود پر جبر کرتا ہے..؟؟" وہ ایک آنکھ دباتے ہوئے شرارتاً کہہ رہا تھا.. زمل کے لبوں پر شرمگیں مسکراہٹ در آئی.

"ایک بات تو بتائیں..؟" زمل نے آنکھیں سکیڑتے ہوئے کہا.

"ہمم.. پوچھو..!" شاہ نے نرمی سے کہا.

"ہماری شادی سے پہلے آپ میرے بارے میں سب سے زیادہ کیا بات سوچتے تھے..؟؟" پوچھتے ہوئے زمل کی آنکھوں میں چمک تھی.

"میں سوچتا تھا کہ اگر یہ لڑکی مجھے نہ ملی تو جانے میں کیا کر بیٹھوں گا... مگر اللہ کا شکر کہ اسنے مجھے میری ہیر سے ملا دیا ورنہ میں سچ مچ کا رانجھا بن جاتا..!" اسکی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بولتا وہ آخر میں ہولے سے مسکرایا.. زمل نے اسکی بات پر منہ بسورا..

"آپ مجھے ہیر مت کہیں پلیز..!" زمل نے سنجیدگی سے کہا. اسکی آنکھوں میں خوف سا اتر آیا.. شہباز حسن اسکی سنجیدگی پر حیران ہوا.

"کیوں...؟؟" اسکے انکار پر حیران ہوتا وہ ہنستے ہوئے وہ پوچھ رہا تھا..

"بس.. میں کہہ رہی ہوں ناں.. ہیر سے مت ملائیں مجھے..!" دھیمی آواز میں بولتی ہوئی وہ اسکے سینے سے لگ گئی.. زمل کی آنکھیں نم ہورہی تھیں.. شہباز حسن نے اسے نرمی سے خود سے الگ کیا اور اسکی بھیگتی آنکھوں میں تفکر سے جھانکا.

"فاطمہ... آپ... آپ رو کیوں رہی ہیں..؟؟" شہباز کی آنکھوں میں تحیر سمٹ آیا. زمل نے آہستگی سے نفی میں گردن ہلائی..

"بتائیں ناں..؟؟" وہ پریشان ہوچکا تھا.

"آپ مجھے "تم" کب کہیں گے..؟؟" ہولے سے مسکراتے ہوئے وہ پوچھ رہی تھی. حقیقتاً اس نے بات گھمائی تھی.

"ابھی سے کہنا شروع کردیتا ہوں.. بس تم روؤ مت..!!" نرمی سے کہتے ہوئے شہباز نے اسکے بالوں پر اپنے لب رکھ دیے. زمل کے لبوں کی مسکراہٹ گہری ہوگئی..

"اچھا اب بتاؤ رو کیوں رہی تھیں..؟؟" وہ دوبارہ گھوم کر اسی بات پر آچکا تھا.. زمل اپنی سبز آنکھوں سے یک ٹک اسکے وجیہہ چہرے کو دیکھنے لگی.. ایسے جیسے حفظ کر لینا چاہتی ہوں.. شہباز کو پہلی بار اسکی آنکھوں سے عیاں ہوتے جذبوں کا اندازہ ہوا.

"فاطمہ..!" اسے اپنی جانب تکتا پاکر شہباز نے محبت سے اسکا رخسار چھوا تھا.

"ہیر اور رانجھا تو کبھی نہیں ملتے حسن.. وہ تو جدا ہوجاتے ہیں.. ہم تو مل چکے ہیں.. ہمیں اب صرف موت ہی جدا کر سکتی ہے.. صرف موت..!" اسکے سینے میں منہ چھپاتے ہوئے وہ رندھی ہوئی آواز میں کہہ رہی تھی.. شہباز حسن اسکی محبت پر سرشار سا ہوگیا.. دفعتاً کمرے کا دروازہ کسی نے پیٹ ڈالا..

"ڈیڈ.. ڈیڈ اوپن دا ڈور..!!" علی کی پریشان سی آواز آئی تھی. شہباز نے اسے نرمی سے خود سے الگ کیا. زمل بھی رات کے بارہ بجے علی کے دستک دینے پر پریشان ہوچکی تھی. سلیپنگ گاؤن کی ڈوریاں کستے ہوئے شہباز حسن دروازے کی طرف بڑھا تھا. زمل نے سرعت سے اپنے بکھرے بال سمیٹے اور اپنے کندھوں پر شال لپیٹتے ہوئے خود بھی دروازے کی جانب بڑھی. اسکے کانوں نے علی کی بھاری آواز سنی تھی.

"ڈیڈو وہ.. بخش کی دادو کی ڈیتھ ہوگئی ہے..!!" کہتے ہوئے وہ اپنی پلکیں جھپک رہا تھا.. شاید اپنا دکھ چھپانا چاہ رہا تھا. زمل نے استہفامیہ نظروں سے شہباز کی جانب دیکھا، جس کی آنکھوں میں افسوس اتر آیا تھا.

شہباز نے علی کو کھینچ کر اپنے سینے سے لگا لیا جو آنکھوں میں اُمڈتی نمی چھپانے کی کوشش کر رہا تھا.. باپ کا سہارا پاتے ہی وہ بکھرنے لگا.. زمل نے ہولے سے شہباز کے شانے پر ہاتھ رکھا. شہباز نے زمل کی طرف رخ کیا جو پریشان زدہ سی اس کی جانب دیکھ رہی تھی. علی کو اس قدر ڈسٹرب دیکھ کر زمل کو لگا جیسے علی کے کسی قریبی دوست کی دادی کی ڈیتھ ہوئی ہے.. شہباز نے اثبات میں سرہلا کر زمل کو جیسے ریلیکس رہنے کا اشارہ کیا.. پھر علی کو بازو کے حلقے میں لیے ہال روم کے آخر میں بنی ڈیوڑھی کی طرف بڑھنے لگا جو عمارت کے بیرونی دروازے کی جانب جاتی تھی.. ساری رات پریشان رہنے کے بعد صبح کے اجالے کے ساتھ ہی زمل کو پتا چلا تھا کہ بخش، جسکی دادی کی وفات پر علی تڑپ رہا تھا وہ بخش اسکا کوئی دوست نہیں فقط ایک ملازم تھا جو زمل کی شادی سے محض دو ماہ پہلے اپنی بیمار دادی کے ساتھ عبادسی ہاؤس آیا تھا.. اس روز زمل نے علی کا ایک الگ روپ دیکھا تھا..

مہربان..

پُرخلوص..

دوسروں کے درد کو محسوس کرنے والا..

وہ داد بخش کے نہ نہ کرنے کے باوجود اسے ملازمین کے کوارٹرز سے نکال کر عبادسی ہاؤس کی شاندار عمارت میں لے آیا تھا.. اور بھلا زمل یا شہباز حسن کو اسکے اس فیصلے سے کیا اعتراض ہوسکتا تھا.. بلکہ

زمل کو تو اسکا یہ روپ بے حد اچھا لگا تھا.. وہ پہلے سے بھی بڑھ کر زرخان علی عباسی کے لیے اپنے دل میں نرم گوشہ محسوس کر رہی تھی..

♦♦♦♦

پختہ عمری کے اس دور میں بھی

دل اسے چاہتا ہے بچوں کی

طرح

سیاہ تارکول کی سڑک پر نگاہ جمائے وہ محرم کی بے خودی یاد کرکے مسکرا رہا تھا.. اسکے ساتھ ڈرائیونگ سیٹ پر براجمان داد بخش مکمل تندہی سے گاڑی ڈرائیو کر رہا تھا.. زرخان نے گردن موڑ کر اسکی جانب دیکھا.

"میرا خیال ہے تم نے چند دن پہلے مجھ سے کسی لڑکی کے بارے میں بات کی تھی..؟؟" زرخان نے بھرپور سنجیدگی سے اسے مخاطب کیا. اسکی بات پر داد بخش کے لبوں پر مسکراہٹ پھیل گئی.

"باخدا سائیں میں نے اسکے بارے میں کوئی بات نہیں کی تھی.. صرف اسکا ذکر کیا تھا." داد بخش نے غیر سنجیدگی سے کہا. زرخان اسکے یوں بات گھمانے پر خوب محظوظ ہوا.

"کب دکھا رہے ہو پھر..؟؟" زرخان نے اپنی ہنسی دباتے ہوئے پوچھا. داد بخش نے فرنٹ مرر سے نظر آتی..،، اپنی گاڑی سے پیچھے آتی گارڈز کی گاڑی کو دیکھا پھر مطمئن ہو کر زرخان کیطرف متوجہ ہوا.

"آج آپ ہاسپٹل جا ہی نہیں رہے ورنہ آج ہی دکھا دیتا..!" کہتے ہوئے داد بخش ہولے سے مسکرایا.

"کسی ڈاکٹرنی کو تو دل نہیں دے بیٹھے..؟؟ یار ساری زندگی جرمز سے ریلیٹڈ لیکچرز ہی ملتے رہیں گے.. شٹ.. دل لگانے سے پہلے ایک بار مجھ سے تو مشورہ کر لیتے..!" وہ ہنوز غیر سنجیدگی سے داد بخش کو چھیڑ رہا تھا. بخش بے اسکی بات پر بے ساختہ قہقہہ لگایا.

"ڈاکٹرنی نہیں ہے سائیں.. وہ اداس آنکھوں والی..." بولتے بولتے وہ رکا تھا.. داد بخش نے فرنٹ مرر سے ایک بار پھر پیچھے آتی گارڈز کی گاڑی دیکھی.

"کیا ہوا.. رک کیوں گئے..؟؟" زرخان نے اسکی نگاہوں کے تعاقب میں دیکھتے ہوئے پوچھا.

"مجھے کچھ ٹھیک نہیں لگ رہا سائیں.. ایسا لگ رہا ہے جیسے گارڈز کے علاوہ بھی کوئی ہمیں فالو کر رہا ہے..!" اپنی ٹھوڑی پر اگی شیو مسلتے ہوئے وہ سنجیدگی سے کہہ رہا تھا.. داد نے گاڑی کی رفتار ہلکی کرتے ہوئے ایک بار پھر اطراف میں نگاہ دوڑائی.. اسکی آنکھوں میں تفکر تھا..

"مجھے کوئی کیوں فالو کرے گا یار.. تمہارا وہم ہے اور کچھ نہیں، جسٹ ریلیکس..!" لاپرواہی سے کہتے ہوئے زرخان نے اسکا کندھا تھپکا.

"میرا وہم نہیں ہے سائیں.. پچھلے تین دنوں سے ہی میں ایسا محسوس کر رہا ہوں، بلکہ یوں کہنا ٹھیک ہوگا کہ جس دن سے علیزہ آپکو دھمکیاں دے کر گئی ہے، اسی شام سے.. کچھ گڑبڑ لگ رہی ہے مجھے.. چار دن ہو چکے ہیں اور علیزہ کی طرف سے خاموشی ہے.. وہ جتنی پاگل ہے اتنی آسانی سے چپ ہو کر بیٹھنے والی تو نہیں ہے.. تو پھر یہ خاموشی..؟؟ کہیں تو کچھ غلط ہے سائیں.. کچھ ہے جو ہماری نظروں سے اوجھل ہے.." سٹئیرنگ گھماتے ہوئے داد بخش نے سنجیدگی سے کہا. وہ بڑی باریک بینی سے حالات کا جائزہ لے رہا تھا.

"وہ جتنی بھی پاگل سہی، کچھ بھی کرنے سے پہلے مجھے ضرور انفارم کرے گی..!" زرخان نے یقین سے کہا۔

"وہ پاگل ہیں صرف آپکے لیے.. بے وقوف نہیں ہیں جو کچھ بھی کرنے سے پہلے آپکو انفارم کریں گی..!" داد نے سنجیدگی سے کہا۔

"پاگل ہے تبھی تو کرے گی..!" چلتی سڑک پر نگاہیں جمائے وہ کچھ سوچتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ تبھی اسکے موبائل پر رنگ ہوئی تھی۔ ڈیش بورڈ پر پڑا موبائل اٹھا کر زرخان نے سکرین پر چمکتا 'علیزہ کالنگ' آنکھیں سکیڑ کر دیکھا۔

"لو دیکھ لو...!" زرخان نے موبائل کی سکرین داد بخش کے سامنے کی۔ بخش کی پیشانی پر تفکر کی لکیریں ابھر آئیں.. زرخان کال ریسیو کر کے موبائل کان سے لگا چکا تھا۔

"تمہاری بیوی کی گولیوں سے بھوننے کے لیے چند شارپ شوٹرز بھیج دیے ہیں میں نے.. اگر اسے بچا سکتے ہو، تو بچا لو.. ویسے بہتر یہی ہے کہ تم گھر جانے کی بجائے ڈائریکٹ ہاسپٹل کا رخ کرو.. کیونکہ بہت جلد وہ بھی وہیں پہنچ جائے گی..!" اسکے کال پک کرتے ہی دوسری جانب سے علیزہ کی اطمینان بھری آواز اسکے کان میں سنائی دی تھی۔ زرخان ہنوز سیٹ کی پشت سے ٹیک لگائے سکون سے بیٹھا رہا۔

"تم کچھ نہیں کر سکتیں علیزہ.. بلکہ اپنے اوور کانفیڈینس کے باعث ابھی بہت بڑی غلطی کر چکی ہو تم... یہ کال جو تم نے مجھے کی ہے، اسکی ریکارڈنگ میں ایس-پی کو بھیج رہا ہوں.. اب تم جیل جانے کی تیاری کرو.. پہلے میرے پاس کوئی ثبوت نہیں تھا.. اب تمہیں سلاخوں کے پیچھے پہنچانا آسان ہو گیا

ہے... اور میری بات کان کھول کر سن لو.. زرخان علی عباسی تمہیں وہاں سے باہر نہیں نکلنے دے گا.. اور تمہارا باپ.. دو ٹکے کا گھٹیا بزنس مین.. جس نے ساری زندگی ہیرا پھیری ہی کی ہے، وہ بھی کچھ نہیں کر پائے گا..!" ٹھہر ٹھہر کر بولتا وہ حقیقتاً علیزہ کے چودہ طبق روشن کر گیا تھا. اسکی آواز میں احمر جعفری کے لیے نفرت و حقارت تھی..

"تم نہ سہی، تمہاری دی گئی سزا ہی سہی.. مگر تمہاری بیوی تو جان سے جائے گی.. کرلو جو کر سکتے ہو..!!" تنفر سے کہہ کر علیزہ نے کال ڈسکنیکٹ کردی تھی. کال پر بات کرنے کے درمیان زرخان نے مکمل طور پر اطمینان و ضبط کا مظاہرہ کیا تھا.. کل کٹتے ہی وہ ٹیک چھوڑ کر سیدھا ہوا...

"بخش.. تم گھر پر موجود گارڈز کو کال کرو.. اُن سے کہو چوکنا ہوکر رہیں، علیزہ .... محرم کو.. شُوٹ... شُوٹ کروانے کی بات کر رہی تھی وہ.." زرخان کے لیے بات پوری کرنا محال ہورہا تھا..

"گاڑی ریورس کرو.. جلدی...!" اسے حکم دے کر اسنے گھر کے نمبر پر کال ملائی تھی. زرخان کا دل ڈوب رہا تھا.. اسکے بیڈروم کی گلاس وال بلٹ پروف تھی مگر اگر محرم لان میں ہوئی تو...؟؟ یہ وہ سوال تھا جو اسے بے چین کر رہا تھا.. بے کل کر رہا تھا... آج اسے شدت سے احساس ہورہا تھا کہ اسنے محرم کو موبائل فون لے کر کیوں نہیں دیا.. آج سے پہلے اسے کبھی نہیں لگا تھا کہ محرم کو موبائل فون کی ضرورت ہوسکتی ہے مگر آج شدت سے ضرورت اسے خود کو محسوس ہورہی تھی..کال ریسیو کرلی گئی تھی. دوسری جانب کوئی ملازمہ تھی..

"تمہاری بیگم صاحبہ کدھر ہیں..؟؟" ملازمہ کے ہیلو کہتے ہی زرخان نے سرعت سے پوچھا تھا.

"وہ جی اپنے کمرے میں ہیں.." ملازمہ نے جھٹ جواب دیا.

"میری بات کرواؤ اس سے جلدی..!" زرخان کے لہجے میں بے قراری تھی.. دو منٹ بعد ہی وہ بیڈروم میں لینڈ لائن سے کال پر آئی تھی.

"ہیلو.." محرم کی دھیمی آواز سن کر زرخان نے سیٹ کی پشت سے ٹیک لگالی.. ایک پل کو آنکھیں موندتے ہوئے اسکے دل میں یک گو نہ سکون سا اتر گیا..

"کہاں ہو جانم..؟؟" وہ ملازمہ سے پوچھ چکا تھا مگر پھر بھی چین نہیں آیا تھا.. سو پہلی بات یہی پوچھی تھی کہ وہ کہاں ہے.

"میں..روم میں ہوں خان.. کیوں کیا ہوا..؟؟" محرم کی تحیر بھری آواز سپیکر سے ابھری تھی.

"کچھ نہیں، بس تم روم سے باہر مت نکلنا.. لان میں تو بالکل مت جانا.. میں تھوڑی دیر میں گھر ہی آرہا ہوں بس..!" زرخان نے لہجے کو پر سکون رکھتے ہوئے نرمی سے کہا. دوسری جانب محرم پریشان سی ہوگئی..

"کیوں خان..؟؟ وہ چڑیل پھر سے آرہی ہے کیا..؟؟" محرم کی آواز میں علیزہ کی بابت پوچھتے ہوئے غصہ اتر آیا تھا. اسکی غصے سے بھری آواز سن کر زرخان کے لبوں پر مسکراہٹ رینگ گئی..

"تمہیں کیوں لگا کہ وہ آرہی ہے..؟؟" زرخان نے نرمی سے پوچھا.

"کیونکہ اس دن اسی کے آنے پر آپ نے مجھے روم سے باہر نکلنے کے لیے منع کیا تھا..!" محرم نے آہستگی سے کہا. آواز میں اس دن والی بات کے لیے ناراضگی سی تھی.

"نہیں وہ اب کبھی نہیں آئے گی.. میں نے کہا تھا ناں کہ اسے کبھی تم تک پہنچنے نہیں دوں گا.. تو بس تم بے فکر رہو..!" کہتے ہوئے زرخان نے داد بخش کی جانب دیکھا جس کے چہرے پر گارڈز کو کال کر لینے کے بعد بھی پریشانی تھی.

"تو پھر روم سے باہر نکلنے کے لیے منع کیوں کر رہے ہیں..؟؟ وہ آرہی ہے ناں خان..؟؟ آلینے دیں اسکو آج میں اسکا منہ جلاؤں گی.. دیکھ لیجئے گا آپ..!" وہ فر فر بول رہی تھی.

"ہنی میں کہہ رہا ہوں ناں کہ وہ نہیں آرہی.. بس تم روم میں ہی رہنا.. میں آرہا ہوں ناں، پھر بات کرتے ہیں..ابھی فون رکھو..!" زرخان نے نرمی سے کہا.

"خان...؟؟" فون رکھنے کی بجائے محرم نے اسے پکارا تھا کہ جیسے کہیں وہ کال ہی نا ڈسکنیکٹ کردے.

"ہوں بولو..!" زرخان نے کہا.

"میں فون نہیں رکھ رہی.." محرم کی مترنم آواز ابھری.

"کیوں..؟" زرخان حیران ہوا.

"میرا دل نہیں چاہ رہا..!" اسنے ہولے سے کہا.

"وجہ..؟؟ میں آ تو رہا ہوں..!" زرخان نے ہولے سے ہنس کر کہا.

"بس میں کہہ رہی ہوں ناں، اچانک مجھے سٹرانگ فیلنگز آئی ہیں کہ بس آپ سے بات کرتی رہوں..!" محرم نے اسے دل کی بات بتائی.. زرخان اسکی منطق پر ہنس دیا. دوسری جانب وہ ہولے سے مسکرائی تھی.

"ہنی تم..!" اسکی بات پوری نہیں ہوپائی تھی. گاڑی کے ایک جھٹکے سے رکنے کے باعث وہ خاموش ہوگیا تھا. دو بائیک سوار پیچھے سے آئے تھے اور انکی گاڑی سے ٹکراتے بچے تھے مگر بائیک چلانے والا اس بچاؤ کے دوران شاید بائیک سنبھال نہیں پایا تھا نتیجتاً وہ دونوں بائیک سمیت روڈ پر گھسٹتے چلے گئے..

"کیا ہوا..؟؟" اسکے خاموش ہوجانے پر محرم کی آواز سپیکر سے ابھری تھی..

"جانم میں تمہیں کال کرتا ہوں پانچ منٹ ویٹ پلیز..!" زرخان نے عجلت میں کہا اور گاڑی کا دروازہ کھولنے کے لیے دروازے کے ہینڈل پر ہاتھ رکھا.

"سائیں رکیں پلیز.. مجھے کچھ ٹھیک نہیں لگ رہا.. آپ گاڑی سے نیچے مت اتریں..!" داد بخش کی متفکر آواز زرخان کے ساتھ دوسری جانب محرم نے بھی سنی تھی..

"خان.. خان رک جائیں پلیز.. کیا ہورہا ہے یہ سب مجھے بتائیں.. کہاں ہیں آپ..؟؟ اور یہ بخش کیا کہہ رہا ہے..؟؟" بولتے ہوئے اسکی آنکھوں میں نمی اترنے لگی تھی..

"کچھ بھی نہیں ہوا ہنی.. روڈ پر کسی کا ایکسیڈنٹ ہوگیا ہے بس وہ ہی دیکھ رہا ہوں.. میں تمہیں کرتا ہوں کال تم فون رکھو..!" زرخان نے نرمی سے کہا.

"سائیں میں کہہ رہا ہوں ناں آپ باہر نا نکلیں.. پہلے میں دیکھتا ہوں آپ رکیں یہیں.. یہ علیزہ کی کوئی چال ہوسکتی ہے..!!" اسے گاڑی کا دروازہ کھولتے دیکھ داد بخش نے کہا. محرم نے ابھی تک کال ڈسکنیکٹ نہیں کی تھی، علیزہ کا نام سن کر وہ حقیقتاً پریشان ہوگئی.. دل ہی دل میں وہ اس لڑکی سے خوفزدہ تھی.

"خان آپ فون مت رکھیے گا پلیز.. میرا دل گھبرانے لگا ہے، مجھ سے بات کرتے رہیں.. کال مت کاٹیے گا..!" محرم نے اس سے التجا کی. اسکی آواز بھرا گئی تھی..

"جانم تم خوامخواہ پریشان ہورہی ہو، چھوٹا سا بائیک ایکسیڈنٹ ہوا ہے.. جانے ان بائیک سواروں کو کتنی چوٹ آئی ہے، میں دیکھ کر آتا ہوں..!" کہہ کر زرخان گاڑی کا دروازہ کھول کر باہر نکل آیا..

بخش پہلے ہی گاڑی سے اتر کر اوندھے منہ سڑک پر گرے ان دو لڑکوں کی طرف بڑھ رہا تھا جو بری طرح کراہ رہے تھے..

"اچھا ناں.. مگر مجھ سے بات کرتے رہیں پلیز..!" محرم نے اسکی مانتے ہوئے کہا. وہ فون کان سے لگائے ان لڑکوں کی طرف بڑھنے لگا. زرخان کے گارڈز بھی گاڑی سے اتر کر اسکے اور بخش کے پیچھے آئے تھے.. سڑک قدرے سنسان پڑی تھی. اکا دکا گاڑیاں گزر کے گئی تھیں..

"کیا ہوا ہے انہیں..؟؟ زیادہ چوٹ آئی ہے تو انہیں گاڑی میں لے چلو ہاسپٹل..!!" زرخان نے بخش سے کہا جو ان لڑکوں کے قریب کھڑا ان میں سے ایک کو اٹھنے میں مدد دے رہا تھا.. محرم فون کان سے لگائے زرخان کی آواز سن رہی تھی.. دل جانے کیوں اچانک ہی پریشان سا ہوگیا تھا.. بخش کا سہارا لیتے لڑکے نے ایک نظر قریب کھڑے زرخان کو دیکھا پھر اگلے ہی پل پھرتی سے داد بخش کی ٹانگ پر ایک زور دار کک لگائی تھی.. وہ لڑکھڑا کر سڑک پر گرا.. دوسرا لڑکا بھی ایکشن میں آیا تھا اور اپنی پشت سے ریوالور نکال کر زرخان کے گارڈز پر فائر کھول دیا.. پہلے والے نے بھی سرعت سے ریوالور نکالا تھا اور زرخان کے سینے پر گن تان کر ہولے سے مسکرایا.. بخش تیزی سے زرخان کی طرف بڑھا

تھا. گن سے چلنے والی گولیاں زرخان کی شرٹ کو خود آلود کر گئی تھیں.. فون کی دوسری جانب فائرنگ کی آواز سن کر محرم کی چیخیں نکل گئیں..

"خان... خان.. آپ..!" مگر اسکی بات پوری ہونے سے پہلے ہی دھڑام کی آواز کے ساتھ کال کٹ گئی تھی.. فائرنگ کی شدید آواز کے ساتھ جو آخری آواز اسنے سنی تھی وہ داد بخش کی تھی..

"سائیں...!!" چیخ نما آواز.. محرم کو سمجھ نہیں آرہی تھی کہ اسنے پہلے داد بخش کی آواز سنی تھی یا پھر فائرنگ کی..! وہ ہیلو ہیلو کرتی وہیں زمین پر بیٹھتی چلی گئی.. پھٹی پھٹی آنکھوں سے زمین کو دیکھتی وہ نفی میں سر ہلا رہی تھی.

♦♦♦♦

"آئی جسٹ ہیٹ دیٹ لیڈی... دل کرتا ہے اپنے ڈیڈو کی نظروں سے بہت دور کردوں اسے مگر..." وہ بات ادھوری چھوڑ کر چپ ہوگیا.. وہ اس وقت اپنے چند دوستوں کے ساتھ سکول گراؤنڈ میں بیٹھا ہوا تھا اور ان کے سامنے زمل فاطمہ سے نفرت کا اظہار کر رہا تھا.

"یار یہ سٹیپ مدرز تو آج کل کامن پرابلم بن چکی ہیں.. وہ سیکشن بی کا شہروز ہے ناں..؟؟ جسکا باپ سیاست میں ہے..؟؟ اس کے باپ نے بھی دوسری شادی کرلی ہے.. اس عورت کا پہلے سے ایک بیٹا بھی ہے.. شہروز کے باپ کی ساری پراپرٹی اس عورت نے اپنے اور اپنے بیٹے کے نام کروالی ہے.. اور شہروز بے چارہ...!" اسکے ایک دوست نے دوسرے سیکشن کے لڑکے کی دکھی کہانی اسکے گوش گزار کی.

"پراپرٹی کی مجھے کوئی ٹینشن نہیں ہے یار... اور وہ.. فاطمہ..." وہ مام کہتے کہتے رک گیا.

"وہ ایسی نہیں ہیں ... مجھے نہیں لگتا کہ انہیں ڈیڈو کی پراپرٹی میں کوئی انٹرسٹ ہوگا.. مجھے تو بس.. ڈیڈو کا اُنہیں اہمیت دینا برا لگتا ہے.. بلکہ زہر ہی لگتا ہے..!" وہ سنجیدگی سے کہہ رہا تھا.

"اوہ یار تجھے نہیں پتا آجکل کی عورتیں بڑی شاطر ہیں.. کل کلاں کو وہ ساری جائیداد کے لیے تیرے ڈیڈ کو زہر دے کر مار دے تو پھر..؟؟ کیا کرے گا تو...؟؟" یہ آگے تک کی سوچنے والا انکے گروپ کا سب سے بگڑا ہوا لڑکا تھا.. جو عمر میں علی سے تین چار سال بڑا تھا.. جانے کتنی بار نائنتھ میں فیل ہوچکا تھا. اسکی بات سن کر علی کا دل ایک پل کو سکڑا..

"کیسی باتیں کر رہے ہو یار.. وہ ایسی نہیں ہیں..!" علی نے اپنے دل کو بہلاتے ہوئے اسے زمل کی طرف سے صفائی دی.

"اگر وہ ایسی نہیں ہے تو پھر تجھے کیا مسئلہ ہے اس سے..؟؟ ہنسی خوشی رہتا رہ اپنی سوتیلی ماں کے ساتھ.. جب وہ اپنا کام کرکے تجھے گھر سے دھکے مار کر نکال باہر کرے گی ناں.. تب ہوش آئے گا تجھے.." وہ روحیل نامی لڑکا اسے بہت اچھی طرح سے سمجھا رہا تھا. علی کا دماغ ماؤف ہونے لگا..

"تو پھر میں کیا کروں.. ڈیڈو تو اُن سے بہت پیار کرتے ہیں.. وہ تو انہیں گھر سے نہیں نکالیں گے..!" علی نے پریشانی سے کہا. بریک ٹائم ختم ہونے والا تھا.. اسکے باقی دوستوں نے مدد طلب نظروں سے روحیل کی جانب دیکھا جیسے وہ ہی کوئی حل بتائے گا..

"پہلے تُو ڈیسائیڈ کرلے، اس عورت کو گھر سے نکالنا چاہتا ہے یا اپنے باپ کی زندگی سے..؟؟" روحیل نے سنجیدگی سے پوچھا. اسکی آنکھوں میں خباثت تھی.

"دونوں باتوں میں کیا فرق ہے..؟؟" علی نے الجھتے ہوئے کہا.

"بہت فرق ہے پیارے، گھر سے نکلے گی تو دوبارہ آسکتی ہے.. زندگی سے نکلے گی تو کبھی واپس نہیں آ سکے گی..!" روحیل نے مسکراتے ہوئے کہا. علی سوچ میں پڑ گیا..

"زندگی سے.. اپنے ڈیڈ کی زندگی سے نکالنا چاہتا ہوں." علی نے سنجیدگی سے کہا. روحیل کے سیاہ لبوں پر کمینی سی مسکراہٹ رینگ گئی.

"ٹھیک ہے.. آجا پھر تجھے پلان بتاؤں..!" اسکی گردن میں بازو حمائل کرتے ہوئے روحیل نے کہا. وہ اسے لیے ایک طرف کو آگیا.. باقی دوست وہیں گھاس پر بیٹھے رہ گئے.

"اب جو بتانے جارہا ہوں وہ زرا غور سے سننا.. کرنا کچھ یوں ہے کہ..." جیسے جیسے وہ بتاتا جارہا تھا علی کی آنکھیں پھیلتی جارہی تھیں.. اسکا پورا پلان سن کر علی نے حیرت سے اسکی جانب دیکھا..

"یہ... یہ ٹھیک رہے گا..؟؟" وہ سنجیدگی سے پوچھ رہا تھا. اسکے چہرے پر خوف نہیں تھا مگر آنکھوں میں جیسے کچھ غلط کرنے کا دکھ ہلکورے لے رہا تھا.

"ایک بار جو پلان میں سوچ لوں وہ کامیاب رہتا ہے پیارے.. تُو فکر مت کر.. بس اب موقع تلاش کر موقع..!" اسکا کندھا تھپتھپاتے ہوئے روحیل نے غرور سے کہا. علی نے اثبات میں سر ہلا دیا کہ بہر حال وہ زمل فاطمہ کو ہر صورت اپنے باپ سے دور کرنا چاہتا تھا..

♦♦♦♦

"یہاں کیا کر رہے ہو..؟؟" وہ لان میں بنی پچھلی سیڑھیوں پر بیٹھا ہوا تھا جب زمل اسکے پاس آکر بولی تھی. علی جو روحیل کے بتائے گئے پلان کے بارے میں ہی سوچ رہا تھا، زمل کی آواز پر چونک اُٹھا.

"کچھ کرتا نظر آرہا ہوں کیا..؟؟" علی نے سرد مہری سے کہا. انداز میں بھرپور ناگواری تھی. زمل اسکے تیکھے سے جواب پر شگفتگی سے مسکرائی.

"وہ ہی تو پوچھ رہی ہوں کہ جب کچھ نہیں کر رہے تو یہاں کیوں بیٹھے ہو..؟؟ چلو اٹھو شاباش.. یہاں بہت سردی ہے، تمہیں ٹھنڈ لگ جائے گی تو پھر مجھے ہی دیکھ بھال کرنی پڑے گی ناں.. اندر چلتے ہیں آجاؤ..!" زمل کا انداز دوستانہ تھا.

"میں نے آپ سے پہلے بھی کہا تھا کہ میرے کام کرنے کے لیے اس گھر میں بہت سے ملازم موجود ہیں.. آپکو میری فکر کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے..!" درشتگی سے کہتے ہوئے اسنے رخ موڑ لیا..

سامنے کھڑی ہستی اسکی ماں نہیں تھی مگر اسکے چہرے سے مامتا کا نور پھوٹتا تھا.. اسکے لبوں پر ہر وقت رہنے والی مسکراہٹ سے ماں جیسی شفقت ٹپکتی تھی.. اس وقت بھی اسکی آنکھوں میں اپنے لیے فکر دیکھ کر علی نے نگاہ چرا لی تھی.

"اور میں نے بھی تو کچھ کہا تھا..؟؟ وہ بھول گئے کیا..؟؟" زمل نے مصنوعی خفگی سے کہا.

"میں آپکی کوئی بات یاد نہیں رکھنا چاہتا.." علی نے بے زار ہوتے ہوئے کہا.

"کام کی باتیں کرتی ہوں، یاد رکھ لوگے تو فائدے میں رہو گے..!" مسکراتے ہوئے بولتی زمل نے ہولے سے کندھے اچکائے.

"فار گاڈ سیک جسٹ لیو می آلون..!" وہ اسکی مسکراہٹ سے زچ ہوتے ہوئے چلایا تھا..

"زر.... یہ کس انداز میں بات کر رہے ہو تم..؟؟" وہاں آتے شہباز حسن نے اسکی بیزار آواز سن کر قدرے سختی سے اسے سرزنش کرنے والے انداز میں مخاطب کیا. وہ غصے میں اسے علی کہہ کر نہیں

پکارتا تھا.. بلکہ اسے اسکی ماں کے دیے گئے نام سے بلاتا تھا. زمل اسکے یوں اچانک آجانے پر خفت زدہ سی مسکرا دی. زرخان علی عباسی باپ کی سخت آواز پر نگاہ جھکا گیا تھا.

"ڈیڈ وہ.. میں ان کو کافی دیر سے کہہ رہا ہوں کہ مجھے اکیلا چھوڑ دیں مگر یہ یہاں کھڑی بس اپنی ہی کہے جارہی ہیں..!" علی نے لہجے کو حتیٰ الامکان مؤدب رکھنے کی کوشش کی تھی.. ورنہ حقیقتاً اسکا دماغ گھوم رہا تھا. شہباز حسن کو اسکے لہجے کی کوفت زدگی چونکا گئی تھی..

"اٹس اوکے حسن.. بچہ ہے ابھی.. اور پھر اولاد ماں باپ کو نخرے نہیں دکھائے گی تو پھر کس کو دکھائے گی.. ہوجائے گا ٹھیک آپ پلیز اپنا موڈ ٹھیک کر لیں..!" شہباز حسن کے چہرے پر چھائی سختی کے پیش نظر وہ بول پڑی. شاہ نے ایک نظر نگاہ جھکائے کھڑے علی پر ڈالی پھر پلٹا تھا اور لمبے لمبے ڈگ بھرتا وہاں سے نکلتا چلا گیا. علی نے اسکے جاتے ہی زمل کو گھورا.

"ہوگئے ناں میرے ڈیڈو مجھ سے ناراض..؟؟ مل گیا آپ کو سکون..؟؟" وہ شدید خفگی سے بولتا زمل کو شرمندہ کر گیا تھا.

"مجھے نہیں پتا تھا کہ حسن آفس سے واپس آچکے ہیں، اور اس بات کا تو بالکل بھی اندازہ نہیں تھا کہ وہ یہاں آجائیں گے.. میں تو بس تمہیں..." علی نے زمل کی بات کاٹ دی.

"یہ لیم ایکسکیوزز مجھے مت دیں.. میں آپکی ساری پلاننگ خوب سمجھ رہا ہوں.. میرے ڈیڈ کی نظروں میں مجھے برا بنا کر مجھے گھر سے نکلوانا چاہتی ہیں ناں آپ...؟؟" بدگمانی کی حدوں کو چھوتا وہ لڑکا کتنا غلط سمجھ رہا تھا اسے.. زمل اپنی جگہ دنگ رہ گئی.

"سائیں.." اسی وقت وہاں بخش آیا تھا اور غصے سے لال ہوتے علی کو دیکھ کر اسکے کندھے پر ہاتھ رکھا. زمل نے ایک نظر اس اونچے لمبے پٹھان پر ڈالی جو شاید علی سے ایک دو برس ہی بڑا ہو گا مگر علی سے یوں مؤدبانہ بات کیا کرتا تھا جیسے علی اس سے دس بارہ برس بڑا ہو..

"بی بی.. سائیں کو میں سمجھا دوں گا.. آپ فکر مت کریں.. آپ اندر چلی جائیں، میں سائیں کو بھی لے کر آتا ہوں..!" نگاہ جھکا کر اس نے دھیمی آواز میں مؤدبانہ کہا. وہ یونہی اکثر عین ٹائم پر انٹری مار کر علی کو بدتمیزی کرنے سے روک دیا کرتا تھا.. زمل اسکی بات پر ہولے سے مسکرائی.. جبکہ علی نے اسے فقط گھورنے پر اکتفا کیا.. علی کے خود کو گھورنے پر وہ ہولے سے مسکرا دیا..

"سائیں آپ کیوں فاطمہ بی بی کے ساتھ ایسا سلوک کرتے ہیں..؟؟ وہ آپ کے ساتھ پرخلوص ہیں، آپکو انہیں قبول کر لینا چاہیئے..!" زمل کے جانے کے بعد داد بخش نرمی سے گویا ہوا.

"اب تم مجھے لیکچر مت دو بخش.. میں بہت اچھے سے ان کی اس دوغلی محبت کو سمجھتا ہوں.. تم بہت سیدھے سادے سے ہو تم نہیں سمجھو گے..!" زرخان علی نے سنجیدگی سے کہا. بخش دھیرے سے ہنس دیا جیسے کہہ رہا ہو.. "سیدھے سادے سے تو آپ ہیں سائیں.." مگر وہ بولا کچھ نہیں کیونکہ ابھی علی کچھ بھی سننے کے موڈ میں نہیں لگ رہا تھا..

"سائیں یہاں بہت سردی لگ رہی ہے مجھے.. اندر چلیں کیا..؟؟ ابھی تو ہفتے پہلے بخار اترا ہے میرا.. پھر سے نا چڑھ جائے کہیں..!" داد بخش نے اپنے بازو لپیٹتے ہوئے سردی لگنے کی ایکٹنگ کی.. زرخان کچھ متفکر ہوا..

"ہوں.. چلو آؤ چلتے ہیں.. کہیں واقعی ٹھنڈ نہ لگ جائے تمہیں.." فکر مندی سے کہتا ہوا وہ اسکی گردن میں بازو ڈالتا اندرونی عمارت کی جانب بڑھا.. اسکی سادگی پر داد بخش نے اپنے ہونٹوں پر اٹھتی مسکراہٹ روکنے کی کوشش کی.. وہ ہمیشہ کی طرح علی سے اپنی بات منوا چکا تھا.. گلاس ڈور کے پاس کھڑی زمل ان دونوں کو اندر کی جانب آتے دیکھ مطمئن سی ہو کر پیچھے ہٹ گئی.. دل میں داد بخش کے لیے عزت اور زرخان کے لیے شفقت مزید بڑھ گئی تھی..

♦♦♦♦

وہ دھندلی ہوتی آنکھوں سے قالین کو دیکھ رہی تھی.. سر نفی میں ہل رہا تھا.. لبوں پر "نہیں.. نہیں.." تھا.. فائرنگ کی آواز اسکے کانوں میں گونج رہی تھی.. محرم نے بیڈ کور سختی سے مٹھیوں میں دبوچ لیا تھا.. دل ابھی تک بے یقین سا تھا..

کیسے مر سکتا تھا وہ شخص...

کیسے اس سے دور جا سکتا تھا..

وہ تو اسکی اجازت کے بغیر..

اسکی مرضی کے خلاف کبھی اسے چھوڑ کر نہیں گیا تھا..

تو آج کیسے..؟؟

یوں اچانک کیسے..؟؟

ابھی تو محبت کا احساس جاگا تھا...

ابھی تو اسکی معصوم آنکھوں نے زرخان علی عباسی کے خواب دیکھنا شروع کیے تھے..

ہائے ابھی تو اقرار محبت بھی باقی تھا..

زرخان کی وہ سینے سے لگنے کی خواہش..!!

وہ خواہش بھی تو ادھوری تھی..

وہ جو اسکے لبوں سے پیار پیار سننے کا منتظر تھا..

اظہار سنے بنے یوں کیسے جا سکتا تھا وہ..؟؟

محرم کو اپنا دل بند ہوتا محسوس ہورہا تھا.. پلکوں کی باڑ پھلانگتے ہوئے آنسو بہت تیزی سے رخساروں پر پھسل رہے تھے.

"نہیں خان... آپ مجھے چھوڑ کر نہیں جا سکتے......

میں کیسے جیوں گی.....

آپکو دیکھے بنا....

آپکو سنے بنا....!"

وہ بڑبڑاتے ہوئے مسلسل نفی میں سر ہلا رہی تھی.. آنکھیں میچتے ہوئے اسنے بیڈ سے ٹیک لگالی تھی.. سانس لینے میں دشواری ہونے لگی تھی. لمبے لمبے سانس لیتی وہ خود کو یقین دلانے کی کوشش کر رہی تھی کہ جو کچھ اس نے سنا وہ جھوٹ ہے.. سب خواب ہے.. مگر محرم کے بہتے آنسو، بھیگتے گال اسے احساس دلا رہے تھے کہ وہ زرخان علی عباسی کو کھوچکی ہے.. اسکی بند آنکھوں میں گزرے دو ماہ کے مناظر کسی فلم کی ریل کی طرح چل رہے تھے.. محرم کا چہرہ دہکنے لگا تھا..اسے زرخان علی عباسی کا میٹھا، محبت بھرا نرم لمس شدت سے محسوس ہورہا تھا..

اپنے بالوں پر،

کانوں پر..

پیشانی پر..

رخساروں پر...

بھیگی پلکوں پر..

ہتھیلیوں پر..

گھبرا کر وہ سیدھی ہو کر بیٹھی.. اپنی آنکھیں کھولتے ہوئے محرم نے اسے تلاشنے کے لیے اطراف میں نگاہ دوڑائی.. وہ کہیں نہیں تھا.. پر جلتا ہوا لمس تو تھا.. محرم نے بے تابی سے اپنے چہرے کو چھوا تھا.. ہاں وہ لمس محسوس ہورہا تھا... محرم کی سسکیوں میں اضافہ ہوا تھا..

"خان...!!!!" وہ حلق کے بل چیخی تھی..

"خان......!!" رندھی ہوئی آواز میں پہلے سے بھی زیادہ قوت سے چیخی تھی وہ... اسکی بلند آواز سن کر اسکی خاص ملازمائیں کمرے میں چلی آئیں.. اسے زمین پر بیٹھ کر پاگلوں کیطرح چلاتے دیکھ وہ اسکی طرف بڑھی تھیں..

"بیگم صاحبہ.. کیا ہوا.. آپ رو کیوں رہی ہیں..؟؟" اسکے سامنے بیٹھتے ہوئے ان میں سے ایک پریشانی سے بولی. محرم نے بیگانگی سے ان دونوں کی جانب دیکھا.. فائرنگ کی آواز اسکے حواسوں پر اتنی بری طرح سے سوار تھی کہ وہ بھول چکی تھی کہ وہ کہاں ہے.. کس جگہ ہے.. نہیں جانتی تھی کہ کیا کرنا ہے.. کس کے پاس جانا ہے بس بیٹھی آنسو بہا رہی تھی.. محرم کو اپنی جانب یوں اجنبی نظروں سے دیکھتا پاکر ملازماؤں کو تشویش ہوئی..

"بیگم صاحبہ ہوا کیا ہے..؟؟" پوچھنے والی نے اسکا کندھا ہلایا.. دفعتاً محرم کو ہوش آیا تھا.. اسنے اپنی بھیگی پلکیں جھپکتے ہوئے ایک نظر ان دونوں کی جانب دیکھا پھر انہیں دھکیلتے ہوئے کمرے سے باہر کو بھاگی.. تیزی سے بھاگتی ہوئی لڑکھڑاتے قدموں سے زینہ اترتی ہوئی وہ لاؤنج نما ہال روم میں آئی تھی.. جہاں ملازمائیں پہلے سے ہی آپس میں چہ مگوئیاں کر رہی تھیں.. محرم کی سوجی آنکھیں، بکھرا حلیہ دیکھ کر انہیں اندازہ ہوچکا تھا کہ وہ اس بری خبر سے واقف ہے جس نے ان سب کا دل ہلا دیا تھا..

"ابھی.. کیا باتیں کر رہی تھیں آپ سب...؟؟ کیا کہہ رہی تھیں..؟؟ کیا ہوا ہے خان کو..؟؟ کہاں ہیں خان..؟؟" محرم روتے روتے چلائی تھی.. ملازمائیں دکھ سے اسکی ناگفتہ حالت دیکھ رہی تھیں..

"بیگم صاحبہ وہ.. وہ جی صاحب کو گولیاں لگ گئی ہیں..!!" اللہ رکھی نے بھیگی آواز میں کہا.. محرم کو لگا اسکی ٹانگوں سے جان نکل رہی ہے..

"گارڈز..." وہ چلائی تھی..

"گارڈز کہاں ہیں..؟؟" وہ بڑبڑاتی ہوئی باہر کو جاتی ڈیوڑھی کی طرف بڑھی..

"بے چاری بیگم صاحبہ تو غم سے پاگل ہی لگ رہی ہیں.. تین چار گولیاں لگی ہیں صاحب کو.. اب تک تو بے چارے صاحب کا دم بھی نکل گیا ہوگا..!" جانے کون منہ پھٹ ملازمہ تھی جس نے بلند آواز اپنی رائے کا اظہار کیا تھا.. باہر کی طرف جاتی محرم کے قدم اسکی آواز سن کر رکے تھے.. وہ پلٹی تھی اور قہر آلود نظروں سے اس ملازمہ کی طرف دیکھا.

"بکواس بند کرو اپنی ورنہ تمہارا دم میں ابھی کے ابھی نکال دوں گی...!!" محرم ہذیاتی انداز میں چلائی تھی.. اس ملازمہ نے گڑبڑا کر فوراً نگاہ جھکالی.. محرم کا دل خون کے آنسو رونے لگا.. کیسے لوگ تھے اسکے خان کے لیے دعا کرنے کی بجائے الٹا قیاس آرائیاں کر رہے تھے.. باہر کی طرف جاتی محرم روتے ہوئے سوچ رہی تھی.. اگلے لان میں ہی گیٹ سے زرا فاصلے پر سات آٹھ گارڈز ایک جگہ کھڑے کافی پریشان لگ رہے تھے.. وہ سرعت سے انکی جانب بھاگی.. محرم کو آتے دیکھ وہ سب سیدھے ہوکر کھڑے ہوگئے..

"میڈم آپکا باہر آنا ٹھیک نہیں ہے.. سر کی طرف سے سخت آرڈرز ہیں کہ آپکو عمارت سے باہر نہ آنے دیا جائے..!" اُن میں سے ایک نے مؤدبانہ کہا.

"ابھی میں آپکو آرڈر دے رہی ہوں.. مجھے خان کے پاس جانا ہے ابھی اور اسی وقت.. وہ جس بھی ہاسپٹل میں ہیں مجھے انکے پاس لے کر چلیں.. فوراً...!" اپنے آنسو صاف کرتے ہوئے اسنے سختی سے کہا. وہ سب متذبذب ہوئے..

"میڈم ہمیں.. اجازت نہیں ہے..!" اسنے جیسے انکار کیا تھا.. محرم کی آنکھوں میں اشتعال اتر آیا..

"ٹھیک ہے.. میں خود جارہی ہوں.. اور اگر آپ میں سے کسی نے مجھے روکنے کی کوشش کی تو وہ اپنے نوکری سے ہاتھ دھونے کے لیے تیار رہے..!!" غصے سے کہہ کر وہ گیٹ کی طرف بڑھی..

"میڈم رکیں پلیز..!" دو گارڈز اسکے پیچھے لپکے تھے.. مگر وہ ان سنی کرتی گیٹ کیطرف بڑھ رہی تھی.. ڈرائیور گارڈز کے اشارے پر سرعت سے گاڑی اسکے قریب لے آیا تھا.. گارڈ نے قریب آکر اسکے لیے گاڑی کا دروازہ کھولا..

"بیٹھیں پلیز..!" گارڈ نے آہستگی سے کہا. وہ جلدی سے گاڑی میں بیٹھ گئی..

"گاڑی جلدی چلاؤ...!" اسنے ڈرائیور سے کہا..چار گارڈز بھی اپنی جیپ میں محرم کی گاڑی کے پیچھے آرہے تھے.. آنسو پھر سے محرم کی آنکھوں میں چمکنے لگے تھے.. دل کی حالت تو پہلے ہی غیر ہورہی تھی.

♦♦♦

"آپ نے آج تک مجھے... زرمینے کے بارے میں نہیں بتایا..؟؟" ٹھنڈی گھاس پر چلتے ہوئے اسکے شانے پر سر رکھے وہ آہستگی سے پوچھ رہی تھی.. وہ دونوں رات کے آخری پہر لان میں چلے آئے تھے.. اسکے سوال پر شہباز حسن کے لبوں پر پھیکی سی مسکراہٹ در آئی جسے وہ دیکھ نہیں پائی تھی.

"کیا کروگی جان کر..؟؟" وہ نرمی سے پوچھ رہا تھا..

"دل چاہ رہا ہے.. پتا تو چلے.. علی جیسے معصوم بچے کی ماں کیسی تھی..!" اسکے انداز میں زرمینے کے لیے کوئی حسد یا جلن نہیں تھی. شہباز ہنس دیا.

"علی کا باپ معصوم نہیں ہے کیا..؟؟" شہباز حسن نے ہنستے ہوئے پوچھا. اسکے سوال پر زمل نے اپنی ہنسی دبائی.

"کم از کم میں تو آپکو معصوم نہیں کہہ سکتی..!!" شاہ کے شانے پر ہلکا سا مکا مارتے ہوئے وہ اسے چڑانے کو بولی.

"چلیں بتائیں ناں.. اور یہ زرا علی کے نام کی ہسٹری بھی بتادیں.. اتنے پیارے بچے کا اتنا بھاری نام.. زرخان علی عباسی..!" زمل نے سنجیدہ ہوتے ہوئے کہا.

"بھاری کہاں ہے.. تھوڑا سا بڑا ہے بس... جیسے تمہارا.. جیسے میرا.. اٹس کامن یار..!" شہباز نے اسکے گرد اپنا بازو پھیلاتے ہوئے کہا.

"اب بتارہے ہیں یا نہیں..؟؟" زمل نے مصنوعی خفگی سے کہا.

"بتا رہا ہوں.. تم سے چھپا کر میں کہاں جاؤں گا..!" شہباز نے ہنستے ہوئے کہا. زمل سرشار سی ہوگئی.

"میں اس وقت بائیس سال کا تھا...." شہباز حسن دھیمے لہجے میں بول رہا تھا اور وہ دم بخود سی سن رہی تھی.. بات کے اختتام پر شہباز حسن کی آنکھیں بے تاثر تھیں جبکہ زمل کی آنکھوں میں نمی در آئی.. وہ اپنی نم آنکھیں صاف کرتے ہوئے اسکے سینے سے لگ گئی..

"بہت غلط کیا اسنے حسن... بہت غلط کیا..!" اسکے سینے میں منہ چھپائے وہ زرخان اور شہباز حسن کے لیے رو رہی تھی.. شہباز حسن نے نرمی سے اسکی پیٹھ سہلائی..

****

ماضی..

"یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں بابا جان..؟؟ وہ لڑکی.. بلکہ اسے لڑکی کہنا غلط ہوگا.. وہ تو بالکل بچی ہے... میں اس سے.. نہیں بابا جان میں اس سے شادی نہیں کر سکتا.. یہ اسکے ساتھ ناانصافی ہوگی..!" شہباز نے اٹل لہجے میں کہا.. رحیم عباسی نے اسکے انکار پر سر جھٹکا..

"ہم تمہارے ان بودے دلائل سے متفق نہیں ہیں شہباز.. ہم زرمینے کے باپ سے وعدہ کرکے آئے ہیں کہ اسے اپنی بہو بنائیں گے، تمہیں اس لڑکی سے نکاح کرنا ہوگا..!" انکا انداز بھی حتمی تھا.

"آپ کیوں نہیں سمجھ رہے بابا.. وہ ابھی محض تیرہ سال کی ہے.!" شہباز حسن نے زچ ہوتے ہوئے کہا.

"تم بھی کوئی بوڑھے نہیں ہوگئے.. ہم مزید بحث میں الجھنا نہیں چاہتے شہباز... آج شام کو تمہارا نکاح ہے اور یہ ہمارا آخری فیصلہ ہے.. ہمارے فیصلے سے اختلاف کی صورت میں تمہیں یہ گھر چھوڑ کر جانا ہوگا..!" سختی سے کہہ کر وہ اسکے کمرے سے نکلتے چلے گئے.. شاہ نے اپنا سر ہاتھوں میں تھام لیا. اسکی نظروں میں بارہ تیرہ سالہ وہ بچی گھوم گئی جو ہاتھ میں میلی سی گڑیا پکڑے کل شام ہی بابا جان کے ساتھ عباسی ہاؤس آئی تھی.. اسکی زندگی میں کوئی اور لڑکی نہیں تھی مگر اسکا مطلب یہ بھی نہیں تھا کہ وہ اپنے سے دس گیارہ برس چھوٹی لڑکی سے شادی کرلیتا.. اسنے اپنی ہر ممکن کوشش کرلی تھی مگر بابا جان کی ضد کے سامنے اسکی ایک نہ چلی اور وہ زرمینے نامی پٹاخہ اسکی زندگی میں شامل کر دیا گیا... اپنے نکاح پر وہ یوں ہنس رہی تھی جیسے اپنی نہیں کسی اور کی شادی اٹینڈ کر رہی ہو جبکہ اپنی زندگی برباد ہوجانے پر شہباز کی آنکھوں میں نمی سی تھی.. دل خون کے آنسو رو رہا تھا.. حجلہ عروسی میں داخل ہوتے ہوئے اسکے قدم من من بھر کے ہورہے تھے.. سادگی سے سجائی گئی پھولوں کی سیج پر وہ چہرے پر سے گھونگھٹ الٹے بیٹھی حیرت بھری نظروں سے پورے کمرے کا جائزہ لے رہی تھی..
شہباز نے ایک تھکی تھکی سی نگاہ اس پر ڈالی جو سرخ جوڑے میں شعلہ جوالہ بنی بیٹھی تھی.. شہباز کے قریب آنے پر اسنے اپنی بھوری آنکھیں پٹپٹاتے ہوئے اسکی جانب دیکھا.

"کون ہو تم..؟؟" وہ تیکھے لہجے میں پوچھ رہی تھی.. بلاشبہ وہ حسن و رعنائی کا پیکر تھی مگر شہباز حسن کے دل میں ہلچل مچانے میں ناکام رہی تھی.. اسکی بات کا جواب دیے بنا وہ بیڈ پر ڈھے سا گیا..

"تم میرے دلہے ہو ناں..؟؟" پوچھتے ہوئے اسکی آنکھوں میں اشتیاق در آیا..
"نہیں.. تم میری دلہن ہو..!" شاہ نے چڑ کر جواب دیا.
"ہائیں.. مگر... بات تو ایک ہی ہے..!" وہ اپنی عمر کے برعکس سمجھدار تھی. شہباز حسن چپ رہا..
"کیسی لگ رہی ہوں میں..؟؟" اسے خاموش دیکھ کر زرمینے خود ہی پوچھ رہی تھی. وہ پٹھان تھی مگر اسکی اردو کافی صاف تھی.. وہ بابا کے کسی پرانے دوست کی پوتی تھی..
شاہ نے اسکے پوچھنے پر ایک تھکی تھکی سے نگاہ اسکے چہرے پر ڈالی.. وہ بے حد خوبصورت لگ رہی تھی. ایک پل کو شاہ کی نظر ڈگمگا گئی.. اسنے ہاتھ بڑھا کر اسے اپنی جانب کھینچ لیا.. وہ جس قدر ڈسٹرب تھا اپنی ساری فرسٹریشن اسنے زرمینے پر ہی نکال دی.. اسے امید تھی کہ اگلی صبح وہ اسے روتی دھوتی ملے گی مگر اسکی سوچ کے برعکس وہ مطمئن سی پورے کمرے میں چکراتی پھر رہی تھی جیسے کچھ ہوا ہی ناں ہو.. شہباز کو اسکی دماغی حالت پر شبہ ہونے لگا.. یا تو وہ نارمل نہیں تھی یا پھر تیرہ سال کی نہیں تھی. زرمینے کے لیے تو وقت جیسے پر لگا کر اُڑ رہا تھا مگر شہباز کے لیے جیسے زندگی رک سی گئی تھی.. روزانہ آفس سے واپسی پر وہ اسے گیٹ پر ہی تیار ملتی تھی.. بابا جان اسکا بچپنا دیکھ دیکھ کر خوش ہوتے رہتے جبکہ شہباز حسن کا خون جل کر رہ جاتا جب وہ اسے روزانہ گھر میں قدم رکھنے سے پہلے ہی کہیں باہر گھومنے پھرنے کے لیے لے جاتی..
شاہ کو لگتا جیسے وہ کوئی روبوٹ ہے جو زرمینے کے اشاروں پر حرکت رہا ہے... زندگی یونہی بیزار سی گزر رہی تھی جب شادی کے ڈیڑھ سال بعد بھوری آنکھوں والے گڈے کی آمد پر شاہ کی زندگی میں

بہار سی آگئی.. زرمینے پٹھان تھی اور اپنے بیٹے کا نام بھی ایسا ہی کچھ رکھنا چاہتی تھی. اسکے پاس ایک سے بڑھ کر ایک عجیب نام تھا..

جمشید، شیر گل، دلاور، اللہ بخش... شہباز تو حقیقتاً اسکی ضد سے عاجز آچکا تھا سو آخر میں ہمیشہ کیطرح اسکی مانتے ہوئے اپنے بیٹے کا نام زرخان رکھ دیا.. بابا جان کی خواہش تھی کہ پوتے کا نام علی ہوتا سو انکی خواہش کا احترام کرتے ہوئے بچے کا پورا نام زرخان علی عباسی رکھ دیا گیا تھا.. زرخان کی پیدائش کے بعد بھی زرمینے کی روٹین میں کوئی فرق نہیں آیا تھا.. ہاں اب یہ ہوتا تھا کہ وہ زرخان کو لیے گاڑی میں بیٹھتی اور اکیلی ہی ڈرائیور کے ساتھ شاپنگ مالز میں گھومتی پھرتی..

آہستہ آہستہ شاہ صرف زرخان تک محدود ہوکر رہ گیا تھا.. زرمینے جو پہلے کبھی اس سے فرمائشیں کیا کرتی تھی، اب ایک دم سے اس سے لاتعلق سی ہوگئی.. زرخان بھی نوکرانیوں کے رحم و کرم پر رہ گیا تھا.. تین سالہ زرخان اکثر اپنی توتلی زبان میں باپ سے ماں کی لاپرواہی کے شکوے کیا کرتا مگر زرمینے اب سمجھنے سمجھانے کی حدود سے آگے نکل چکی تھی.. صحیح معنوں میں زرمینے کی خود سری کا اندازہ شہباز حسن کو اس روز ہوا جب اسنے بابا جان کے سامنے اس سے طلاق مانگی..

"میں آپکے بیٹے کے ساتھ مزید گزارا نہیں کر سکتی بابا صاحب.. اس سے کہیں مجھے طلاق دے دیں..!!" زرمینے کے الفاظ کسی بم کی طرح انکے سر پر پھوٹے تھے جبکہ شاہ بھی اسکی بات سن کر اپنی جگہ دنگ رہ گیا تھا.

"تم جانتی بھی ہو کہ تم کیا کہہ رہی ہو..؟؟" بابا صاحب کے بولنے سے پہلے وہ سنجیدگی سے گویا ہوا تھا. زرمینے نے اسکی بات پر نخوت سے سر جھٹکا.

"بہت اچھے سے جانتی ہوں.. مجھے اب تمہارے ساتھ نہیں رہنا.. مجھے ابھی اور اسی وقت طلاق دے دو..!!" زرمینے بے لچک انداز میں بولی.

"بہو.. اپنی زبان کو لگام دو.. جو تم چاہ رہی ہو وہ میرے جیتے جی کبھی نہیں ہوگا.. یہ بات اپنے دماغ میں بٹھا لو تم..!!" بابا صاحب نے کرخت آواز میں کہا. زرمینے نے باغی نظروں سے انکی جانب دیکھا.

"ہونہہ.. آپ کے جیتے جی کبھی نہیں ہونے کی بات کررہے ہیں آپ.. میں کہتی ہوں ابھی ہوگا... اسی وقت ہوگا... ورنہ مجھ سے برا کوئی نہیں ہوگا..!" زرمینے نے بدتمیزی سے کہا. شاہ کی آنکھیں پل میں سرخ ہوئی تھیں.

"اس بات کا اندازہ تو مجھے گزرے چار سالوں میں بہت اچھے سے ہوچکا ہے کہ تم سے برا شاید ہی کوئی اور ہوگا..!" شہباز حسن نے سرد مہری سے اسے جواب دیا. جو اپنی مغرور ناک چڑھائے اسکے عین سامنے کھڑی تھی.

"ہاں تو چھوڑ دو ناں مجھے.. دے دو طلاق... کیوں زبردستی یہ بندھن باندھ رکھا ہے..؟؟" زرمینے نے دوبدو جواب دیا.

"مجھے صرف میرے بیٹے کی زندگی عزیز ہے.. اگر تم اسکی ماں نہ ہوتیں تو کب کا چھوڑ چکا ہوتا تمہیں..!" بابا صاحب کی موجودگی کو فراموش کیے وہ بھی آج میدان میں اتر آیا تھا.

"تو رکھو ناں اپنے بیٹے کو بھی اپنے پاس... بس مجھے چھوڑ دو.. میں تم جیسے بڈھے کھوسٹ کے ساتھ مزید ایک دن بھی نہیں گزارنا چاہتی..!!" وہ چھبیس سالہ شہباز کو بڈھا کہہ رہی تھی.. شاہ نے تاسف سے اسکی جانب دیکھا.. جبکہ بابا صاحب کے چہرے پر غیض و غضب کے تاثرات ابھرنے لگے.

"جانتی بھی ہو کہ اس معاشرے میں طلاق یافتہ عورت کا کیا مقام ہے..؟؟ کوئی بھی نہیں پوچھے گا تمہیں.. پھر دیواروں سے سر مارتی پھرو گی..!" بابا صاحب نے اسے اسکا بھیانک مستقبل قریب دکھایا.

"آپکو میری فکر میں گھلنے کی ضرورت نہیں ہے.. مجھے پوچھنے والے بہت ہیں.. ابھی میرا بگڑا ہی کیا ہے..!" کندھے اچکاتے ہوئے اسنے غرور سے کہا. اسے شاید اپنی کم عمری پر بہت ناز تھا. رحیم عباسی اسکے لب و لہجے پر حق دق رہ گئے..

"تم کمرے میں جاؤ زرمینے.. ہم اس بارے میں آرام سے بات کریں گے..!!" خود پر ضبط کرکے بولتے شاہ نے جوش کی بجائے ہوش سے کام لیا تھا.

"بات کمرے میں ہو یا یہاں ہو.. میرا فیصلہ نہیں بدلے گا شاہ... مجھے تمہارے ساتھ نہیں رہنا تو نہیں رہنا بس... کوئی مشکل بات تو نہیں کہہ دی میں نے... تم مجھے ابھی کے ابھی طلاق دے دو خدارا...!!" اسکی ڈھٹائی عروج پر تھی.. بابا صاحب کی برداشت کی حد ختم ہورہی تھی.

"زرمینے یہ فیصلے اتنی جلد بازی میں نہیں ہوا کرتے..!" شہباز نے قدرے نرمی سے کہا.

"جب ہماری شادی جلد بازی میں ہو سکتی ہے تو طلاق کیوں نہیں..؟؟" وہ بے زاری سے بولی. اسکے انداز میں عجلت تھی..

"اسے طلاق دے دو شہباز..!" بابا صاحب نے تھکی تھکی سے آواز میں کہا. شاہ نے سلگتی نظروں سے انکی جانب دیکھا.. اُنھوں نے ہی تو زرمینے کو زبردستی اسکی زندگی میں شامل کیا تھا. اور اب اسکی بے جا ضد پر بھی انجانے میں اسکا ہی ساتھ دے رہے تھے. بابا صاحب کی بات نظر انداز کرتے ہوئے شاہ نے زرمینے کی کلائی تھامی تھی اور اسے کھینچتا ہوا بیڈروم میں لے آیا تھا..

"کیا تکلیف ہے تمہارے ساتھ..؟؟ کیوں نہیں رہنا چاہتی تم میرے ساتھ..؟؟ کس چیز کی کمی ہے تمہیں یہاں..؟؟ روپیہ پیسہ.. آرام و سکون.. عزت.. سب کچھ تو دیا ہے میں نے تمہیں پھر کیا مسئلہ ہے..؟؟" اسے بیڈ پر دھکیلتے ہوئے وہ درشتگی سے پوچھ رہا تھا.

"پیار... محبت... یہ مسئلہ ہے میرا.. تم نے مجھ سے کبھی محبت نہیں کی شہباز... کبھی نہیں کی، مجھے محبت چاہئیے، اور وہ اب مجھے مل رہی ہے... اسلیے بہتر ہے کہ تم میرے راستے سے ہٹ جاؤ..!!" زرمینے نے کاٹ دار لہجے میں کہا. اسکی بات سن کر شاہ ایک پل کو سناٹے میں آگیا. پھر اگلے ہی پل اسنے زرمینے کا بازو سختی سے دبوچتے ہوئے اسے اپنے قریب کیا.

"کیا کہا تم نے..؟؟ تمہیں محبت مل رہی ہے..؟؟ میں تمہارے راستے سے ہٹ جاؤں..؟؟ ہم دونوں کا راستہ تو ایک ہی ہے، زرمینے تم میری بیوی ہو..!!" ضبط کی آخری حد پر کھڑا وہ پاگل ہورہا تھا.

"بیوی..؟؟ اس بیوی کو کبھی آنکھ بھر کر دیکھا بھی ہے تم نے..؟؟ کتنی تو پیاری ہوں.. کم عمر ہوں.. مگر تم.. تم ایک روبوٹ، بے حس انسان ہو.. کبھی بھی میری خوبصورت میری دلکشی تمہیں متوجہ نہیں کر سکی... کبھی تمہارے منہ سے تعریف کے دو بول سننے کو نہیں ملے مجھے ... تو میں کیوں رہوں تمہارے ساتھ..؟؟ ویسے بھی تم مزید دو تین سال میں بوڑھے ہو جاؤ گے.. اور کیا پتا پانچ چھ سال بعد تم مر بھی جاؤ.. میں تو ابھی جوان ہی ہوں.. میرا تمہارا کوئی جوڑ نہیں ہے شاہ.. میرا ابھی بگڑا ہی کیا ہے، مجھے سراہنے والے بہت ہیں.. بس تم مجھے طلاق دے دو..!!" زرمینے نے بے دردی سے کہا.. اسکے انداز میں کوئی لچک نہیں تھی. اسے اس بات کی کوئی پرواہ نہیں تھی کہ اسکی باتیں کسطرح سے شہباز حسن کو تکلیف پہنچا رہی ہیں.. اسے تو بس آزادی چاہئیے تھی.

"تو یعنی تمہیں سراہنے والا مل چکا ہے..؟؟" شہباز حسن کی دھیمی آواز میں الاؤ دہک رہے تھے.. آنکھیں سرخ انگارہ ہورہی تھیں.. زرمینے نے سکون سے سر اثبات میں ہلا دیا تھا..

"اور علی..؟؟ اسکا کیا..؟؟" شہباز حسن نے جیسے آخری حربہ آزمایا تھا.. وہ زرمینے کے اس فیصلے کو قبول نہیں کرپارہا تھا.. بھلے ہی اسے اس لڑکی سے محبت نہیں تھی مگر وہ اسکے بیٹے کی ماں تھی.. اسے زرخان کی پرواہ تھی.. وہ بھلا زرمینے کے بغیر کیسے رہ پاتا.. شاہ کے سوال پر زرمینے ایک پل کو خاموش ہوگئی.

"میں اس سے ملنے آیا کروں گی، زوار بہت اچھا ہے.. وہ مجھے زرخان سے ملنے سے کبھی نہیں روکے گا..!" زرمینے نے شاہ کے زخمی وجود پر ایک آخری کوڑا مارا تھا.. تو یعنی وہ کسی اور مرد کے ساتھ انوالو ہوچکی تھی. شہباز حسن کی برداشت تمام ہوگئی.. اسنے بنا رکے ایک ہی سانس میں زرمینے کو طلاق دے دی تھی... جسطرح وہ آناً فاناً اسکی زندگی میں آئی تھی اسی طرح نکل بھی گئی تھی..

وہ رات زرمینے نے بڑی مشکل سے عباسی ہاؤس میں گزاری تھی، صبح ہوتے ہی وہ اپنا بیگ پیک کرکے وہاں سے چلی گئی تھی.. روتا بلکتا زرخان اسکے قدموں سے لپٹتا رہا مگر نہ اسے رکنا تھا نا ہی وہ رکی تھی.. زرخان کسی صورت ملازماؤں سے نہ سنبھلتا تھا کئی ماہ تک بیمار بھی رہا مگر زرمینے اپنی نئی زندگی میں ایسی مگن ہوئی کہ پھر کبھی واپس عباسی ہاؤس نہ آئی.. ہاں البتہ زرخان اکثر ڈرائیور کے ساتھ جاکر زرمینے سے مل آتا جو اپنے کم عمر شوہر زوار احمد جو کہ ایک ٹیکسی ڈرائیور تھا، کے ساتھ بے حد خوش تھی.. شہباز حسن بالکل چپ ہوکر رہ گیا تھا.. بابا صاحب (رحیم صاحب) بھی خود کو شہباز کی بربادی کا ذمہ دار سمجھتے ہوئے ہر پل بے چین رہنے لگے تھے.. پھر ایک دن اسی غم میں بڑی خاموشی سے شاہ

اور زرخان کو ہمیشہ کے لیے چھوڑ کر چلے گئے.. ان کی وفات کے بعد وہ مزید بکھرتا چلا گیا.. زرمینے کی بے وفائی نے اسکے دل کو ایسا بنجر کیا کہ پھر وہ کبھی کسی اور عورت کی طرف متوجہ نہیں ہوپایا تھا.. زرخان باقاعدگی سے ہر ماہ زرمینے سے ملنے جایا کرتا تھا.. وقت بیتتے بیتتے مزید پانچ سال کا عرصہ گزر گیا جب ایک دن زرمینے سے ملنے گیا زرخان روتا ہوا واپس آیا تھا.. شہباز جب آفس سے واپس آیا تو اسے زرخان کے اپنے روم میں بند ہوکر رونے کی بابت پتا چلا تھا.. وہ اپنی تھکن اور ٹینشنز بھلائے سیدھا اسکے کمرے میں گیا تھا جہاں وہ بیڈ پر بیٹھا رو رہا تھا.. باپ کو آتے دیکھ وہ بھاگ کر اسکی کمر سے لپٹ گیا.

"ڈیڈو... ڈیڈو مومی از نو مور...!!" بلک بلک کر روتے ہوئے وہ اسے اپنی باریک آواز میں بتارہا تھا.

اسکی بات سن کر شہباز حسن ایک پل کو سناٹے میں آگیا... زرخان کو بامشکل چپ کروا کر سلانے کے بعد وہ اپنے روم میں آیا تھا اور پھر اپنے اثرو رسوخ کے استعمال سے وہ اگلے بیس منٹوں میں پتا لگا چکا تھا کہ زرخان ٹھیک کہہ رہا تھا.. زرمینے اور زوار ایک روڈ ایکسیڈنٹ میں اپنی جان سے ہاتھ دو بیٹھے تھے.. شہباز تکلیف زدہ سا بیڈ پر بیٹھتا چلا گیا.. وہ لڑکی جس کو اسنے کبھی چاہا نہیں تھا مگر اسکے چلے جانے کے بعد اسے پل پل یہ احساس ہوا تھا کہ ہاں وہ.. زرمینے اسکے بیٹے کی ماں تھی، اسکی محبت نہ سہی اسکی بیوی تھی.. وہ جسے اپنی کم عمری اور اپنے حسن پر بڑا ناز تھا.. وہ آج مر گئی تھی.. وہ جو خود کو جوان کہتی تھی، بوڑھی ہونے سے پہلے ہی موت کے گھاٹ اتر گئی تھی.. وہ جس نے پانچ سال پہلے شہباز کے بارے میں چند سالوں بعد مر جانے کی پیشن گوئی کی تھی وہ آج خود مر گئی تھی.. ہاں وہ مر گئی تھی..

****

شہباز حسن کی زبانی زرمینے کی بابت جان کر زمل روتی ہوئی اسکے شانے پر سر ٹکائے کھڑی تھی..

"زرخان کو پتہ ہے یہ سب..؟؟ کیا وہ جانتا ہے کہ اسکی ماں نے آپ سے بے وفائی کی تھی..؟؟" زمل نے آہستگی سے پوچھا..

"نہیں.. میں نے اسے کبھی کچھ نہیں بتایا.. میں نہیں چاہتا کہ وہ اپنی مری ہوئی ماں سے نفرت کرے..!" شاہ نے سنجیدگی سے کہا. اپنے ماضی کا ذکر کرتے ہوئے وہ رنجیدہ لگ رہا تھا.

"ہوں.. بہت اچھا کیا آپ نے..!" زمل نے ہولے سے کہا.

"ہمم... رات کافی ہوچکی ہے.. اب ہمیں اندر چلنا چاہئیے.. آؤ..!" اسکے کندھوں پر بازو پھیلاتے ہوئے وہ نرمی سے بولا.. زمل مسکراتے ہوئے اسکی سنگت میں چلنے لگی.. رات کی تاریکی میں وہ دونوں اپنے سے چند قدموں کے فاصلے پر کھڑے زرخان علی عباسی کو نہیں دیکھ پائے تھے.. جسکی آنکھوں میں اپنی ماں کی حقیقت جان کر نمی چمکنے لگی تھی..

وہ جو اپنے ماں کے دیے نام کو جیب میں لیے پھرتا تھا، اپنی ماں کی محبت میں باپ کے درد کو کبھی جان ہی نہ سکا تھا.. اپنی ماں سے محبت تو اسے آج بھی تھی، مگر دل میں موجود عزت ختم ہوگئی تھی.. آج سے پہلے وہ روحیل کے بتائے گئے پلان پر عمل کرنے میں ہچکچاہٹ کا شکار تھا مگر آج وہ پختہ فیصلہ کر چکا تھا.. ہاں وہ فیصلہ کر چکا تھا. اسے اپنے باپ کو اذیت سے بچانا تھا.. اپنی بھیگتی آنکھوں کو صاف کرتے ہوئے اسنے اندر کی جانب قدم بڑھائے تھے..

♦♦♦♦

گاڑی پوری سپیڈ سے صاف ستھری سڑک پر فراٹے بھر رہی تھی.. وہ ہی راستے تھے.. وہ ہی چلتی گاڑیاں تھیں...، انہی راستوں سے گزر کر تو روزانہ وہ زرخان علی عباسی کی گاڑی میں اپنی مومی سے ملنے جاتی جاتی تھی.. مگر روزانہ کے برعکس آج وہ مطمئن نہیں تھی، نہ ہی آج اسکے لبوں پر مسکراہٹ تھی.. آج تو اس شخص کو کھودینے کا خوف حواسوں پر سوار تھا.. وہ جلدی سے اس تک پہنچ کر.. اسکے ہاتھ تھام کر اس سے گزارش کرنا چاہتی تھی.. اقرار کر لینا چاہتی تھی کہ محرم آفندی اس سے بے پناہ محبت کرنے لگی ہے..

اسکے سامنے اعتراف شکست کرنا چاہتی تھی کہ وہ اسکے بغیر ادھوری....،

بے رنگ ہے.....!

ہاں وہ اس سے التجا کرنا چاہتی تھی کہ مرحم آفندی ، زرخان علی عباسی کے توانا بازوؤں کا تحفظ چاہتی ہے.....

اُسے بتا دینا چاہتی تھی کہ وہ صرف زرخان کی محرم ہے..

وہ اسکے سینے سے لگ کر سونا چاہتی ہے....

اسکے بکھرے بالوں کو سنوارنا چاہتی ہے..

اسکے لبوں کا نرم لمس چاہتی ہے.. ہاں وہ آج بہت کچھ چاہ رہی تھی.. وہ کچھ جسکا اعتراف اسنے آج تک خود سے بھی نہیں کیا تھا آج زرخان کے سامنے کرلینا چاہتی تھی.. اور تمام باتوں، تمام گزارشات کرلینے کے بعد بس ایک ہی تقاضا.. ایک ہی خواہش..کہ وہ زندگی کی طرف واپس لوٹ آئے.. وہ

اسے چھوڑ کر نہ جائے مگر اس ملازمہ کی بات اسکے کانوں میں گونج کر اسکا دل چیر رہی تھی.. کیا واقعی وہ محرم سے ملے بغیر،

اسے دیکھے بغیر..

اس کی ان کہی باتیں سنے بغیر ہی سانس لینا چھوڑ دے گا...؟؟

سوچ سوچ کر ہی محرم کی سانسیں سینے میں ہی اٹک رہی تھیں.. جانے کتنے آنسو تھے جو اسکی آنکھوں سے بہے چلے رہے تھے..

سفر تمام ہوا تھا.. گاڑی اب ہاسپٹل کا گیٹ کراس کر رہی تھی.. محرم کی دھڑکنیں مدھم پڑنے لگیں.. ہاتھوں کی لرزش میں اضافہ ہورہا تھا.. وہ جو پچھلے چالیس منٹ سے اسے دیکھنے کو تڑپ رہی تھی.. اب جیسے کہیں دور بھاگ جانا چاہتی تھی.. بہت دور جہاں اسے کسی تلخ حقیقت کا سامنا نہ کرنا پڑے.. ڈرائیور نے گاڑی پارک کرکے اسکی طرف کا دروازہ کھولا تھا.. محرم کی ٹانگیں بے جان ہونے لگیں.. اپنے ڈوبتے دل کو سنبھالتے ہوئے اسنے سفید روش پر قدم رکھے تھے.. گارڈز کی معیت میں چلتے ہوئے وہ اپنے حواس گم ہوتے محسوس کر رہی تھی..

"کون سے ہاسپٹل میں ایڈمٹ ہے بخش..؟؟" میز سے اپنا موبائل ہاتھ میں لیتے ہوئے شہباز نے تفکر سے پوچھا.. زرخان نے آگے بڑھ کر انکے کندھے کے گرد بازو پھیلایا..

"ڈیڈو جسٹ ریلیکس یار... پہلے ناشتہ کر لیجئے پھر ہم چلتے ہیں ناں.. اتنے ہائپر مت ہوں پلیز..!!"

زرخان نے نرمی سے کہتے ہوئے انکا غصہ کم کرنے کی اپنی سی کوشش کی..

"بخش کو مل لوں زرا پھر ریلیکس بھی ہو جاؤں گا..!" شاہ نے سنجیدگی سے کہا اور باہر کو جاتی راہداری کی طرف بڑھنے لگے.. زرخان نے محرم کو آنکھ سے انہیں روکنے کا اشارہ کیا تھا.. وہ تیزی سے انکے پیچھے لپکی..

"ڈیڈو..!" محرم نے اپنی مخصوص دھیمی آواز میں انہیں پکارا تھا. اسکی پکار پر شاہ کے چلتے قدم رکے تھے.

"ڈیڈ آپ آج ہی آئے ہیں اور ہمارے ساتھ ناشتہ کیے بنا گھر سے جا رہے ہیں.. مجھے بہت بھوک لگ رہی ہے سچی، چلیں ناں پہلے ناشتہ کرلیتے ہیں پھر مل کر چلیں گے بخش سے ملنے..!" محرم نے انکا بازو تھامتے ہوئے لجاجت سے کہا. شہباز حسن اسکی بات پر نرمی سے مسکرائے تھے.. جبکہ انکے یوں مسکرا دینے پر زرخان نے اپنے لبوں پر امڈتی مسکراہٹ دبانے کی کوشش کی.

"میرا دل نہیں کر رہا گڑیا..!" اسکا سر تھپکتے ہوئے وہ نرمی سے بولے.

"مگر مجھے تو بھوک لگ رہی ہے ناں.. آپکے بغیر میں ناشتہ نہیں کروں گی ڈیڈ.. پلیز آئیں ناں.. تھوڑا سا کرلیجئے گا آپ بھی..!!" محرم نے ضد کرتے ہوئے انکا بازو ہلایا. اسکے مان بھرے انداز پر وہ بے بس ہوئے تھے.

"اچھا.. چلو آجاؤ..!" اسکے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے وہ نرمی سے مسکرائے تھے.. محرم نے دانت نکالتے ہوئے زرخان کی طرف داد طلب نظروں سے دیکھا.. زرخان کو بے ساختہ اس پر پیار آیا تھا.. وہ تینوں چلتے ہوئے ڈائننگ ٹیبل پر آگئے.. ناشتہ کرنے کے دوران محرم اپنی بچگانہ حرکتوں سے بار بار شاہ

کو مسکرانے پر مجبور کر رہی تھی جبکہ زرخان تو آج اسکے انداز دیکھ کر حیران ہورہا تھا جو شہباز حسن کے ساتھ یوں ہنس بول رہی تھی جیسے بچپن سے ہی انکے ساتھ رہتی آرہی ہو..

♦♦♦♦

"آخر کب تک یونہی گھلتی رہو گی زمل... خود کو سنبھالو میری بچی.. ندا کو اس وقت ہماری ضرورت ہے.. اگر تم ہی یوں حوصلہ ہار دو گی تو مجھ بوڑھی جان کو کون سنبھالے گا..؟؟" سلمیٰ جہاں نے اسکی ٹھوڑی کو چھوتے ہوئے نرمی سے کہا. انکی بوڑھی نم آنکھوں میں تھکن سی تھی.. زمل نے پتھر ہوتی آنکھوں سے ان کی جانب دیکھا..

"امی.. بڑی تو میں ہوں ناں..؟؟ پہلے تو مجھے مرنا چاہئیے تھا.. وہ کیوں مر گیا..؟؟" وہ کھوئی کھوئی سی ان سے پوچھ رہی تھی.. اسکی سبز آنکھیں بنجر ہورہی تھیں.

"زمل میری جان تم کیوں بار بار ایسی بات کر کے میرا دل چیرتی ہو..؟؟ وہ اتنی ہی زندگی لے کر آیا تھا.. چلا گیا ہے واپس اپنے اصل کی طرف.. تم.. تم.. اب بس کردو.. تھوڑا رو لو... تھوڑا سا تو رو لو.. تمہارا دل ہلکا ہوجائے گا..!" سلمیٰ جہاں نے روتے ہوئے اسکا کندھا ہلایا تھا. زمل نے چونک کر انکی جانب دیکھا.

"کیسی باتیں کر رہی ہیں آپ امی.. وہ مرا کب ہے..؟ وہ تو شہید ہوا ہے.. میرا بھائی شہید ہوا ہے امی، اور شہدا کے مرنے پر رویا نہیں کرتے.. میں نہیں روؤں گی..!" نفی میں سر ہلاتے ہوئے زمل نے سختی سے کہا. سلمیٰ جہاں کا دل کٹنے لگا.. انہوں نے افسردگی سے اسکی جانب دیکھا جسکی سبز آنکھوں کے گرد محض پندرہ دنوں میں ہی سیاہ حلقے پڑ چکے تھے.. جس رات وہ روتی بلکتی واپس آئی تھی اس سے اگلی صبح ہی عون کی شہادت کی خبر ان تک پہنچی تھی اور پھر اسی شام اسکی ڈیڈ باڈی بھی

انہیں مل گئی تھی.. ایک پہاڑ تھا جو انکے سروں پر ٹوٹ پڑا تھا.. ایک قیامت کا سا سماں تھا جب ندا نے تڑپ تڑپ کر عون کو پکارا تھا.. اسکے مردہ ہاتھوں پر سر رکھ کر بلک بلک کر روتی وہ سب کا دل ہلا گئی تھی.. سلمیٰ جہاں نے جانے کس ضبط سے اپنے ناتواں کندھوں پر یہ غم برداشت کیا تھا مگر ایک زمل تھی جس کی آنکھ سے ایک اشک نہیں ٹپکا تھا. وہ عون کی میت کے پاس چپ چاپ بیٹھی اسکا چہرہ دیکھتی رہی تھی.. وہ ان سب سے دور ہو کر منوں مٹی تلے جا سویا تھا اور یہاں زمل پتھر ہوگئی تھی.. اور آج عون کو اس دنیا سے گئے پورے چودہ دن ہوچکے تھے مگر زمل آنکھوں کی سطح گیلی نہیں ہوئی تھی..

"زمی.. ندا کو تمہاری ضرورت ہے چندا.. اسے وقت دیا کرو ناں.. اسے حوصلہ دو.. وہ نہ کچھ کھاتی ہے نہ پیتی ہے.. دن بہ دن کمزور ہوتی جارہی ہے.. ایسے صورت میں بچے کی صحت پر برا اثر پڑ سکتا ہے.. تم ہی کچھ کرو میری جان..!" اسکا سرد، برف جیسا ہاتھ اپنی نحیف ہتھیلیوں میں لے کر وہ التجائیہ انداز میں بول رہی تھیں. لفظ "بچہ" پر زمل کی آنکھیں ایک پل کو پھیلی تھیں پھر اگلے ہی پل وہ پرجوش سی انکی جانب گھوم گئی..

"عون کا بچہ..؟؟ ندا ماں بننے والی ہے ناں امی..؟؟ ہاں وہ.. میں تو پھپھو بننے والی ہوں.. عون کی آخری نشانی...!!" پرجوش سی بولتے بولتے اسکی آنکھوں میں نمی اترنے لگی.. زمل کے دل میں درد سا پھیل گیا..

"عون کا بچہ.. امی عون کا بچہ.. اس دنیا میں آنے سے پہلے ہی.. یتیم ہوگیا..!!" انکے ہاتھ سختی سے اپنی گرفت میں لیتی ہوئی وہ عون کے آنے والے وارث کے لیے رو پڑی..

سلمٰی جہاں نے اسکی آنکھوں سے گرتے آنسو دیکھ کر اللہ کا شکر ادا کیا تھا کہ آخر اتنے دنوں بعد ان کی بیٹی کی پتھر آنکھیں موم ہوگئ تھیں..

"ہاں زمل.. تم بہت جلد پھپھو بننے والی ہو.. ندا ماں بننے والی ہے.. ہمارے عون کی نشانی اس دنیا میں آنے والی ہے..!" اسے اپنے سینے سے لگاتی ہوئی وہ محبت سے کہہ رہی تھیں.. زمل پھوٹ پھوٹ کر رو پڑی..

"اسے میں پالوں گی امی.. اپنے پاس رکھوں گی... اسے کہیں جانے نہیں دوں گی، عون نے میرے ساتھ اچھا نہیں کیا امی.. بہت برا کیا ہے.. وہ مجھے کیوں چھوڑ گیا امی...؟؟ میں ٹوٹی بکھری اس گھر میں آئی تھی.. اسی نے تو میرا حوصلہ بنتا تھا، اسی نے تو میرے آنسو پونچھنے تھے.. مگر وہ تو.. وہ تو مجھے زندگی بھر کے آنسو دے گیا امی.!!" انکے گلے لگی وہ تڑپ تڑپ کر رو رہی تھی.. چند پل پہلے شہدا کے لیے آنسو نہ بہانے کا دعویٰ کرنے والی اب بلک بلک کر رو رہی تھی.. برآمدے میں پلر سے ٹیک لگائے کھڑی ندا نے آنسو بھری آنکھوں سے روتی ہوئی زمل کو دیکھا..

وہ دھیرے دھیرے چلتی ہوئی اس تخت کے پاس آئی جس پر زمل ٹانگیں لٹکائے بیٹھی تھی. سلمٰی جہاں کے پاس پڑا مُوڑا کھینچ کر وہ آہستگی سے اس پر بیٹھ گئ.. زمل نے وہاں بیٹھتی ندا کے زرد چہرے کو دیکھا.. اسکی ویران آنکھوں میں آنسو تھے.. زمل کا دل اسکی حالت دیکھ کر پھٹنے لگا.. ندا نے بہت نرمی سے اسکے ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے لیے..پھر نرم آواز میں گویا ہوئی.

"میرا بچہ آپکا ہی ہوگا زمل آپو.. اسے آپ ہی پالیں گی.. وہ ہمیشہ آپکے پاس ہی رہے گا.. مجھے یقین ہے کہ آپ اسکی بہت اچھی پرورش کریں گی..!" ٹھہر ٹھہر کر بولتی وہ آخر میں نرمی سے مسکرائی تھی.

"صرف میں نہیں ندا.. ہم.. ہم مل کر اسکی پرورش کریں گے.. بہت اچھی پرورش کریں گے..!" زمل نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے کہا تھا.. پھر زرا سا جھک کر ندا کے گال پر پیار کیا.. ندا کے لبوں پر پھیکی سی مسکراہٹ پھیل گئی.. جبکہ سلمٰی جہاں ان دونوں کی باتیں سن کر پرسکون سی ہوگئیں.. مگر ان کا سارا سکون اس وقت تباہ ہوگیا تھا جب دو دن بعد ہی ندا، عون کی نشانی کو جنم دے کر خود بھی عون کے پاس چلی گئی تھی.. وقت سے دو ماہ پہلے پیدائش کے باعث وہ بچی بے حد کمزور سی تھی... زمل نے روتی ہوئی اس بچی کی پیشانی چومتے ہوئے اسے "محرم" نام دیا تھا.. ندا کی جواں سالہ موت پر وہ دونوں ماں بیٹیاں غم سے نڈھال ہوگئی تھیں مگر انہیں محرم کی خاطر جینا تھا.. زمل اس ننھی پری کو جب جب دیکھتی اسے شدت سے ندا کی یاد آتی تھی.. کتنا احترام کیا تھا اسنے زمل کی خواہش کا کہ واقعی اپنی بیٹی اسکے حوالے کرکے وہ ہمیشہ کے لیے آنکھیں موند گئی تھی.. کس قدر محبت تھی اسے عون سے کہ عون کے بعد وہ خود بھی ایک ماہ کے اندر اندر ہی زندگی کے بوجھ سے خود کو آزاد کر گئی تھی.. کتنی حسرت تھی اسے کہ عون اس سے اظہارِ محبت کرتا مگر وہ یہ حسرت دل میں لیے ہی مرگئی تھی.. زمل کی آنکھوں کی سطح عون اور ندا کو یاد کر کر کے سوکھتی ہی نہ تھی.. گزرے بیس دنوں میں کتنا کچھ بیت چکا تھا اس پر... کتنی بدل چکی تھی زندگی...! سوئی ہوئی محرم کے نرم نرم گالوں کو چھوتے ہوئے وہ آج شہباز حسن عباسی کو یاد کر رہی تھی..

وہ جو عباسی ہاؤس سے نکلتے وقت سوچ رہی تھی کہ شہباز حسن کو دیکھے بنا ایک دن بھی نہ رہ پائے گی، آج اسے شہباز حسن کو دیکھے بنا پورے بیس دن گزر گئے تھے مگر اسکی سانسیں چل رہی تھیں.. دل اپنی معمول کی رفتار سے دھڑک رہا تھا.. ہاں مگر وہ روانگی کہاں تھی.. دل کو دھڑکنے کے لیے ایک ہی جواز کافی تھی کہ اسکی سانسوں میں اترتی ہوا میں شہباز حسن عباسی کی سانسیں بھی شامل ہیں..

محرم کے گال چُوم کر وہ سیدھی ہوئی تھی اور اسے گود میں لے کر سلمٰی جہاں کے کمرے میں چلی آئی.. محرم کو انکے پہلو میں لیٹا کر وہ کچن میں آگئی تھی..شہباز کے ساتھ گزرے نو ماہ کسی فلم کی ریل کی طرح اسکے ذہن میں چل رہے تھے.. کتنا چھوٹا، کتنا قلیل عرصہ تھا جو اسنے اس دلربا شخص کے ساتھ گزارا تھا.. نو ماہ گزر بھی گئے تھے اور اسے خبر بھی نا ہوئی تھی.. کیا گزرے نو ماہ باقی کی زندگی گزارنے کو کافی تھے..؟؟ سوچتے ہوئے زمل کی پلکوں پر نمی اترنے لگی.. وہ وہیں پڑی چیئر پر بیٹھتی چلی گئی.. آج بیس دن بعد وہ اسے سوچ رہی تھی تو اسے خیال آیا تھا کہ وہ سب کیسے اور کیونکر ہوا تھا. بہت زیادہ سوچنے کے باوجود بھی کوئی سرا اسکے ہاتھ نہیں آرہا تھا.. تبھی باہر دروازے پر دستک ہوئی تھی.. زمل کا دل تیزی سے دھڑکا.. کیا وہ شخص آگیا تھا..؟؟ وہ سرعت سے باہر کی جانب لپکی.. پردہ ہٹا کر اسنے دروازے کی چٹخنی گرائی تھی اور دروازہ کھول کر بے تابی سے سامنے کھڑے شخص کو دیکھا.. زمل کی پانی بھری آنکھوں سے پانی چھلک کر گالوں پر لڑھکا تھا..

"بخش...!" سامنے کھڑے بخش کو دیکھ کر اسکے لب پھڑپھڑائے تھے.

بخش نے تاسف سے اسکے نحیف، پیلے پھٹک چہرے کو دیکھا.. ویران بنجر آنکھیں.. سُوکھے پپڑی زدہ ہونٹ.. داد بخش کو اس پر بے ساختہ ترس آیا تھا.

"حسن نہیں آئے..؟؟" زمل نے اچک کر اسکی پشت پر دیکھنے کی کوشش کی..

"نہیں..صرف میں آیا ہوں بی بی.. کیا میں اندر آسکتا ہوں..؟؟" وہ شائستگی سے اجازت طلب کر رہا تھا. زمل نے اپنے آنسو حلق میں اتارتے ہوئے پھیکی سی مسکراہٹ لبوں پر سجائی تھی اور اثبات میں سر ہلاتے ہوئے اسے اندر آنے کا راستہ دیا.. وہ برآمدے میں ہی تخت پر بیٹھ گیا.

"کون ہے زمل...؟؟" اندر سے سلمیٰ جہاں نے پوچھا تھا..

"داد بخش ہے امی...!" زمل نے انہیں جواب دیا اور تخت کے پاس رکھے مُوڑوں میں سے ایک پر بیٹھ گئی.

"بتاؤ کیسے آنا ہوا..؟؟" نرمی سے مسکراتے ہوئے زمل نے پوچھا. داد بخش زمین پر نگاہ ٹکائے فرش کو گھور رہا تھا. اسکے سوال پر نگاہ اٹھائے بغیر وہ آہستگی سے گویا ہوا.

"سائیں نے بھیجا ہے مجھے..!"

"زرخان نے..؟؟" زمل نے بھنویں سکیڑ کر کچھ حیرت سے پوچھا..

"جی..!" بخش نے اثبات میں سر ہلایا.

"خیریت..؟؟" زمل ہنوز حیرت زدہ تھی. بھلا زرخان نے اسے کیوں زمل کے پاس بھیجا تھا.

"وہ... سائیں آپ سے شرمندہ ہیں..!" داد بخش نے ہمت کر کے کہا. زمل نے چونک کر اسکی جانب دیکھا. اسکے ذہن میں کچھ کلک ہوا تھا.. وہ ملک شیک کا گلاس... ملازمہ نے زرخان کا ذکر کیا تھا..

"کک... کیوں..؟؟ وہ کیوں شرمندہ ہے..؟؟" زمل نے شدت سے چاہا تھا کہ ویسا کچھ نہ ہو جیسا وہ سوچ رہی ہے.

"بی بی آپ پلیز خان کو غلط مت سمجھیے گا.. ان کو ابھی اتنی سمجھ نہیں ہے..دراصل بی بی..وہ سائیں.. آپکو شاہ سائیں سے دور کرنا چاہتے تھے اسی لیے.." اور پھر وہ ٹھہر ٹھہر کر اسے زرخان کی روحیل کے ساتھ کی جانے والی پلاننگ سے لے کر زرخان کی پلاننگ فیل ہونے تک سب بتاتا چلا گیا.. لیکن اسکی پلاننگ فیل ہونے کے باوجود معاملہ خراب ہوگیا تھا.. ساری بات بتاتے ہوئے بخش نے پوری کوشش کی تھی کہ اسے زرخان کی طرف سے بدگمان نہ ہونے دے.. بات کے اختتام پر زمل نے صدمے سے چور نگاہوں سے بخش کے جھکے سر کی طرف دیکھا پھر اپنا سر ہاتھوں میں تھام کر نگاہ جھکا گئی..

"میں نے.. اسے بیٹا سمجھا تھا..!" زمل روتے ہوئے بڑبڑائی تھی.. صدمہ ناقابل برداشت تھا.

"بی بی سائیں نے وہ سب ناسمجھی میں کیا ہے.. وہ.. بہت شرمندہ ہیں..! بخش نے ایک بار پھر اسے زرخان کی طرف سے صفائی دی تھی.

"پندرہ برس کا لڑکا ناسمجھ ہوتا ہے..؟؟" زمل نے بخش کی طرف دیکھتے ہوئے درشتگی سے پوچھا تھا.. بخش ایک پل کو خاموش ہوگیا.

"بی بی.. آپ.." بخش نے اسے سمجھانے کی کوشش کی تھی.

"چلے جاؤ یہاں سے بخش..!" زمل نے روتے ہوئے سختی سے کہا تھا.

"شاہ سائیں آپکو طلاق دینے والے ہیں بی بی..!!" بخش بے بسی سے گویا ہوا. جیسے یہی بات تو وہ اسے بتانے آیا تھا.. داد بخش کی بات سن کر وہ ایک پل کو سناٹے میں آگئی.. زمل نے بے یقین نظروں سے اسکی طرف دیکھا.

"میں سچ کہہ رہا ہوں بی بی.. شاہ سائیں پچھلے پندرہ دنوں سے ملک سے باہر ہیں.. وہ اپنے وکیل کو طلاق کے کاغذات بنالینے کا کہہ کر گئے ہیں.. دو تین دن تک واپس آجائیں گے اور پھر...!" دھیمی آواز میں بولتے بخش نے بات ادھوری چھوڑ دی. ایک تھکا ہوا آنسو زمل کی آنکھ سے نکلتا ہوا رخسار پر بکھرا تھا..

ہم جو ٹوٹے تو اس طرح ٹوٹے
جیسے ہاتھوں سے گر کے
پتھر پہ کوئی شفاف آئینہ ٹوٹے
جیسے پلکوں سے ٹوٹا تھا آنسو
جیسے سینے میں اک گُماں ٹوٹے
جیسے امید کی نازک ڈالی
برگِ موسم میں ناگہاں ٹوٹے
جیسے آنکھوں میں خواب کی ڈوری
وقتِ طویل میں الجھ جائے
جیسے پیروں تلے سے زمیں نکلے
جیسے سر پہ آسماں ٹوٹے
جیسے ایک شاخ پہ بھروسہ کیے

اس پہ جتنے تھے آشیاں ٹوٹے
جیسے وحشت سے ہوش آ جائے
جیسے تا دیر میں دھیاں ٹوٹے
اب جو ریزہ ہوئے تو سوچتے ہیں
کس نے دیکھا تھا ٹوٹنا اپنا
ہم جو ٹوٹے تو رائیگاں ٹوٹے

وہ روتی بلکتی زمین پر بیٹھتی چلی گئی..

"یوں رونے سے کچھ نہیں ہو گا بی بی.. آپ کچھ کریں.. شاہ سائیں کو یہ طلاق دینے سے روک لیں.. آپ کچھ کرلیں..!" بخش نے جیسے اس سے التجا کی تھی. زمل نے بدحواسی سے اثبات میں گردن ہلائی..

"ہاں میں کچھ کروں گی.. ضرور کروں گی.. حسن مجھے طلاق نہیں دے پائیں گے.. کبھی نہیں!!" نفی میں سر ہلاتے ہوئے وہ اپنے آنسو روکتے ہوئے کہہ رہی تھی.. داد بخش نے ہمدردی سے روتی ہوئی زمل کی جانب دیکھا..وہ لڑکھڑاتے قدموں کھڑی ہوئی تھی، اسے اندر کمرے کی طرف بڑھتا دیکھ بخش واپسی کے لیے پلٹا تھا.. تبھی زمل کے پکارنے پر وہ اسکی طرف مڑا تھا.

"بخش... زرخان سے کہنا میرے سامنے آکر.. مجھے اپنی ماں کہہ کر معافی مانگے.. میں اسے معاف کردوں گی.. اگر وہ خود مجھ سے آکر معافی نہیں مانگے گا تو کبھی معاف نہیں کروں گی..!" وہ بھرائی

ہوئی آواز میں مضبوطی سے بولی. اسکی سبز آنکھوں میں آگ کے سے شعلے جل رہے تھے.. بخش اثبات میں سر ہلاتے ہوئے وہاں سے پلٹ آیا تھا.. اسے لگا تھا کہ زمل فاطمہ نے زرخان کو معاف کرنے کی بے حد چھوٹی سی شرط رکھی ہے مگر وقت نے اس پر ثابت کر دیا تھا کہ وہ شرط پوری کرنا اتنا آسان نہیں تھا.. شہباز حسن کے ملک واپس آنے سے پہلے پہلے وہ اپنی ماں اور بھتیجی کو لے کر وہ گھر، محلہ، علاقہ یا شاید شہر ہی چھوڑ گئی تھی..

♦♦♦♦

"تم دونوں مجھے اب بھی کیوں کچھ بتا رہے ہو بیٹے..؟؟ شادیاں تو کر ہی چکے ہو.. جب چار یا پانچ بچے ہوجائیں گے تب بس ڈائریکٹ ملوانے لے آنا مجھ سے کہ لیں بھئی یہ آپکے پوتے پوتیاں ہیں..!!" داد بخش کے نکاح کی خبر سن کر وہ مصنوعی برہمی سے داد بخش سے مخاطب ہوئے تھے.. انکے انداز پر زرخان بے ساختہ مسکرایا تھا.. جبکہ نگاہ جھکا کے خاموش کھڑی محرم اور عریشہ نے بھی اپنی ہنسی کا گلا گھونٹا تھا.

"سب کچھ بہت جلدی میں ہوا ہے ڈیڈ.. اور پھر شروع سے آپ ہی تو کہتے ہیں کہ جب چاہے جہاں چاہے جس سے چاہے شادی کرلینا.. تو پھر اب یہ ناراضگی..؟؟" زرخان نے انکے لہجے کے مصنوعی پن سے انجان بنتے ہوئے انہیں چھیڑا..

"بیٹا ناراض تو میں بالکل نہیں ہوں کیونکہ تم دونوں کی بیویاں بلکل پریوں جیسی پیاری اور معصوم ہیں... مگر یہ جو اتنی جلد بازی مچائی ہے ناں تم

"تم دونوں مجھے اب بھی کیوں کچھ بتا رہے ہو بیٹے..؟؟ شادیاں تو کر ہی چکے ہو.. جب چار یا پانچ بچے ہوجائیں گے تب بس ڈائریکٹ ملوانے لے آنا مجھ سے کہ لیں بھئی یہ آپکے پوتے پوتیاں ہیں..!!" داد

بخش کے نکاح کی خبر سن کر وہ مصنوعی برہمی سے داد بخش سے مخاطب ہوئے تھے.. انکے انداز پر زرخان نے بے ساختہ قہقہ لگایا تھا.. جبکہ نگاہ جھکا کے خاموش کھڑی محرم اور عریشہ نے بھی اپنی بے اختیار امڈتی ہنسی کا گلا گھونٹنے کی کوشش کی تھی.

"سب کچھ بہت جلدی میں ہوا ہے ڈیڈ.. اور پھر شروع سے آپ ہی تو کہتے ہیں کہ جب چاہے جہاں چاہے جس سے چاہے شادی کرلینا..تو پھر اب یہ ناراضگی..؟؟" زرخان نے انکے لہجے کے مصنوعی پن سے انجان بنتے ہوئے انہیں چھیڑا..

"بیٹا ناراض تو میں بالکل نہیں ہوں کیونکہ تم دونوں کی بیویاں بلکل پریوں جیسی پیاری اور معصوم ہیں... مگر یہ جو اتنی جلد بازی مچائی ہے تم دونوں نے کم از کم اسکی وجہ تو بتا دیتے یار... جس سے مرضی شادی کرلینے کا کہا تھا، مجھے بتائے بغیر اور میری غیر موجودگی میں شادی کا تو نہیں کہا تھا..؟؟" سکون سے چیئر کی پشت سے ٹیک لگاتے ہوئے وہ نرمی سے گویا ہوئے..

"ڈیڈ صحیح کہہ رہے ہیں خان... آپکو بخش اور عریشہ کے نکاح کی خبر پہلے ڈیڈو سے شئیر کرلینی چاہئیے تھی..!" اسنے اپنی طرف سے کافی سمجھداری کا مظاہرہ کیا تھا.. جبکہ زرخان اسکی نت نئی سمجھداریوں سے نا صرف حیران ہورہا تھا بلکہ پریشان بھی ہورہا تھا کیونکہ ڈیڈ کے سامنے اسکے منہ سے وہی الفاظ پھسل رہے تھے جو زرخان کے خلاف تھے..

"میں تو بخش کی سیریس حالت کی وجہ سے بہت بزی تھا.. ہنی تم مجھے یاد کروا دیتیں ناں.. آخر کو ڈیڈ کی بہو ہو تم... اور جس دن بخش اور عریشہ کا نکاح ہوا تھا اسی رات غالباً تمہاری ڈیڈ سے بات بھی

ہورہی تھی..؟؟" زرخان نے اپنے لبوں پر امڈتی مسکراہٹ دباتے ہوئے مصنوعی سنجیدگی سے کہا. محرم ایک پل کو گڑبڑا گئی.

"ہاں مگر.. بڑے تو آپ ہی ہیں ناں خان.. میں تو ابھی چھوٹی ہوں.. مجھے اتنی عقل تھوڑی ہے.. ویسے بھی میری مومی کہتی ہیں کہ میں ابھی کافی نا سمجھ ہوں..!!" محرم نے بہت سوچ سمجھ کر جواب دیا تھا جس پر وہ سب مسکرا دیے.

"بی بی ٹھیک کہہ رہی ہیں سائیں.. ابھی یہ کافی نا سمجھ ہیں..!!" بخش نے اپنی ہنسی روکتے ہوئے زرخان سے کہا.. شہباز حسن ان دونوں کی گفتگو سے لطف اندوز ہورہے تھے..

"ہاں جی.. میری ہی غلطی ہے.. یہ محترمہ تو ابھی چھوٹی ہیں..!" زرخان نے مسکراتے ہوئے کہا اور ایک بھرپور نگاہ محرم کے مسکراتے چہرے پر ڈالی.. اسکا گلاب چہرہ دیکھتے ہوئے وہ سوچ رہا تھا کہ اسی نا سمجھ لڑکی نے اپنی بے عقلی کے مظاہرے کر کر کے سے اسکے حواس سلب کر رکھے تھے.. اس چھوٹی سی لڑکے نے لمبے چوڑے سمجھدار زرخان علی عباسی کو اپنے لیے دیوانہ بنا رکھا تھا.. شاہ کے مخاطب کرنے پر وہ چونک گیا اور محرم کے چہرے سے نگاہ ہٹا کر انکی طرف متوجہ ہوا.

"علیزہ کس وارڈ میں ہے..؟؟" وہ سنجیدگی سے دریافت کر رہے تھے.. زرخان کے چہرے پر سختی در آئی.

"آپ اس سے ملنے جائیں گے..؟؟" زرخان کا لہجہ برف ہورہا تھا.

"نہیں وہ ملنے کی کنڈیشن میں ہے ہی کہاں..؟؟ صرف اسے دیکھنے جارہا ہوں..!" شہباز حسن ہنوز سنجیدہ تھے..

"سیکنڈ فلور پر.. آئی-سی-یو.. میں ہے.. اسے پچھلے دو گھنٹے سے مصنوعی سانس دی جا رہی ہے.. وہ کسی بھی وقت .... !" زرخان نے بات ادھوری چھوڑ دی.. شاہ نے اثبات میں سر ہلایا.

پھر زرخان کے ساتھ علیزہ کو دیکھنے کے لیے سیکنڈ فلور پر آگیا.. پُروقار چال چلتا وہ اپنے سے لمبے... اپنے بیٹے کی معیت میں کوریڈور میں چل رہا تھا.. چال میں مضبوطی تھی.. معاً چلتے چلتے اسکے قدم رکے تھے.. ایک کمرے کے باہر نوراں (عباسی ہاؤس کی ملازمہ جو یر وقت زمل کے ساتھ رہتی تھی) ڈسٹ بن میں کچھ پھینک رہی تھی.. شاہ نے زرخان کی طرف دیکھا جو اپنے باپ کو رکتا دیکھ خود بھی رک چکا تھا.

"نوراں بی بی کے لواحقین میں سے کوئی بیمار ہے..؟؟" انھوں نے کمرے کے اندر جاتی نوراں کی پشت دیکھتے ہوئے زرخان سے پوچھا.. انکے سوال پر زرخان کے ذہن میں جھماکا ہوا تھا.. "اوہ نو.." وہ بڑبڑایا تھا.. علیزہ کی وجہ سے یہ بات تو اسے یاد ہی نہ رہی تھی کہ زمل فاطمہ بھی اسی فلور پر ایڈمٹ ہیں..

"واٹ..؟؟ از ایوری تھنگ اوکے..؟؟" زرخان کی آنکھوں میں اترتی تشویش دیکھ کر انہوں نے کچھ فکر مندی سے پوچھا.

"یس..!" زرخان نے بامشکل جواب دیا.

"آؤ دیکھتے ہیں..!" سنجیدگی سے کہہ کر وہ اس کمرے کی طرف بڑھے..

"ڈیڈ....!!" وہ انہیں پکارنا چاہتا تھا مگر اپنی کوشش میں ناکام رہا تھا.. ایک ناں ایک دن یہ تو ہونا ہی تھا مگر وہ دن آج کا ہوگا یہ زرخان نے سوچا بھی نہیں تھا.

دھیمی چال چلتا شہباز حسن کمرے کے کھلے دروازے کے پاس رک گیا تھا.. اسنے آہستہ سے ڈور ناک کیا تھا.. ڈور ناک ہونے پر مریضہ کے سامنے کھڑی نوراں نے پلٹ کر دیکھا اسکی جانب دیکھا.. شہباز حسن کو دیکھ کر اسنے فٹ سلام جھاڑا تھا.. نوراں کے پلٹنے پر اسکی غیر دانستہ نگاہ جو مریضہ پر پڑی تھی تو ساکت سی رہ گئی تھی.. دل اتنی شدت سے دھڑکا تھا کہ اسے لگا جیسے پھٹ کر حلق میں آجائے گا.. سترہ سال بعد.. پورے سترہ سال بعد وہ چہرہ اسکی نگاہوں کے سامنے تھا جسے گزرے ماہ و سال میں اسنے ہر ہر لمحہ یاد کیا تھا.. ہر سانس پر اسی کا نام لیا تھا.. شاہ نے سہارے کے لیے دروازے کو تھام لیا.. جبکہ دوسری جانب زمل فاطمہ کے دل کی حالت بھی اس سے جدا نہ تھی.. اسکی ویران آنکھیں شاہ کو دیکھ کر پتھر ہوگئی تھیں.. وہ بنا پلک جھپکائے یک ٹک اسکی جانب دیکھ رہی تھی جو سترہ سال بعد بھی ویسا ہی تھا.. بالکل ویسا ہی باوقار.. سنجیدہ.. شاندار شخصیت کا حامل.. ہاں آنکھوں پر نظر کی عینک اور قلموں میں سفید بالوں کا اضافہ ہوچکا تھا..

"یہ جی.. محرم بی بی کی پھپھو ہیں..!" نوراں نے شاہ کے قریب آکر اپنی طرف سے تعارف کروایا تھا مگر شاہ کے سکوت میں کوئی فرق نہیں آیا تھا.. وہ دھیمی ہوتی دھڑکنوں کو سنبھالتے ہوئے بس چپ چاپ اسکا زرد چہرہ دیکھ رہا تھا.. کمرے میں آتے زرخان نے نوراں کو باہر نکلنے کا اشارہ کیا اور خود شہباز کے کندھے پر اپنا ہاتھ پھیلایا..

"ڈیڈو وہ.. محرم فاطمہ مام کی بھتیجی ہے..!!" زرخان نے مضبوط لہجے میں اسے سچ بتایا تھا.. زرخان کو خود سے دور دھکیل کر وہ آہستگی سے اسکی جانب بڑھا.. چال میں وہ مضبوطی نہ تھی بلکہ ایک واضح لڑکھڑاہٹ تھی جس نے زرخان کو پریشان کر دیا تھا. اسے قریب آتا دیکھ زمل کو اپنی سانسیں ساکن

ہوتی محسوس ہورہی تھیں.. اسکی ویران آنکھوں کی سطح خشک تھی. البتہ شہباز حسن کی آنکھوں میں لہو سا اتر رہا تھا. اسکا نحیف وجود دیکھ کر شاہ کی پلکوں پر نمی اتر رہی تھی.

"زمل...!" شہباز کے لب آہستگی سے وا ہوئے تھے.. زمل کا دل ایک پل کو رُک سا گیا.. شاہ نے اپنا بے جان ہوتا ہاتھ بڑھا کر اسکی سفید ہوتی پلکوں کو چھولیا تھا. زمل کی بنجر آنکھوں میں تیزی سے نمی اتری تھی.. اسنے ایک لمبی سانس لینے کی کوشش کی تھی.. سانسیں سینے میں ہی کہیں اٹک رہی تھیں.. زرخان آہستگی سے کمرے سے نکل گیا.. وہاں آتی محرم کو اسنے ہاتھ بڑھا کر اپنی جانب کھینچ لیا..

"خان یہ..؟؟" شہباز حسن کو زمل کے قریب جھکے دیکھ اسنے حیرت سے پوچھا تھا...

"شش.. چپ... تم میرے ساتھ چلو..!" اسے اپنے بازو کے حلقے میں لے کر وہ اسے لیے ایک طرف کو بڑھنے لگا..

"مگر خان.. مجھے مومی کی حالت ٹھیک نہیں لگ رہی... اور ڈیڈو کیوں انکے پاس اسطرح..؟" محرم کا دل گھبرانے لگا..

"جانم میرے ساتھ آؤ ناں تم.. میں تمہیں سب بتاتا ہوں..!" زرخان نے نرمی سے اسکا رخسار سہلایا.. جبکہ دوسری جانب شہباز حسن زمل کو دیکھتے ہوئے اپنا آپ گنوا رہا تھا.

"یہ تم ہی ہو ناں..!!" وہ کھویا کھویا سا اسکا رخسار چھوتے ہوئے کہہ رہا تھا.. زمل کی سبز آنکھوں سے آنسو ٹوٹ ٹوٹ کر کنپٹیوں میں جذب ہونے لگے.. اسکے سوکھے زرد ہونٹ خاموش تھے.. شہباز یک ٹک اسکی آنکھوں سے گرتے موتیوں کو دیکھ رہا تھا. اگلے ہی پل وہ بے تابی سے اسکے چہرے کے

نقوش کو چھونے لگا.. زمل کی سانسوں میں اس لمس سے ارتعاش سا پیدا ہورہا تھا.. بیڈ پر بچھی سفید چادر اپنی مٹھیوں میں دبوچتے ہوئے وہ لمبے لمبے سانس لینے لگی..

اسکی سانسیں ٹوٹ رہی تھیں.. دل کی دھڑکنیں مدھم ہورہی تھیں..

"فاطمہ.. فاطمہ آر یو اوکے..؟؟" شاہ نے اسکا رخسار تھپتھپاتے ہوئے بے تابی سے پوچھا تھا.. زمل کی پیشانی کی رگیں سختی سے ابھر آئی تھیں.. وہ منہ کھول کر لمبے لمبے سانس لینے کی کوشش کر رہی تھی.. اسکی حالت دیکھ کر شاہ ڈاکٹر کو بلانے کے لیے پلٹا تھا جب زمل نے اسکا ہاتھ سختی سے دبوچ لیا.. اسکی ناک سے خون کی لکیر نکلتی ہوئی چہرے پر پھیل رہی تھی.. شاہ نے بے یقینی سے نفی میں سر ہلایا.. اسکی لہو رنگ ہوتی آنکھوں سے نکلتا پانی کا ایک قطرہ زمل کے رخسار پر گرا تھا جو پلکیں جھپکتے ہوئے بس اسکا چہرہ دیکھ رہی تھی.. خون بہت تیزی سے اسکی ناک سے نکلتا ہوا ٹھوڑی تک جا رہا تھا.. شاہ نے فوری طور پر ڈاکٹرز کو بلایا تھا.. زمل کی حالت بگڑ چکی تھی..

ڈاکٹرز نے اسے آئی-سی-یو میں شفٹ کردیا تھا.. شہباز پریشان زدہ سے زرخان کی طرف بڑھا جو روتی ہوئی محرم کو چپ کروانے کی کوشش کر رہا تھا.

"یہ سب کیا ہے علی..؟؟ تم فاطمہ سے کب ملے..؟؟ اور محرم..؟؟ تم نے تو کہا تھا کہ محرم تمہارے کسی دوست کی بہن ہے جسکی اچانک ڈیتھ کی وجہ سے تم محرم سے شادی کر رہے ہو..؟؟" شہباز بنا رکے بولتے چلے گئے.. زمل کی حالت دیکھ کر حقیقتاً اسکے ہوش اُڑ گئے تھے.. وہ جسے دیکھنے کے لیے اسکی آنکھیں پچھلے سترہ سالوں سے ترس رہی تھیں، وہ آج ملی بھی تھی تو کس حال میں.. برین ٹیومر

کا سن کر شاہ کو لگا تھا کہ اسکے اپنے دماغ کی کوئی نس پھٹ جائے گی.. درد زہر بن کر اسکی نس نس میں اترنے لگا تھا..

"ڈیڈو میں.. میں آپکو سب کچھ بتاتا ہوں.. آپ حوصلہ رکھیے پلیز..!" سسکتی ہوئی محرم کو خود سے الگ کرتے ہوئے وہ شاہ کے قریب آیا تھا.. شہباز اپنی انگارہ ہوتی آنکھوں سے زرخان کی جانب دیکھ رہے تھے.

"ڈیڈ وہ.. وہ سترہ سال پہلے، جو کچھ بھی ہوا.. وہ سب ایک غلط فہمی تھی.. فاطمہ مام کا کوئی قصور نہیں تھا..!" اپنی سرخ پڑتی شہد رنگ آنکھیں چکنے فرش پر جما کر وہ ٹھہر ٹھہر کر بولا.. شاہ کے چہرے پر اس کے اعتراف سے کوئی حیرت نہیں ابھری تھی.. آنکھوں میں ہنوز سکوت تھا.. شاہ کی خاموشی محسوس کرکے زرخان نے نگاہ اٹھا کر اسکی جانب دیکھا..

"جو میں جانتا ہوں وہ مجھے مت بتاؤ..!" اب کہ حیران ہونے کی باری زرخان کی تھی.. اسنے بے یقینی سے انکی جانب دیکھا.. تو کیا وہ سچ جانتے تھے..؟؟ مگر کب سے..؟؟

"مجھے صرف اتنا بتاؤ کہ تمہیں فاطمہ کہاں ملی ہے اور.. اور کتنا ٹائم ہوچکا ہے اسے اس بیماری سے لڑتے..؟؟" آنکھوں میں اترتی نمی حلق میں اتارتے ہوئے شاہ نے زرخان سے پوچھا..

"دو سال.. دو سال پہلے پتا چلا تھا انہیں کہ... وہ برین ٹیومر کا شکار ہوچکی ہیں.. انہوں نے پرواہ نہیں کی اور.. نتیجہ آج ہمارے سامنے ہے..!!" لبوں پر زبان پھیر کر اسنے سنجیدگی سے جواب دیا. وہ بات جو آج تک اسنے اپنی طرف سے شہباز حسن سے چھپا کر رکھی تھی وہ بات وہ جانے کب سے جانتے تھے.. تو اگر وہ سب جانتے تھے تو پھر انہوں نے زمل فاطمہ کو کیوں چھوڑا تھا..؟؟

♦♦♦♦

"ڈائیورس کے پیپرز ریڈی ہوچکے ہیں سر.. میرے سیکرٹری نے آپکی وائف سے کانٹیکٹ کرنے کی کوشش کی ہے بٹ پتا چلا ہے کہ وہ پچھلے ایک ہفتے سے غائب ہیں.. آس پاس کے محلے داروں سے بھی پوچھ گچھ کی ہے مگر کسی کو کچھ خبر نہیں.. اب انکی غیر موجودگی میں تو... طلاق ممکن نہیں ہے..!" اسکا وکیل اسکے سامنے کھڑا دھیمی آواز میں اسے اطلاع دے رہا تھا. وہ کل شام ہی شارجہ سے واپس آیا تھا اور آج وکیل کو طلب کر لیا تھا.. اور اب اسکے منہ سے ہونے والے انکشاف نے ایک پل کو شہباز حسن عباسی کو ساکت کردیا تھا.. تو وہ جا چکی تھی.. اسے رانجھا بننے کا بہانہ دے گئی تھی.. شاہ نے اسے ہاتھ سے جانے کا اشارہ کیا اور خود صوفے کی پشت پر سر ٹکا لیا.. تو یعنی آخر ان کی محبت کا نتیجہ جدائی نکلا تھا. اور یہ جدائی تو اسنے خود چُنی تھی.. اپنے ہاتھوں سے.. سب جانتے بوجھتے بھی اسنے اس پری پیکر کو خود سے دور کردیا تھا.. وہ جانتا تھا کہ وہ بے قصور ہے.. جان تو وہ اسی رات گیا تھا جب اسنے روتی بلکتی زمل کو گھر سے نکال باہر کیا تھا اور اندر آنے پر زرخان اسے روتا ہوا ملا تھا.. اسنے لبوں سے کچھ نہیں کہا تھا مگر اسکی شہد رنگ آنکھوں میں پھیلی سراسیمگی اسے بتا گئی تھی کہ اسکا بیٹا زمل کو اس سے دور کرنے کے لیے کس حد تک جانے والا تھا.. اپنے وقتی غصے اور رگوں میں اڈتے شک کے طوفان کے باعث وہ اسے گھر سے نکال تو چکا تھا مگر طلاق دینے کا فیصلہ اسنے اس شک کی وجہ سے نہیں کیا تھا.. نہ ہی زرخان کی ناپسندیدگی کی وجہ سے اسے چھوڑ رہا تھا. وہ زمل کی خاطر زمل کو چھوڑنے کا فیصلہ کر گیا تھا.. اسکا جوان ہوتا بیٹا اس عورت کے خلاف تھا جو اسکے دل کی ملکہ تھی، وہ زرخان کی نفرت میں زمل کو جھلسانا نہیں چاہتا تھا.. زرخان کے کسی غلط مقصد سے بچانے کے لیے شاہ نے اس سے جدائی کا فیصلہ کر لیا تھا..ہاں اسے اپنی محبت سے بڑھ کر زمل کی

عزت عزیز تھی.. جو زرخان کی نفرت کے باعث عباسی ہاؤس میں محفوظ نہیں تھی.. اس نے ایک صحیح فیصلہ غلط وقت پر کیا تھا.. وہ نہیں جانتا تھا کہ زرخان اپنے کیے پر شرمندہ ہے.. وہ نہیں جانتا تھا کہ زرخان اسے "مام" کہہ چکا ہے.. اگر جان لیتا تو یقیناً اپنی زندگی کو خود سے دور نہ کرتا..

♦♦♦♦

مجھے اب ڈر نہیں لگتا

مجھے اب ڈر نہیں لگتا
کسی کے دور جانے سے
تعلق ٹوٹ جانے سے
کسی کے مان جانے سے
کسی کے روٹھ جانے سے
مجھے اب ڈر نہیں لگتا
کسی کو آزمانے سے
کسی کے آزمانے سے
کسی کو یاد رکھنے سے
کسی کو بھول جانے سے
مجھے اب ڈر نہیں لگتا
کسی کو چھوڑ دینے سے

کسی کے چھوڑ جانے سے

نا شمع کو جلانے سے

نا شمع کو بجھانے سے

مجھے اب ڈر نہیں لگتا

اکیلے مسکرانے سے

کبھی آنسو بہانے سے

نا اس سارے زمانے سے

حقیقت سے فسانے سے

مجھے اب ڈر نہیں لگتا

کسی کی نا رسائی سے

کسی کی پارسائی سے

کسی کی بیوفائی سے

کسی دکھ انتہائی سے

مجھے اب ڈر نہیں لگتا

نا تو اس پار رہنے سے

نا تو اس پار رہنے سے

نا اپنی زندگانی سے

نا اک دن موت آنے سے

مجھے اب ڈر نہیں لگتا...

بارہ سالہ محرم کا ہاتھ تھامے وہ اس چھوٹے سے پارک میں چہل قدمی کر رہی تھی.. سلمٰی جہاں کو اسکا ساتھ چھوڑے آٹھ سال ہونے کو آئے تھے... لاہور کی حدود چھوڑ دینے کے بعد وہ محرم اور سلمٰی جہاں کو لیے سرگودھا آگئی تھی.. یہاں اسکی کالج کے زمانے کی ایک دوست رہا کرتی تھی.. اس دوست کی تو شادی ہوچکی تھی مگر اسکی بوڑھی ماں اور چھوٹے بھائی نے چند دن انہیں اپنے گھر میں پناہ دے دی تھی.. تھوڑے ہی دنوں میں اسے ایک اچھے سکول میں جاب بھی مل گئی تھی.. عون کی شہادت پر گورنمنٹ کی طرف سے ملی ہوئی رقم زمل نے محرم کے محفوظ مستقبل کے لیے بنک میں جمع کروادی تھی.. وقت دھیرے دھیرے گزرنے لگا تھا مگر زمل کے لیے تو وقت کی رفتار جیسے تھم سی گئی تھی.. ہر رات وہ شخص اسکی آنکھوں میں آنسو بن کر اترتا تھا.. راتیں کاٹے سے نہ کٹتی تھیں مگر وہ محرم کی خاطر جی رہی تھی.. اسے جینا ہی تھا. شہباز حسن کے ساتھ گزرے حسین لمحات ہی اسکی کل متاع تھے... وقت گزرنا شاید اس لیے بھی مشکل ہورہا تھا کہ وہ حسین بھی تھی اور جوان بھی. جانے کب اور کیسے وہ سکول کے سرکو کی نظروں میں خاص ہوگئی تھی، دن با دن سر کی مہربانیوں میں اضافہ ہونے لگا تو مجبوراً زمل کو وہ سکول چھوڑنا پڑا... مگر بعد میں اسے اندازہ ہوا تھا کہ صرف سکول چھوڑنا ہی کافی نہیں ہے.. کیونکہ لاہور کے کچھ آدمی در در کی خاک چھانتے یقیناً اسے ہی ڈھونڈ رہے تھے.. مرد کے بغیر ایک عورت کے لیے اس دنیا میں زندگی کے دن پورے کرنا کس قدر کٹھن ہے یہ کوئی زمل فاطمہ سے پوچھ لیتا.. وہ زرخان کے آدمی تھے جو اسکی تلاش میں وہاں تک

پہنچے تھے.. گھر تو پہلے ہی کرائے کا تھا، زمل نے اپنا چھوٹا موٹا سامان سمیٹا تھا اور پانچ سالہ محرم کو لے کر لاہور سے تھوڑی ہی دور گجرانوالہ آگئی تھی.. وہاں بھی چند دن ٹھوکریں کھانے کے بعد اسے ایک کمرے کا چھوٹا سا مکان کرائے پر مل گیا تھا.. سات سال اسنے ہر طرح کی تکلیفیں اور تلخ حقیقتیں جھیلنے کے بعد کاٹ ہی لیے تھے مگر اب جبکہ محرم بارہ سال کی ہوچکی تھی تو آج پھر زرخان اس تک پہنچنے میں کامیاب ہونے والا تھا.. وہ جانتی تھی کہ اپنی دی گئی زبان کے مطابق، زرخان کے سامنے آکر معافی مانگ لینے پر اسے زرخان کو معاف کرنا پڑے گا اسی لیے وہ آج پھر سے نقل مکانی کرنے کا فیصلہ کر رہی تھی.. آج پھر سے اسے ایک نئی جگہ، نئے شہر جانا تھا.. بس آئی تو وہ پارک سے نکل کر محرم کو لیے بس میں آبیٹھی.. اسے گجرانوالہ سے بھی دور ہونا تھا.. اب کی بار وہ زیادہ دور نہیں گئی تھی.. اس بار زمل نے قصور کا رخ کیا تھا..

قصور میں بھی بارہا وہ گھر تبدیل کرتی رہی تھی.. زندگی کی اس بھاگم دوڑ میں شہباز کی جدائی کب زہر بن کر اسکے وجود میں سرایت کر گئی، اسے پتا بھی نہ چلا.. محرم بڑی ہوچکی تھی اور اتنی نادان بھی نہ تھی جتنی زمل اسے سمجھتی تھی.. وہ زمل کو جسمانی طور پر کمزور ہوتا دیکھ رہی تھی اور دن رات اسے ہاسپٹل چلنے کا کہتی... انہی دنوں میں اسکا میٹرک کا شاندار رزلٹ آگیا تھا.. اسنے اپنے سکول میں ٹاپ کیا تھا.. اس دن محرم بے حد خوش تھی اور یقینی طور پر زمل بھی اسکی خوشی میں خوش تھی.. محرم سکول میں منعقد اینول فنکشن اٹینڈ کرنے کے لیے گئی تو پیچھے اسکے سر میں شدید درد کی لہر اٹھی تھی.. اس روز حقیقتاً زمل کو موت سر پر کھڑی نظر آئی تھی.. اسے یوں محسوس ہورہا تھا جیسے آنکھوں کی رگیں پھٹ جائیں گی... ہوش کھونے سے پہلے جو آخری خیال اسکے ذہن میں آیا تھا وہ محرم کا ہی

تھا.. اگر اسے کچھ ہوگیا تو محرم کا کیا ہوگا...؟؟؟ اور پھر اللہ نے جیسے اسکی مشکل آسان کردی تھی.. سولہ سال بعد زرخان علی عباسی اسکے سامنے تھا.. نادم.. بے حد شرمندہ.. روتا ہوا اس سے معافی مانگ رہا تھا.. محرم کی طرف سے انکی فکر دور ہوگئی تھی.. سب ٹھیک ہوگیا تھا. محرم بھی زرخان کے ساتھ ایڈجسٹ ہوگئی تھی مگر اس کی سانسیں چل رہی تھیں.. ہاسپٹل کے بیڈ پر لیٹے لیٹے اکثر وہ سوچا کرتی تھی.

کیوں..؟؟

کس لیے..؟؟

کون سی آس پر دھڑک رہا تھا دل...؟؟

اب باقی ہی کیا تھا بھلا..؟؟

تبھی چپکے سے دل اسکے کان میں سرگوشی کر دیا کرتا تھا.

"شہباز حسن.. ایک بار.. فقط ایک نظر... بس چند لمحوں کے لیے..!" اور دل کی سرگوشی سن کر زمل پھیکی ہنسی ہنس دیتی.. آنکھوں سے آنسو ٹوٹنے لگتے.. اور آج وہ آگیا تھا.. چند گھنٹوں پہلے اسکے پاس اسکے قریب ہی تو تھا.. تو اب کہاں تھا.. کیا وہ مرچکی تھی..؟؟ زمل نے بھاری آنکھیں کھولنے کی ناکام کوشش کی... لبوں نے شہباز حسن کو پکارا تھا..

"میں یہیں ہوں فاطمہ..!" اسکا ہاتھ تھام کر وہ بھاری ہوتی آواز میں بولا تھا.. زمل نے بامشکل اپنی آنکھیں کھولیں..

"حسن...!" اسکے سوکھے لبوں نے بے آواز حرکت کی تھی..

ڈسا ہے ہجر نے.............ہم °و!!!!

ہمارے سانس..............نیلے ہیں!!!!

"تو تم مجھے چھوڑ کر جانا چاہتی ہو..؟؟" اسنے زمل کو خفگی سے مخاطب کیا جو اپنی ادھ کھلی آنکھوں سے اسی کی جانب دیکھ رہی تھی جسکی سیاہ آنکھوں کی پلکیں بھیگی ہوئی تھیں.. اسکے سوال پر زمل نے آہستگی سے نفی میں سر ہلایا.

"مم...میں آپکو...کیا چھوڑوں... گی حسن آپ تو.. خود..ہی مجھے، سالوں پہلے چھوڑ چکے ہیں..!" زمل نے بھیگی آواز میں کہا. وہ رونا نہیں چاہتی تھی مگر آنکھیں بھر بھر آرہی تھیں... گزرے سترہ سالوں میں اسنے بارہا خود سے یہ وعدہ کیا تھا کہ اگر جو کبھی وہ شخص اسکے سامنے آ بھی گیا تو وہ منہ پھیر کر اسکے پاس سے گزر جائے گی مگر آج جب وہ سامنے آیا تھا تو زمل کی آنکھیں مسلسل شہباز حسن کی جانب دیکھ رہی تھی..

"میں نے تمہیں طلاق نہیں دی تھی.. تم اب بھی میری بیوی ہو.. پھر تم کیسے کہہ سکتی ہو کہ میں نے تمہیں چھوڑ دیا..؟؟" اسکے بالوں میں نرمی سے ہاتھ چلاتے ہوئے کہتا وہ خود کو ڈیفینڈ نہیں کر رہا تھا، بلکہ زمل کو احساس دلا رہا تھا کہ شہباز حسن اسکا شوہر ہے.. زمل اسکے لہجے کی نرمی پر ہولے سے مسکرائی..

"اپنی ان باتوں سے میرا مرنا کیوں مشکل کر رہے ہیں حسن..؟؟" اپنے ہاتھ پر رکھے شاہ کے ہاتھ کو تھامتے ہوئے وہ تکلیف زدہ سی پوچھ رہی تھی. شہباز کا دل خون ہونے لگا.. وہ جو خود پر ضبط کیے بیٹھا

تھا، اب جیسے ضبط ٹوٹنے کو تھا.. زمل کی سبز آنکھیں درد کے باعث رو رو کر سوج چکی تھیں.. شاہ نے بغور ان آنکھوں میں دیکھا.

"میں تمہیں مرنے نہیں دوں گا زمل فاطمہ... تمہیں مرنے نہیں دوں گا....... سنا تم نے..!!" اسکی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے وہ سختی سے کہہ رہا تھا.. انداز میں یقین سا تھا.. اسکی بات سن کر زمل کے لبوں پر مسکراہٹ پھیل گئی، سبز آنکھوں میں درر ہلکورے لے رہا تھا..

"کیسی باتیں کر رہے ہیں حسن... اب تو چند سانسوں کا کھیل باقی ہے..!" زمل نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا. شہباز کی آنکھیں نم ہونے لگیں.اسے کیسے بتاتا کہ اب تک جو اسکی سانسیں چل رہی تھیں تو وجہ زمل فاطمہ کی چلتی سانسیں تھیں جو فضا میں گھلی اس کی سانسوں میں بھی اترتی تھیں..

"نہیں زمل... پلیز.. ایسا مت کرو... خدا کے لیے میرے ساتھ

ایسا مت کرو..!!" اسکا کمزور ہاتھ اپنی آنکھوں سے لگاتے ہوئے وہ اس سے التجا کر رہا تھا.. زمل کے آنسوؤں کی رفتار میں اضافہ ہونے لگا.. سر میں درد کی

ٹیسیں اٹھنے لگی تھیں.

"یاد کریں حسن.. میں نے بھی آپ سے یہی کہا تھا کہ... ایسا مت کریں.. آپکو خدا کا واسطہ بھی دیا تھا.. مگر پھر بھی... پھر بھی آپ نے مجھے خود سے دور کردیا..؟؟؟" وہ سسکنے لگی تھی.. آنسو بڑی روانی سے اسکے گال بھگو رہے تھے.. شہباز کی بھیگتی آنکھیں بھی اپنی محبوب آنکھوں کا ساتھ دے رہی تھیں.

"ہوگئی ناں غلطی... ہوگئی خطا.. اب کیا مجھے اتنی بڑی سزا دو گی...؟؟" وہ اسکا چہرہ آنکھوں میں سموئے روتے ہوئے کہہ رہا تھا.. ہاں وہ رو رہا تھا.. وہ جو زمل فاطمہ کی جدائی پر نہیں رویا تھا آج اسکے مرجانے کا سوچ کر رو رہا تھا..

"یہ سزا تو آپ نے خود اپنے لیے منتخب کی ہے حسن.. میں نے کتنا کہا تھا آپ سے... کتنا یقین دلایا تھا کہ جی نہیں پاؤں گی آپ کے بنا.. مرجاؤں گی میں مگر آپ... آپ کو تو میری.. کسی بات کا یقین ہی نہیں تھا... تو پھر اب کیوں... اب کیوں تڑپ رہے ہیں.. اب.. بس... مجھے سکون سے.. مم.. مر جانے دیں..!" روتے ہوئے بولتی وہ اسکے ہاتھ پر اپنی گرفت سخت کرگئی تھی..

"میں...میں سب ٹھیک کردونگا فاطمہ.. تم پلیز ایسا مت کرو..!" شاہ نے بے تابی سے کہا. زمل نے ہولے سے نفی میں سر ہلایا.

"اب... کچھ ٹھیک.. نہیں.. ہوسکتا...!" زمل کہتے ہوئے آہستگی سے مسکرائی تھی اور ایک پل کو آنکھیں بند کرلیں. وہ آنکھیں بند کیے لمبے لمبے سانس لے رہی تھی. شہباز بے بسی کی تصویر بنا یک ٹک اسکا چہرہ دیکھ رہا تھا.

"پتا ہے حسن..؟؟" وہ آنکھیں بند کیے دھیمی آواز میں گویا ہوئی. جیسے آنکھیں کھول کر بولنا دشوار ہو..

"جب آپکا پروپوزل آیا تھا ناں...!" وہ بولتے ہوئے رک گئی.. ماضی میں کھونے لگی تھی شاید..

"تب میری امی نے کہا تھا.. کہا تھا کہ... زمی... وہ تو.. تم سے بہت بڑا ہے عمر میں.. اگر زندگی کے سفر میں.. کبھی جو تمہیں.. تنہا چھوڑ گیا.. تو تمہارا کیا ہو گا...!!" اپنی ماں کے الفاظ دوہراتے ہوئے وہ پھر سے مسکرائی تھی. شہباز حسن نم آنکھوں میں اسکا چہرہ سموئے مکمل طور پر اسکی طرف متوجہ تھا..

"تب.. میں نے.. چپکے سے.. اللہ سے ایک دعا کی تھی..!" کہہ کر زمل نے اسکی طرف دیکھا.. اسکی سبز آنکھیں یوں بے رنگ ہورہی تھیں جیسے رنگوں سے ناواقف ہوں..

"میں نے دعا کی تھی.. دعا... کی.. تھی کہ.. اے میرے اللہ... اگر تو مجھے شاہ کا ساتھ عطا کردے.. تو اسی صورت میں کرنا.. کہ جب بھی.. موت ہمارے.. درمیان..جدائی بن کر آئے.. تو جدائی... جدائی شہ...باز کے مقدر میں لکھنا..،اور آج مجھے پتا چل رہا ہے..کہ... اللہ نے ..میری دعا.. قبول کرلی تھی.. جدائی.. آپکے مقدر میں لکھ دی اسنے..." زمل نے مسکراتے ہوئے کہا. اسکی سبز آنکھیں اشک بہا رہی تھیں. شہباز کی بھیگی آنکھوں سے آنسو ٹوٹ کر اسکے گال پر بکھرا تھا..

"تو یعنی.. فائنلی.. میں اب رانجھا بن ہی جاؤں گا..؟؟" وہ اپنی حد سے زیادہ بھاری ہوتی آواز پر بامشکل قابو پاتے ہوئے آہستگی سے بولا.. آج اسکا انداز پُرمزاح نہیں تھا آج آواز میں درد تھا..

"ہاں... آپ نے ہی تو کہا تھا کہ... میں آپکی ہیر ہوں.. اور ہیر تو.. کہانی کے آخر میں.. مرجاتی ہے حسن...!!" کہتے ہوئے زمل پھر سے روپڑی.. اس بار شہباز حسن بچوں کی طرح بلک پڑا تھا.. اندر کی گھٹن بڑھ جو گئی تھی.. روتے ہوئے اسنے جھک کر اپنا سر زمل کی پیشانی پر ٹکالیا..

"اسی لیے منع کیا تھا ناں تم نے مجھے..؟؟ اسی ڈر سے منع کیا تھا ناں کہ میں تمہیں ہیر نہ کہوں..؟؟" پوچھتے ہوئے وہ روتے روتے ہنس پڑا.. زمل نے ہنستے ہوئے اپنا سر ہاں میں ہلایا جو ہلانا مشکل ہو رہا تھا..

"کوئی گنجائش نکال لو ناں یار..!" سیدھے ہوتے ہوئے شہباز نے اسکے بھیگے گال صاف کرتے ہوئے کہا.. وہ اس سے گزارش کر رہا تھا حالانکہ جانتا تھا کہ اب گنجائش نکلنے کا کوئی راستہ باقی ہی نہیں ہے.. اسکے پاس چند سانسیں ہی تھیں جن کے ذریعے وہ شہباز کی سانسیں خود میں اتار رہی تھی.

"آپ نے.. نکالی تھی گنجائش..؟؟" زمل نے اسکی آنکھوں میں آنکھیں ڈالتے ہوئے کہا. شاہ نے اپنی سرخ پڑتی آنکھوں سے اسکی آنکھوں میں پھیلا درد دیکھا..

"سچ جانتی ہو ناں تم..؟؟" اسکے رخسار کو نرمی سے چھوتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا.

"آپ سے سننا چاہتی ہوں حسن..!" اسکا گریبان پکڑتے ہوئے وہ پھر سے رونے لگی. جدائی کا درد ہی ایسا تھا.

"کیا سننا چاہتی ہو..؟؟" شاہ کی آنکھیں پھر سے دھندلی ہونے لگیں.

"یہی کہ ... آپ اپنے بیٹے کی نفرت سے ڈر گئے تھے.. ڈر گئے تھے آپ...کیا ہماری محبت اتنی ہی کمزور تھی حسن..؟؟ اتنی کم مایہ تھی کہ زرخان کی نفرت کی آگ میں جھلس گئی..؟؟" اسکا گریبان پکڑے وہ اسے جھنجھوڑ رہی تھی.. لمبے لمبے سانس لیتی وہ اسکے سینے سے سر ٹکا گئی.. جیسے لمبی مسافت کے بعد تھک سی گئی تھی.. تو یعنی سچ سے تو وہ بھی واقف تھی.. کیسی بے بسی تھی کہ دونوں ہی

حقیقتوں کے مارے ہوئے تھے.. زرخان کی جس نفرت سے خوفزدہ ہوکر اسنے زمل کو خود سے دور کیا تھا وہ نفرت تو اسی رات ختم ہوگئی تھی جب زمل عباسی ہاؤس سے نکال دی گئی تھی..

"محبت کمزور ہوتی تو تم خود کو یوں روگ نہ لگا لیتیں.. محبت کمزور ہوتی تو آج.. میرے پہلو میں کوئی اور عورت ہوتی... ہماری محبت سچی ہے فاطمہ.. میں ... میں کمزور ہوں.. کمزور تمہارا انتخاب ہے..!"

شہباز کے لب بہت آہستگی سے اسکے بالوں پر حرکت کر رہے تھے... آنکھوں میں ہنوز پانی تھا. دفعتاً شاہ کا دل ایک پل کو ڈوب سا گیا.. اندر کہیں سناٹا اترا تھا.. اسے اپنی گردن پر زمل کی سانسوں کی گرمائش محسوس نہیں ہورہی تھی.. شاہ نے سرعت سے سیدھا ہوتے ہوئے اسکی جانب دیکھا جس کی سبز آنکھوں کی چمک ماند پڑچکی تھی.. کھلی آنکھوں میں بینائی ختم ہوچکی تھی.. ناک اور منہ سے نکلتا خون... شہباز حسن دنگ رہ گیا... ایسے جیسے کوئی انہونی ہوگئی تھی.. زمل فاطمہ کا کمزور وجود شہباز حسن عباسی کی پناہوں میں دم توڑ گیا تھا. اس کے جسم سے روح پرواز کر چکی تھی..

"نہیں.. نہیں تم میرے ساتھ ایسا نہیں کر سکتی..

زمل...

زمل.. فاطمہ...

زمل نہیں..

پلیز... نہیں... زمل..

ڈاکٹر...

ڈاکٹر...!" وہ اسے سینے سے لگاتے ہوئے روتے ہوئے چلا رہا تھا.. اسکی زندگی اسکی بانہوں میں دم توڑ چکی تھی اور اسے پتا بھی نہ چلا... کس چالاکی سے وہ اسکے قریب آئی تھی.. اسکے سینے میں منہ چھپا کر کتنے سکون سے جان دے دی تھی... شہباز حسن بچوں کی طرح رو رہا تھا... بلک رہا تھا مگر وہ جاچکی تھی.. ہاں وہ مرگئی تھی.. شہباز حسن کی جدائی اسے مار گئی تھی..

◆◆◆◆

"خان میرا دل بہت گھبرا رہا ہے.. مجھے مومی کے پاس جانے دیں پلیز..!" روتی ہوئی محرم نے اس سے التجا کی تھی جو اسے بازو سے پکڑے زمل فاطمہ کے پاس جانے سے روکے ہوئے تھا. زمل کو معجزاتی طور پر تین گھنٹے بعد ہی ہوش آگیا تھا وگرنہ ڈاکٹرز اسکی طرف سے پر امید نہیں تھے.. اسنے آنکھ کھولتے ہی شہباز حسن کو پکارا تھا.. شاہ
کو آئی سی یو میں جاتے دیکھ محرم بھی زمل سے ملنے کو
مچلنے لگی تھی. زرخان نے اسے بڑی مشکل سے روک رکھا تھا جو پچھلے تین گھنٹوں میں رو رو کر اپنی خوبصورت آنکھیں سُجا چکی تھی..

"جانم وہ ٹھیک ہوجائیں گی تم فکر مت کرو.. ڈاکٹرز سے بات ہوئی ہے میری، فاطمہ مام اب ٹھیک ہیں..!!" زرخان نے بڑے ضبط سے جھوٹ بولا تھا وگرنہ ڈاکٹرز کا کہنا تھا کہ اسکی ناک سے ہونے والی بلیڈنگ کے باعث لمبی بے ہوشی کے بعد موت واقع ہوجانے کا چانس ہوتا ہے مگر اسے تین گھنٹے کے بعد ہی ہوش آگیا تھا.. جس کا مطلب تھا کہ کسی بھی وقت اسکا ٹیومر پھٹ سکتا ہے...

"اگر وہ ٹھیک ہیں تو پھر آپ مجھے ان کے پاس جانے کیوں نہیں دے رہے...؟ ڈیڈ بھی تو گئے ہیں، ہم بھی چلتے ہیں ناں خان..!!" آئی سی یو کی جانب دیکھتے زرخان کا چہرہ اپنی جانب موڑتے ہوئے وہ

کہہ رہی تھی. زرخان اسکے ہاتھ کی نرمی اپنے گال پر محسوس کر کے چونک گیا. اسنے تفکر سے اسکی روئی روئی سوجی آنکھوں کو دیکھا..

"میں نے بتایا ہے ناں تمھیں.. ڈیڈ فاطمہ مام کے ہزبینڈ ہیں.. اتنے سالوں بعد مل رہے ہیں وہ مام سے.. تم کیا کباب میں ہڈی بننا چاہتی ہو..؟؟"اسکی بھیگی پلکیں اپنے انگوٹھوں سے صاف کرتے ہوئے وہ نرمی سے پوچھ رہا تھا. محرم نے ایک پل کو نگاہ جھکا لی پھر آہستگی سے نفی میں سر ہلایا.

"گڈ گرل... تھوڑا سا ویٹ کرو پھر ہم دونوں ملتے ہیں مام سے..!" زرخان نے آہستگی سے کہتے ہوئے اسکا سر اپنے شانے پر ٹکا لیا.. محرم اسکے سینے پر ہاتھ رکھے چپ چاپ اسکے دل کی دھڑکن محسوس کرنے لگی جس کی رفتار آج قدرے دھیمی تھی.. شاہ کو زمل کے پاس گئے پندرہ سے بیس منٹ ہوچکے تھے.. ڈاکٹرز بھی آئی سی یو سے باہر ہی تھے.. جانے کیوں محرم کے دل کی گھبراہٹ بڑھ رہی تھی.. اسکا دل اچانک ہی معمول کی رفتار سے ہٹ کر دھڑکا تھا.. زرخان کی شرٹ اپنی مٹھیوں میں دبوچتے ہوئے اسنے زرخان کے شانے سے سر اٹھایا تھا..

"خا...ن.... میرا دل...!" محرم نے وحشت زدہ سی ہوکر زرخان کو جھنجھوڑ ڈالا.. زرخان نے تفکر سے آئی سی یو کے بند دروازے کی طرف دیکھتے ہوئے اسے اپنے سینے سے لگالیا.. محرم کے دل کی دھک دھک وہ اپنے سینے پر محسوس کر سکتا تھا. تبھی شہباز حسن کی بلند آواز پر زرخان آئی سی یو کی جانب بھاگا تھا.. ڈاکٹرز بڑی سرعت سے زمل کے دل کی دھڑکن محسوس کرنے کی کوشش کر رہے تھے جو ساکن تھی.. شہباز زمل کا ہاتھ تھامے کھڑا رو رہا تھا.. زمل کو پکار رہا تھا مگر اسکا بے جان وجود بھلا اسکی پکار کا جواب کیسے دیتا.. جبکہ زرخان کا بازو دبوچے کھڑی محرم کی سانس رک سی گئی تھی. ڈاکٹرز

زمل فاطمہ کا بے جان چہرہ ڈھانپ رہے تھے.. زرخان نے اپنے ڈوبتے دل کو سنبھالتے ہوئے محرم کی جانب دیکھا جو بس گرنے کو ہی تھی..

"جانم... تم..تم...!" اسکے بے جان ہوتے وجود کو بازوؤں سے تھامتے ہوئے وہ بولتے ہوئے سمجھ نہیں پارہا تھا کہ اسے کیسے حوصلہ دے.. اسے کیسے تسلی دے.. محرم نے بے یقینی سے زرخان کی طرف دیکھا.

"خان... یہ...یہ کیا ہورہا ہے...؟؟ خان... میری مومی...؟؟ خان ڈیڈ کیوں رو رہے ہیں..؟؟ آ.. آپ تو کہہ رہے تھے کہ... میری مومی ٹھیک ہیں... بولیں ناں خان... کیا ہے یہ... میری مومی کا چہرہ کیوں چھپا رہے ہیں ڈاکٹرز.. ہٹائیں اسے..." اسے بری طرح جھنجھوڑ کر کہتی آخر میں وہ زمل کے چہرے سے سفید چادر ہٹانے کو اسکے بیڈ کی طرف بڑھی تھی.. زرخان نے سرعت سے ہاتھ بڑھا کر اسے اپنی جانب کھینچا..

"جانم .... ادھر دیکھو میری طرف..ہمت سے کام لو....!" اسکی گردن نفی میں ہلی تھی.

"وہ بہت تکلیف میں تھیں.. اللہ نے ان کے لیے بہت بہتر فیصلہ کیا ہے... اب کچھ نہیں ہوسکتا محرم... فاطمہ موم از........ نو مور....!" اسکا چہرہ اپنے ہاتھوں کے پیالے میں بھرتے ہوئے وہ مضبوط لہجے میں کہہ رہا تھا.. وہ خود کمزور پڑ کر اسے بکھرنے نہیں دینا چاہتا تھا جو پھٹی پھٹی آنکھوں سے اسکی جانب دیکھتی مسلسل نفی میں سر ہلا رہی تھی.. آنسو بہت تیزی سے گالوں پر لڑھک آئے تھے مگر اسے کچھ ہوش نہیں تھا.. زرخان اسے بازو سے پکڑے باہر لے آیا جو اسکی گرفت میں بری طرح

مچلنے لگی تھی.. زمل فاطمہ کے بیڈ کے پاس ٹھنڈے فرش پر بیٹھا شہباز حسن اسے آنکھیں کھولنے کے لیے منا رہا تھا..

"محرم حوصلہ کرو یار...!" اسے ٹوٹتے بکھرتے دیکھ زرخان نے نرمی سے کہا تھا. ورنہ دل تو اسکا بھی پھٹ رہا تھا.. وہاں باپ تڑپ رہا تھا اور یہاں دھڑکنوں میں بستی بیوی بلک رہی تھی.

"نہیں خان... ایسے مت کہیں، میری مومی.. نہیں خان... میری مومی نہیں مر سکتیں.. ایسے کیسے... خان.. ابھی.. صبح تک تو.. بالکل ٹھیک تھیں خان.. قسم سے...مم... میں خود..ملی تھی اپنی مومی سے... باتیں بھی کی تھیں... میں سچ کہہ رہی ہوں میرا یقین کریں میری مومی نہیں مر سکتیں خان... آپ ڈاکٹرز سے کہیں ناں... ایک بار پھر سے چیک کریں.. خان پلیز..!" اسکی شرٹ کا کالر مٹھیوں میں دبوچے وہ روتے ہوئے چلارہی تھی. آنسو حلق میں ہی کہیں اٹک رہے تھے.

اسے روتے تڑپتے دیکھ زرخان کا دل تڑپ رہا تھا.. زرخان نے بنا کچھ کہے اسے اپنی بانہوں میں بھرنا چاہا مگر وہ تڑپ کر اس سے دور ہوئی..

"نہیں خان.. یوں مت کریں.. میری مومی کو ٹھیک کردیں.. پلیز خان.. میں نہیں رہ سکتی ان کے بغیر... خان میں مر جاؤں گی... خان.....!!" چیختے چلاتے بری طرح روتے ہوئے وہ اس سے التجا کر رہی تھی. زرخان بت بنا کھڑا تھا.. آج پھر سے وہ شرمندگی و پچھتاوا اس پر حاوی ہورہا تھا جس کے ساتھ وہ محرم سے ملنے سے پہلے جیتا آرہا تھا.. زمل فاطمہ کی موت کا ذمہ دار اسے اپنا آپ لگ رہا تھا.. محرم کی آنکھوں کے آنسوؤں کی وجہ بھی وہ ہی تھا.. اسکا باپ جو فاطمہ کی لاش کے پاس بیٹھا نیم پاگل ہورہا تھا تو ان کی اس حالت کا ذمہ دار بھی وہ ہی تو تھا.. زرخان کی آنکھیں بھیگ نہیں رہی

تھیں، آج آنسو آنکھوں میں نہیں تھے.. آج آنسو دل پر گرتے ہوئے دل کو چیر رہے تھے.. وہ بھی رونا چاہتا تھا، چلانا چاہتا تھا.. فاطمہ کی موت پر دکھ کا اظہار کرنا چاہتا تھا مگر آنکھیں پتھر ہورہی تھیں. حواس جیسے منجمد سے ہورہے تھے..

"خان ڈیڈ سے کہیں ناں.. ڈیڈ سے کہہ دیں، وہ میری مومی کو جگائیں ناں.. وہ زیادہ دیر سو ہی نہیں سکتیں.. سچ کہہ رہی ہوں... میری مومی کو تو نیند ہی نہیں آتی.. وہ راتوں کو جاگا کرتی تھیں..اب.. اب کک..کیسے سو سکتی ہیں... ..!!" وہ اسے یقین دلانے کی کوشش کرتی پاگل لگ رہی تھی جیسے اسے خود ہی اپنی بات کا یقین نہ ہو..

"خان....!!" اسے چپ کھڑے دیکھ محرم بلکتے ہوئے چلائی تھی..

"وہ مر چکی ہیں محرم... اب کبھی نہیں جاگیں گی.. سنا تم نے..؟؟ مر چکی ہیں وہ...!!" اسے بازوؤں سے دبوچتے ہوئے وہ اسکی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے چلایا تھا.. محرم نے پھٹی پھٹی آنکھوں سے اسکے سرخ چہرے کی طرف دیکھا..

"نہیں.. نہیں خان..!" محرم نے دھندلی آنکھوں سے اسکا چہرہ دیکھتے ہوئے کہا تھا..

"ہاں محرم.. مر چکی ہیں وہ..!!" زرخان نے اپنی بات دوہرائی تھی.. وہ نفی میں سر ہلاتی ہوئی زمین پر بیٹھتی چلی گئی.. زرخان نے بروقت اسے سہارا دیا تھا.. وہ اسکے بازوؤں میں جھول گئی..

"محرم.." زرخان نے بے تابی سے اسکا گال تھپتھپایا. وہ ہوش و خرد سے بے گانہ ہوچکی تھی.

♦♦♦♦

وہ سب ابھی تھوڑی دیر پہلے ہی زمل فاطمہ کو لحد میں اتار کر آئے تھے.. اسکی قبر کے دائیں جانب کافی جگہ خالی تھی.

خوشخبری

اگر آپ لکھ سکتے ہیں اور اپنے اندر کے لکھاری کو باہر لانا چاہتے ہیں

تو لکھاری آن لائن میگزین آپ کو اپنی صلاحیتوں کو نکھارنے کے لئے بہت اچھا

پلیٹ فارم فراہم کرتا ہے۔ لکھاری آن لائن میگزین کا حصہ بنئے اور آج ہی اپنی

تحریر (افسانہ، ناول، ناولٹ، کالم، مضامین، شاعری) اردو میں ٹائپ کر کے

ہمیں بھیجیں۔ آپ کی کوئی بھی تحریر ضائع نہیں کی جائے گی اور ایک ہفتے کے اندر

ہمارے سب ویب بلاگز (ویب سائٹس) اور سوشل میڈیا گروپس اور پیجز پر

پبلش کر دی جائے گی۔ مزید تفصیلات کے لئے ابھی رابطہ کریں۔

Wats app No :- 03335586927

Email address :- aatish2kx@gmail.com

Facebook ID :- www.facebook.com/aatish2k11

Facebook Group :- FAMOUS URDU NOVELS AND DIGEST

SEARCH AND REQUEST FOR NOVELS, NOVELS DISCUESSION

"فاطمہ کی قبر کے ساتھ.. ایک اور قبر کھدوا دو بخش..!!" شہباز حسن عباسی نے سنجیدگی سے کہا. بہت زیادہ رونے کے باعث اسکی آواز بے حد بھاری ہورہی تھی. اس کے پاس ہاتھ باندھے کھڑا داد بخش اس کے اس حکم پر پریشان زدہ سا زرخان کی جانب دیکھنے لگا جو خود بھی شاہ کی بات پر چونک گیا تھا.

"مر نہیں رہا میں ابھی.. موت ابھی نہیں آئے گی مجھے..، مگر جب بھی آئے گی.. میں فاطمہ کے ساتھ والی قبر میں اترنا چاہوں گا.. قبر کھدوا کر اس میں رُوڑی بھروا دینا... تختی پر منتظرِ حسن عباسی لکھوا دینا..!" بخش کو حیران ہوتا دیکھ شاہ نے بھرپور سنجیدگی سے کہا تھا. داد بخش نے ناچاہتے ہوئے بھی اثبات میں سر ہلا دیا..

"جی اچھا..!" کہہ کر اسنے زرخان کو "ابھی چپ رہیں" کا اشارہ کیا. زرخان اپنے لب بھینچ کر رہ گیا.

"محرم بیٹی کی طبعیت کیسی ہے اب..؟؟" زرخان کی طرف رخ کرکے انہوں نے دھیمی آواز میں پوچھا.

"وہ سورہی ہے...فی الحال تو دوائیوں کے زیر اثر ہے وہ.... ابھی تک مکمل طور پر ہوش میں نہیں آئی..!" زرخان نے نگاہ جھکا کر آہستگی سے بتایا.

"ہوں.. کوئی ملازمہ ہے اسکے پاس..؟؟" انکا لہجہ بتا رہا تھا کہ وہ محرم کے لیے متفکر ہیں..

"نہیں.. مگر شاید، عریشہ اسکے پاس ہی ہے..!" زرخان نے انہیں مطمئن کرنا چاہا.

"تم اسکے پاس جاؤ... اُسے اس وقت تمہاری ضرورت ہے..!" شہباز حسن نے قدرے سختی سے کہا.

"اسکے پاس بھیجنا چاہتے ہیں یا..؟؟ اپنے پاس میری موجودگی ناگوار گزر رہی ہے آپکو..؟؟" اپنی بھاری ہوتی آواز پر قابو پاتے ہوئے زرخان نے خفگی سے پوچھا تھا.جب سے خاموش تماشائی بنا کھڑا داد بخش

نامحسوس طریقے سے کمرے سے باہر نکل گیا.. وہ دونوں باپ بیٹے کے درمیان تکلف کی دیوار نہیں بننا چاہتا تھا.

"تمہیں کیا لگتا ہے..؟؟" شہباز نے اپنی انگارہ ہوتی آنکھوں سے اسکی جانب دیکھتے ہوئے الٹا اسی سے سوال پوچھا. جسکے چہرے پر تکلیف کے واضح آثار تھے.

"مجھے تو یہی لگ رہا ہے کہ میری اس وقت یہاں، آپکے پاس موجودگی آپکو تکلیف پہنچا رہی ہے..!!" زرخان نے دھیمے لہجے میں کہا.

"تو پھر مجھے تکلیف سے بچا لو میرے شیر..!!" انہوں نے جیسے اسکے منہ پر تھپڑ مارا تھا. زرخان کی شہد رنگ آنکھوں میں درد ہلکورے لینے لگا. وہ آہستگی سے انکے کمرے سے نکل گیا...شہباز حسن عباسی کو اس وقت تنہائی کی ضرورت تھی.. یہی سوچ کر وہ وہاں سے نکل آیا تھا ورنہ ابھی انکے قدموں میں بیٹھ جاتا.. انہیں منا لیتا مگر وہ جانتا نہیں تھا کہ وہ اس سے خفا نہیں ہیں.. وہ تو خود سے خفا تھے.. بے حد خفا.. انہیں تنہائی میں خود کو منانا تھا..

◆◆◆◆◆

جانے والے نے یہ بھی نہ سوچا محسن
جو انہیں دیکھ کر جیتے ہیں وہ کدھر جائیں گے

"مومی... نہیں.. مومی...!" وہ چلاتے ہوئے اُٹھ بیٹھی. اسکا پورا وجود پسینے میں شرابور ہو رہا تھا.. محرم نے گھبرا کر خود پر پڑا کمبل اتارا.. ماتھے پر آیا پسینہ صاف کرتے ہوئے اپنے اطراف میں نگاہ دوڑائی.. وہ اس وقت اپنے کمرے میں موجود تھی.

کمرے میں عریشہ کے سوا کوئی نہیں تھا. اسے بیڈ سے اترتے دیکھ چیئر پر بیٹھی عریشہ سرعت سے اسکی جانب بڑھی.

"محرم.. آپکی طبعیت ٹھیک نہیں ہے.. آ.. آپ بیڈ پر بیٹھیں میں زرخان بھائی کو بلاتی ہوں..!" عریشہ نے زبردستی مسکراتے ہوئے کہا.

"مم... میں ٹھیک ہوں عریشہ.. ہاں تم.. تم خان کو بلا دو... مجھے ہاسپٹل جانا ہے.. وہ.. میں نے ناں... بہت برا خواب دیکھا ہے.. مجھے اپنی مومی سے ملنا ہے ابھی..!" اپنی اکھڑتی سانسیں بحال کرتے ہوئے وہ بمشکل بول رہی تھی. اسکی حالت دیکھ کر عریشہ کی آنکھوں میں نمی اترنے لگی. تبھی عریشہ کی نگاہ کمرے میں آتے زرخان پر پڑی تھی.. وہ بے تابی سے محرم کی جانب بڑھا.

"زرخان بھائی.. یہ محرم.. ابھی ہوش میں آئی ہے..!" زرخان کو دیکھتے ہوئے عریشہ نے کہا. زرخان کے نام پر محرم نے سرعت سے پلٹ کر عریشہ کی نظروں کے تعاقب میں دیکھا اور اپنے قریب آتے زرخان کی طرف بڑھی.. عریشہ آہستگی پیچھے ہٹی تھی اور چلتی ہوئی کمرے سے باہر نکل گئی.

"خان.." اسے پکارتے ہوئے وہ ہولے سے سسکی. شانوں پر بکھرے سنہرے بال، دوپٹے سے عاری اسکا نازک بدن ہولے ہولے کانپ رہا تھا. زرخان کا دل کٹ کر رہ گیا. اسنے نرمی سے اسکی پیشانی چوم لی.

"خان... مم...میں نے.. مومی کے.. بارے میں...بب.. بہت برا خواب دیکھا ہے.. میرا دل بہت... گھبرا رہا ہے.. چلیں ناں ہاسپٹل چلتے ہیں.. مجھے مومی سے ملنا ہے.. چلیں ناں پلیز..!" وہ جو تلخ حقیقت ان سب پر بیت چکی تھی اسے خواب سمجھ رہی تھی. زرخان کا دل خون ہونے لگا.

"جانم...!" زرخان نے بے بسی سے اسکا چہرہ ہاتھوں کے پیالے میں بھرا.

"خان چلیں ناں پلیز...!!" محرم نے کہتے ہوئے اسکا بازو ہلایا.. وہ رو رہی تھی اور شاید وہ خود بھی نہیں جانتی تھی کہ وہ رو رہی ہے.. زرخان بے بس ہونے لگا..

"چلو...!" آہستگی سے کہتے ہوئے زرخان نے اسے اپنے حصار میں لیا تھا اور کمرے کے دروازے کیطرف بڑھا.. محرم نے ایک پل کو بے یقینی سے اسکی جانب دیکھا جیسے وہ خود بھی جانتی تھی کہ وہ خواب نہیں حقیقت تھی جس سے وہ بھاگ رہی تھی. مگر زرخان اسکی طرف دیکھے بنا اسے اپنے حصار میں لیے چل رہا تھا.

محرم بے جان ہوتی ٹانگوں سے اسکے ساتھ چل رہی تھی.. آنسو متواتر آنکھوں سے نکلتے ہوئے زرخان کی شرٹ کو بھگو رہے تھے.. کب وہ گاڑی میں بیٹھی اور کب گاڑی قبرستان کے گیٹ پر رکی، اسے کچھ پتا نہیں چلا تھا.. اس بار اُن دونوں کے ساتھ چھ گارڈز موجود تھے جنہیں داد بخش نے زرخان کے، گھر سے باہر جانے کی صورت میں اسکے ساتھ رہنے کا آرڈر دے رکھا تھا. گاڑی سے باہر نکلتے ہوئے محرم نے سوجن کے باعث اپنے بھاری ہوتے پپوٹے کھول کر قبرستان کا گیٹ دیکھا.. اسکے لبوں سے بے ساختہ سسکی نکل گئی.. محرم نے آنکھیں سُکیڑ کر آسمان سے چھٹتی سیاہی دیکھی.. دور کہیں فجر کی اذانیں ہورہی تھیں.. اسے کل صبح کا منظر یاد آگیا.. شہباز حسن عباسی کی واپسی پر کتنی خوش تھی وہ کل.... اور آج زمل فاطمہ کی جدائی کی صورت میں صبح کیسا اندھیرا لانے والی تھی. بلکتی ہوئی محرم نے زرخان کے کندھے پر سر ٹکا دیا.. اسکے شانوں کے گرد اپنا بازو پھیلاتے ہوئے زرخان نے اسے ساتھ لیے قبرستان کا گیٹ پار کیا.. اسکے سینے میں منہ چھپائے وہ سسکتے ہوئے اسکے ساتھ ساتھ چل

رہی تھی.. زمل فاطمہ کی قبر کے سامنے جاکر وہ رک گیا تھا. محرم کے قدم بھی اسکے ساتھ ہی رکے تھے.

"محرم.. سامنے دیکھو..!" نرمی سے کہتے ہوئے زرخان نے اسے خود سے الگ کرنا چاہا. محرم نے مزید اسی میں چھپتے ہوئے نفی میں گردن ہلائی تھی.. اسکی سسکیاں بلند ہورہی تھیں..

"محرم... ملو اپنی مومی سے...!" کہتے ہوئے زرخان نے اسے خود سے الگ کیا تھا. محرم کی نگاہ اس تازہ بنائی گئی قبر پر لگی تختی پر پڑی.. "فاطمہ بی بی، زوجہ شہباز حسن عباسی.." بڑے واضح لفظوں میں لکھا ہوا تھا.. وہ اپنی بے جان ہوتی ٹانگوں سے وہیں مٹی پر بیٹھتی چلی گئی.. تازہ بنی قبر گلاب کے پھولوں کی چادر سے ڈھکی ہوئی تھی.. اس قبر پر سر رکھتے ہوئے محرم دھاڑے مار مار کر رو رہی تھی.. اسکی سسکیاں، آہیں، زرخان کی برداشت سے باہر تھیں.. دور کھڑے گارڈز نے زرخان علی عباسی کو اپنی آنکھوں کے کونے صاف کرتے دیکھا تھا..جانے مرنے والی خاتون کے لیے اسکی آنکھیں نم ہوئی تھیں یا اپنی تڑپتی بلکتی بیوی کو دیکھ کر اسکی آنکھوں میں نمی اتری تھی، وہ جان نہ پائے تھے..

♦♦♦♦

پچھلے سترہ برسوں سے وہ اُس سے دور تھی.. اتنی دور کہ اسکی آنکھیں زمل فاطمہ کی دید سے محروم تھیں.. اسکی دلکش آنکھوں کی پلکوں کو چھو نہیں سکتا تھا وہ.. اسکے گلابی لبوں کی مسکراہٹ سے محروم تھا وہ.. اسکی کھنکھناتی آواز سے سماعتیں محروم رہی تھیں مگر.. مگر اس سب کے باوجود ایک حسین احساس.. کہ فضا میں اسکی سانسیں بھی رچی ہیں..

ایک پر امید خیال.. کہ کبھی نہ کبھی تو وہ ان لبوں کی مسکراہٹ دیکھے گا..

ایک خوشنما تصور.. جس میں وہ زمل فاطمہ کی پلکوں کو چھوا کرتا تھا..

ایک رنگین خواب جس میں ملن کی تعبیر تھی..شہباز حسن کا دل زمل فاطمہ کے بے جان چہرے کا تصور کر کے کرلایا تھا.. اب تو وہ ہی نہ رہی تھی. زندگی یوں بدلی تھی کہ ایک ہی دن میں سب تلپٹ ہوگیا تھا.. ایک ہی دن میں تو ملی تھی وہ اسی دن کے ڈھلنے سے پہلے بچھڑ بھی گئی تھی.. اور بچھڑی بھی اسطرح سے تھی کہ ملن کی کوئی آس ہی باقی نہ رہی تھی.. شہباز حسن اپنے ویل فرنشڈ بیڈروم میں چت لیٹا نم آنکھوں سے چھت کو گھور رہا تھا.. زمل فاطمہ کو دنیا سے گئے پورے تین دن ہوچکے تھے اور کوئی شہباز حسن سے پوچھتا تو وہ گزرے تین دنوں کے ایک ایک گھنٹہ، منٹ اور سیکنڈ تک کا حساب دے دیتا.. کتنا اذیت ناک تھا یہ ادراک کہ وہ خود تو زمین سے اوپر لیٹا تھا اور اسکی محبت پچھلے تین روز سے زمین سے نیچے مٹی میں دفن تھی.. شاہ کی آنکھوں سے نکلتے آنسو اسکی کنپٹیوں میں جذب ہوئے تھے..

"میرے مرنے سے پہلے واپس آجایئے گا حسن..!" زمل فاطمہ کی سترہ سال پہلے کی گئی بھیگی بھیگی سی التجاء..

"مرنے سے پہلے ہی تو.. واپس آ تو گیا تھا زمل... پھر کیوں..!" چھت کی طرف دیکھتے ہوئے وہ بھیگے لہجے میں بڑبڑایا تھا.

شہباز حسن کی آنکھوں میں درد پھیل رہا تھا.

"غلط کر رہے ہیں آپ... رک جایئے پلیز ورنہ بہت پچھتائیں گے آپ..!" ایک اور گزارش..

"ہاں پچھتا رہا ہوں.. پچھلے سترہ برسوں سے صرف پچھتا ہی تو رہا ہوں.. اور اب تو... دیکھو زمل.. مجھے دیکھو آکر... آج حسن پچھتانے کی حد سے آگے نکل چکا ہے.. یہ پچھتاوے ناگ بن کر ڈس رہے ہیں

مجھے.. مگر ان کے ذہر سے بھی مر نہیں رہا میں.. جانے کیوں اب تک زندہ ہوں میں..!" وہ مسلسل بڑبڑا رہا تھا.. تنہائی میں.. کوئی موجود نہیں تھا اسکے پاس.. مگر وہ بڑبڑا رہا تھا.. شاید وہ رانجھا بن رہا تھا.. ہاں اب اسے رانجھا ہی بننا تھا.. آج پھر نیند اسکی آنکھوں سے بہت دور تھی..

ہجر کی رات گزرتی ہی نہیں
وقت کی آنکھ لگی ہو جیسے

♦♦♦♦

سُنو...!
یوں چپ سے نہ رہا کرو..
یوں جو خاموش سے ہو جاتے ہو
دل کو وہم سا ہو جاتا ہے...
کہیں خفا تو نہیں ہو..!!
کہیں اداس تو نہیں ہو...
تم بولتے اچھے لگتے ہو
تم لڑتے اچھے لگتے ہو...
کبھی شرارت سے،
کبھی غصے سے..
تم ہنستے اچھے لگتے ہو..!

کوئی شکوہ ہو..،

کوئی شکایت ہو...

ہم سے کہا کرو..

پر یوں چپ نہ رہا کرو...!!

چھت کو خاموشی سے گھورتی محرم کو دیکھتے ہوئے اسنے دھیمے لہجے میں نظم پڑھی تھی. محرم نے اداس آنکھوں سے اسکی جانب دیکھا جو بیڈ کراؤن سے ٹیک لگائے مکمل طور پر اسکی طرف متوجہ تھا. محرم کی آنکھیں لبالب پانیوں سے بھر گئیں. زرخان کے لیے ان آنکھوں میں نمی برداشت کرنا حقیقتاً اذیت ناک تھا.

"جانم اور کتنا روؤ گی..ہوں..؟؟.. بس کرو ناں یار..!!" نرمی سے اسکے آنسو صاف کرتے ہوئے وہ تھکا تھکا سا کہہ رہا تھا.

"میں کیا کروں خان.. مجھے مومی بھولتی ہی نہیں... اور جب جب وہ مجھے یاد آتی ہیں، مجھے رونا آجاتا ہے..!!" محرم نے بھرائی ہوئی آواز میں ہونٹ مروڑتے ہوئے کہا. زرخان کا دل پاگل ہونے لگا..

"تم مجھے یاد کرلو جانم.. مجھے حفظ کرلو.. اسطرح سے کہ.. جب جب میں تمہیں یاد آؤں تمہارے ان ہونٹوں پر مسکراہٹ آجائے..!!" اسکے شفاف لبوں کو شہادت کی انگلی سے چھوتے ہوئے وہ سنجیدگی سے کہہ رہا تھا. محرم کی نگاہیں پل بھر کو اسکی بڑھی ہوئی شیو پر ٹھہر سی گئیں.. وہ بکھرے حلیے میں بھی کتنا پیارا لگ رہا تھا.

"آپ تو ہمیشہ میرے ساتھ رہیں گے خان.. مجھے آپکو یاد کرنے کی ضرورت ہی نہیں پڑے گی..!"

اسکے وجیہہ چہرے کو دیکھ کر کہتی وہ زرخان کے دل میں اتر رہی تھی. زرخان کے لب اسکی بات پر آہستگی سے مسکرائے تھے.

"خان... اگر میں اس دنیا میں اپنی مومی کے علاوہ کسی سے سب سے زیادہ پیار کرتی ہوں تو وہ آپ ہیں.. صرف آپ ہیں خان.. مومی کے بغیر بڑی مشکل سے رہ رہی ہوں، وہ بھی اسلیے کہ آپ میرے پاس ہیں.. آپ کے بغیر تو میرے پاس کچھ بھی نہیں بچے گا خان.. آپ سے بچھڑ کر تو.. میں مرجاؤں گی... مجھے کبھی چھوڑیں گے تو نہیں ناں خان..؟؟" خود پر جھکے زرخان کے گال پر ہاتھ رکھے وہ بھیگی آواز میں اس سے پوچھ رہی تھی.. بھیگی آنکھوں میں آس کے دیے روشن تھے.

"کبھی نہیں جانم.. کبھی بھی نہیں..!!" محبت سے کہتے ہوئے زرخان نے اسکی پیشانی چوم لی.. محرم فرطِ جذبات سے وہ اسکے سینے سے لگ گئی..

"آئی لو یو خان.. آئی کانٹ سروائیو وداوٹ یو.. آئی کانٹ..!!" اسکے سینے سے لگی وہ روتے ہوئے اقرار محبت کر رہی تھی.. زرخان نے اسکے گرد اپنے بازو لپیٹ لیے..

"آئی آلسو جانم... آئی آلسو..!" اسکے بالوں پر لب رکھے وہ دھیمے لہجے میں کہہ رہا تھا.. اسکی بانہوں کے حصار میں وہ کچھ ہی دیر میں سوگئی تھی.. وگرنہ زمل کی وفات کے بعد وہ سلیپنگ پلز کے بنا نہیں سوپاتی تھی مگر آج جب زرخان کو فاطمہ کی وفات کے غم سے کچھ ہوش آیا تھا تو اسنے محرم کی طرف پیش قدمی کی تھی. اور اسکا سہارا پاتے ہی وہ نازک جان کچھ سمٹ بھی گئی تھی، شاید اسی لیے پرسکون سی آنکھیں موندے نیند کی دیوی کا ہاتھ تھام کر خوابوں کے سفر پر نکل گئی تھی.. اپنے بازو پر رکھا اسکا سر زرخان نے آہستگی سے تکیے پر منتقل کیا تھا اور جھک کر اسکے گلابی رخسار پر اپنے لب رکھے..

محرم سے دوری اسکے لیے سوہانِ روح تھی.. وہ سوچ چکا تھا کہ اسے کبھی اس تلخ حقیقت کے بارے میں نہیں بتائے گا جسکے باعث زمل فاطمہ اور شہباز حسن دور ہوئے تھے..

♦♦♦♦

"کب تک میری موجودگی آپکی اذیت کا باعث بنتی رہے گی ڈیڈو.. مرجاتا ہوں پھر میں بھی..!!" وہ ہنوز پچھلے ایک ہفتے سے اپنے کمرے میں بند تھے.. زرخان ان کی بے رخی پر تڑپ کر رہ گیا اسی لیے آج پھر سے انکے مقابل آ کھڑا ہوا تھا. شہباز حسن اسکی بات پر تڑپ اٹھے.

"کیسی باتیں کر رہے ہو یار.. تمہیں اس لیے جوان تھوڑی کیا ہے کہ تم یوں مرنے کی باتیں کر کے باپ کا دل جلاؤ..!!" اسے خفگی سے دیکھتے ہوئے وہ پژمردہ آواز میں بولے. وہ محض ایک ہفتے میں ہی بوڑھے لگنے لگے تھے. زرخان کی آنکھوں میں شرمندگی سی تھی. وہ انکی چیئر کے پاس قالین پر پنجوں کے بل بیٹھ گیا.

"میں نے وہ سب.. وہ جو بھی آپ نے دیکھا وہ سب میرے پلان میں شامل نہیں تھا ڈیڈ.. میں جانتا ہوں میری غلطی تھی، میں غلط تھا مانتا ہوں.. اعتراف کرتا ہوں کہ میں، فاطمہ مام سے نفرت کرتا تھا..انہیں آپکی زندگی سے نکالنا چاہتا تھا.. مگر جو آپ نے دیکھا، اور جو سمجھا.. میں وہ نہیں چاہتا تھا..!" انکے اداس چہرے کی طرف دیکھتا وہ شرمندگی سے کہہ رہا تھا. شاہ لب سیے چپ چاپ اسکے ملتے لب دیکھ رہا تھا.

"ڈیڈ وہ.. فاطمہ مام کی پکس بنانے والا آئیڈیا بھی میرا نہیں تھا.بیلیو می... پتا نہیں مجھے کیا ہوگیا تھا.. میں کیوں اتنا ڈر گیا تھا کہ روحیل کی باتوں میں آگیا.. بٹ بیلیو می ڈیڈ.. میں عین ٹائم پر اپنا ارادہ بدل چکا تھا.. میں نے روحیل کو بھیج دیا تھا مگر... ایپل جوس میں وہ.. وہ وائن تو پی چکی تھیں فاطمہ

مام... اسی لیے، انہیں مجھ میں آپ نظر آرہے تھے.. یقین کریں وہ مجھ میں آپ کو ڈھونڈ رہی تھیں.. وہ میرے ساتھ.. کچھ بھی چیپ نہیں کر رہی تھیں.. میرا گناہ صرف اتنا ہے کہ میں نے آپکی غلط فہمی دور نہیں کی.. پلیز ڈیڈ مجھے معاف کردیں.. پلیز..!!" انکی گود میں سر رکھ کر وہ بھیگی آواز میں ان سے التجا کر رہا تھا.. شاہ کی آنکھوں میں ویرانی پھیل گئی.

"یہ سب دہرانے کا کیا فائدہ ہے علی..؟؟ وہ تو نکل گئی تھی میری زندگی سے.. تمہاری نفرت سے خوفزدہ ہوکر... کردیا تھا میں نے اسے خود سے دور.. مگر.. وہ تو دنیا سے ہی چلی گئی یار.. اگر مجھے پتا ہوتا کہ وہ... وہ میرے بغیر موت کو اپنا لے گی تو... تو اسے کبھی نہ چھوڑتا... تمہاری نفرت.. اور میری بے رخی... دونوں نے اسکی جان لے لی... میں کس منہ سے روزِ قیامت جنت میں اسکا ساتھ مانگوں گا یار... میں کیا کروں... کیسے سمجھاؤں خود کو..؟؟ اسکا اصل گناہگار تو میں ہوں!" زمل کا ذکر کرتے ہوئے ایک بار پھر اسکی آنکھوں میں نمی اتری تھی... زرخان بھی انہیں تڑپتا دیکھ اذیت سے دوچار ہوگیا تھا. جبکہ شہباز حسن کے کمرے کے دروازے میں کھڑی محرم ان دونوں کی باتیں سن کر اپنی جگہ ساکت رہ گئی تھی.. وہ سرعت سے وہاں سے پلٹی تھی.. سب کچھ سن کر بھی وہ بے یقین سی تھی.. اسے یقین نہیں آرہا تھا.. جو شخص اسکے دل کے اس قدر قریب تھا کہ دھڑکنیں اسکا نام لیا کرتی تھیں، وہ ہی شخص اسکی ماں جیسی پھپھو کی تمام تر تکلیفوں کا ذمہ دار تھا.. محرم کی آنکھوں کے سامنے دھند سی پھیل رہی تھی مگر وہ بنا رکے چلی جارہی تھی.. اسکا رخ داد بخش کے کمرے کی طرف تھا..

بنا دروازہ ناک کیے وہ اندر چلی آئی تھی..

"بخش... بخش کہاں ہو تم..؟؟" اسے پکارتے وہ کمرے کے اندر داخل ہوئی تھی. عریشہ بیڈ پر نیم دراز تھی جبکہ داد بخش اندر کہیں نہیں تھا. اسے آتے دیکھ عریشہ سیدھی ہوکر بیٹھ گئی.

"داد بخش کہاں ہے..؟؟" محرم نے سنجیدگی سے پوچھا. اسکی سبز آنکھوں میں پھیلی گہری لالی عریشہ کو کچھ پریشان کرگئی تھی.

"وہ.. باہر ہی کہیں ہوں گے..!" عریشہ نے آہستگی سے کہا. محرم سرعت سے پلٹی تھی. پلٹنے پر بخش سامنے سے آتا دکھائی دیا تو محرم اپنی جگہ کھڑی رہی.

"کب سے خان کے ساتھ ہو..؟؟" اسکے قریب آتے ہی محرم نے اس سے پوچھا تھا. داد بخش کو اسکے چہرے پر چھائی سختی نے چونکا دیا تھا.

"تقریباً اٹھارہ سال سے..!" داد بخش نے دھیمی آواز میں جواب دیا. اسکے لیے محرم کے ہر سوال کا جواب دینا لازم تھا.

"تو بتاؤ پھر سترہ سال پہلے میری مومی اور ڈیڈ کیوں جدا ہوئے تھے..؟ کیا کِیا تھا خان نے میری مومی کے ساتھ..؟؟" بھیگتی آنکھوں کو جھپکے بنا وہ درشتگی سے پوچھ رہی تھی. داد بخش کو شدت سے کسی گڑبڑ کا احساس ہوا.

"آپ سے کس نے کہا کہ سائیں نے کچھ کیا ہے..؟؟" داد بخش پہلی بار سوال کے بدلے سوال کر رہا تھا.

"مجھے میرے سوال کا جواب دے رہے ہو یا نہیں..؟؟" محرم نے بھرائی ہوئی آواز میں پوچھا. غصے سے اسکی آواز کانپ رہی تھی. داد بخش حقیقتاً پریشان ہوچکا تھا. عریشہ بھی کچھ حیران پریشان سی بخش کی جانب دیکھ رہی تھی.

"معذرت خواہ ہوں بی بی... مگر اس دوران میں اپنے گوٹھ گیا ہوا تھا.. میں عباسی ہاؤس میں موجود نہیں تھا..!" داد بخش نے جھوٹ نہیں بولا تھا مگر سچ تو یہ تھا کہ وہ حقیقت سے پھر بھی واقف تھا.

"تو یعنی تم لاعلم ہو..؟؟" محرم نے سیدھا، صاف سوال کیا تھا. داد بخش کے لیے جھوٹ بولنا محال تھا.

"نہیں.. علم تو ہے مجھے..!" اسنے نگاہ جھکا کر جیسے کسی جرم کا اعتراف کیا تھا.

"تو پھر بتاتے کیوں نہیں..؟؟ بتاؤ مجھے سچ کیا ہے ورنہ... ورنہ میں خود بھی نہیں جانتی کہ میں کیا کرونگی بخش.!" وہ دھیمی آواز میں غرائی تھی. اس صورتحال پر عریشہ کے چہرے پر ہوائیاں اڑنے لگیں. اور بدحواس تو داد بخش خود بھی ہوگیا تھا. محرم کے حکم کی نافرمانی کرنے کا مطلب تھا زرخان علی عباسی کی بیوی کی توہین... اور یہ وہ کبھی کر نہیں سکتا تھا. نظریں فرش پر گاڑھتے ہوئے وہ ماضی کے پنے پلٹنے لگا... جیسے جیسے وہ بول رہا تھا ویسے ویسے ہی محرم کے آنسوؤں کی رفتار میں اضافہ ہورہا تھا. عریشہ بھی پوری بات سن کر دکھی ہوچکی تھی.

محرم کی آنکھوں سے بھل بھل آنسو گر رہے تھے..

"لیکن بی بی.. تب سائیں اتنے سمجھدار نہیں تھے.. اس وقت وہ عمر میں.. آپ سے بھی چھوٹے تھے..!" داد بخش نے سچائی بتانے کے درمیان پوری کوشش کی تھی کہ محرم زرخان سے بدگمان نہ ہو..

"انکی نا سمجھی.. میری مومی کی زندگی برباد کر گئی بخش.. اور تم کہتے ہو.. کہ تمہارے سائیں چھوٹے تھے..؟؟" روتے ہوئے وہ استہزائیہ ہنسی ہنس دی..

"بی بی میرا یقین کریں سائیں بے قصور ہیں..!" داد بخش نے اسے سمجھانے کی کوشش کی.. محرم نے اثبات میں سر ہلایا.. پھر اسکے پاس سے گزر کر دروازے کی طرف بڑھی.

"یہ تو بتاتی جائیں کہ اس بارے میں آپکو کس نے بتایا..؟؟" بخش نے جاتی ہوئی محرم سے پوچھا تھا.. اسے زرخان کو بھی تو اس بارے میں بتانا تھا.. وہ پلٹی اور نم آنکھوں سے ان دونوں میاں بیوی کی طرف دیکھا.

"میں نے خود خان کی اور.. ڈیڈ کی باتیں سنی ہیں..!" آہستگی سے کہہ کر وہ کمرے سے باہر نکل گئی.. داد بخش نے تشویش سے عریشہ کی طرف دیکھا جسکی آنکھوں میں زمل فاطمہ کے لیے آنسو تھے..

♦♦♦♦

"تم سب اندھے ہو کر بیٹھے ہوئے تھے...؟؟ یا بلکل فارغ الدماغ ہو گئے تھے سب کے سب..!! یہاں سے... اسی گھر کے گیٹ سے باہر نکلی ہے وہ اور تم لوگ کہہ رہے ہو کہ تم میں سے کسی کو پتہ ہی نہیں چلا... اگر اتنے ہی مفلوج ہو تو یہاں کیا کر رہے ہو، کہیں اور جاکر مفت خوری کرو یہاں سے نکلو، دفع ہوجاؤ سب کے سب..!!" وہ بول نہیں رہا تھا، حقیقتاً دہاڑ رہا تھا جسکی گونج سے وہاں کھڑے تمام ملازم تھر تھر کانپ رہے تھے.اسکی آخری بات پر اُن سب نے ہاتھ جوڑ لیے تھے.. آج بہت عرصے بعد اسکا جلالبدیکھنے کو ملا تھا. ورنہ جب سے محرم اس گھر میں آئی تھی زرخام علی کا غصہ اور چڑچڑا پن سب ختم ہوگیا تھا.

"ہمیں کچھ نہیں پتہ صاحب جی... چھوٹی بیگم ہم میں سے کسی کو کچھ بتائے بغیر ہی نکل گئیں.. میں تو جی شام کا کھانا بنوا رہی تھی خانسامے سے، میں سر پر موجود نہ ہوں تو یہ کھانا خراب کر دیتا ہے..ہم بے قصور ہیں جی آپ یہ دین محمد سے پوچھیں اسکو تو پتا ہی ہو گا..!" اللہ رکھی نے اپنی صفائی پیش کی تھی مگر اسکی کشادہ پیشانی کی تیوریوں میں کوئی کمی نہیں آئی تھی.

دل تو کر رہا ہے ایک ایک کو نوکری سے ہی فارغ کر دوں، نکمے فارغ،بے کار اور بلکل سست ملازم رکھے ہوئے ہیں آپ نے ڈیڈ... ان سب کی لاپرواہی کی وجہ سے آج یہ دن دیکھنا پڑ رہا ہے مجھے.. ورنہ اگر میں اُسے اپنے فارم ہاؤس پر رکھتا تو آج یہ تکلیف نہ اُٹھانا پڑتی مجھے..!" ملازموں پر غصیلی نگاہ ڈالتے ہوئے وہ شہباز حسن عباسی سے مخاطب تھا جو بے تاثر نگاہوں سے اسکا سرخ چہرہ دیکھ رہے تھے. غصے کی شدت سے اسکا منہ لال ہوگیا تھا، برداشت کی حد ختم ہورہی تھی. اسنے انگارہ ہوتی آنکھیں چوکیدار پر ٹکائیں جو مظلومیت کی عمارت بنا کھڑا ہوا تھا.

"تم یہاں آؤ دین محمد..!" اسنے سخت لہجے میں چوکیدار کو پکارا. وہ دل ہی دل میں آیت الکرسی پڑھتے ہوئے اُس تک آیا. باقی ملازمین کی جان نکلنے لگی..

"تمہارے سامنے نکلی تھی نہ وہ..؟؟ تم نے اپنی آنکھوں سے اُسے جاتے دیکھا تھا ناں..؟؟" اسکا گریبان سختی سے دبوچتے ہوئے وہ بھول گیا تھا کہ مقابل شخص عمر میں اس سے کئی سال بڑا ہے.

چوکیدار نے مدد طلب نظروں سے اپنے بڑے صاحب کیطرف دیکھا جو زرا فاصلے پر کھڑے زرخان علی عباسی کا گرجنا اور برسنا قدرے سکون سے دیکھ رہے تھے.

"صاحب معاف کردیں صاحب... میرا کوئی قصور نہیں ہے جی میں نے تو بی بی سے پوچھا تھا کہ وہ اکیلی کہاں جارہی ہیں مگر انہوں نے مجھے ڈانٹ دیا اور کہنے لگیں کہ آپ سے میری شکایت کر دیں گی.. گارڈز بھی تب پچھلے باغیچے میں پریکٹس کر رہے تھے جی ورنہ وہ ہی کچھ پوچھ گچھ کر لیتے اُن سے.." اسنے گڑگڑاتے ہوئے بار بار بتائی گئی بات ایک بار پھر دہرائی. پچھلے چار گھنٹوں میں وہ یہ بات کئی مرتبہ وہاں موجود ہر شخص کو بتاچکا تھا مگر زرخان کا غصہ کسی صورت کم نہیں ہورہا تھا.. ایک سلگتی ہوئی نگاہ چوکیدار پر ڈال کر اسنے ایک جھٹکے سے اسے پرے کیا وہ دور جاکر ماربل کے چکنے فرش پر گرا تھا. مالی بابا نے ایک ترحم آمیز نگاہ زمین پر کانپتے ہوئے چوکیدار پر ڈالی. اُنھیں عنقریب اپنی حالت خراب ہوتی نظر آرہی تھی.

"دفع ہوجاؤ میری نظروں کے سامنے سے ورنہ ایک ایک کو آگ لگادوں گا.!" وہ چلایا تھا.. سب ملازم منٹوں میں وہاں سے غائب ہوئے تھے. داد بخش جو کافی دیر سے کھڑا اسکا اشتعال دیکھ رہا تھا فوراً اسکے قریب آیا تھا.

"ہمت سے کام لیں سائیں، بی بی زیادہ دور نہیں گئی ہوں گی، مل جائیں گی آپ فکر نہ کریں..!" اسکے مضبوط کندھے پر ہاتھ رکھ کر اسنے اُسے حوصلہ دیا تھا.

"چار گھنٹے بیت چکے ہیں بخش... پورے چار گھنٹے.. ایسے کیسے فکر نہ کروں، آس پاس کا سارا ایریا چھان چکا ہوں مگر وہ کہیں نہیں ہے..! میں یہ سب برداشت نہیں کرسکتا بخش، اُسے ڈھونڈو.. جلد از جلد ڈھونڈ لو اُسے ورنہ میں پاگل ہوجاؤں گا..!" بے بسی سے کہتا ہوا وہ داد بخش کو بہت تھکا ہوا لگ رہا تھا. باقی ملازموں کے ساتھ اسکا رویہ جو بھی رہے مگر داد بخش کے سامنے وہ ایک کھلی کتاب تھا. وہ تو

اسکا بچپن کا ساتھی بچپن کا راز دار تھا، اسکی تڑپ اور تکلیف کو بخوبی سمجھتا تھا. داد بخش نے اُسکے شانے پر دباؤ ڈالا تھا جیسے اسے یقین دلا رہا ہو کہ وہ اسکی مشکل حل کردے گا.. اسنے ایک نرم نگاہ داد بخش پر ڈال کر دوسری اپنے دائیں طرف چند قدموں کے فاصلے پر کھڑے شہباز حسن عباسی پر ڈالی..، اسنے دُکھتی ہوئی پلکیں اٹھا کر انکی آنکھوں میں جھانکا جہاں صاف لکھا ہوا تھا..

"بتاؤ اب کیسا فیل کر رہے ہو...؟؟؟"

"کم از کم آپ تو میری تکلیف کو سمجھیں ڈیڈ.. وہ گھر چھوڑ کر چلی گئی ہے.. وہ صرف میری بیوی نہیں ہے، فاطمہ مام کی بھتیجی بھی ہے.. تھوڑی دیر میں رات ہو جائے گی... وہ.. مم.. میرا دم گھٹ رہا ہے.. وہ بہت معصوم ہے.. اگر اسکے ساتھ کچھ غلط..!" وہ محرم کے بارے میں سوچ سوچ کر پاگل ہو رہا تھا.

شہباز حسن نے سنجیدگی سے ایک نگاہ اسکے پریشان چہرے پر ڈالی. پھر پلٹے تھے اور اپنے کمرے میں چلے گئے..

"سائیں میں کہہ رہا ہوں ناں

کہ بی بی مل جائیں گی، ایس-پی کو کال کر دی ہے میں نے.. فارم میں آگیا ہے وہ... جلد ہی پورا شہر چھان مارے گا وہ.. اور.. شاہ سائیں.. انکی طرف سے بدگمان مت ہوں سائیں.. وہ آپ سے بہت محبت کرتے ہیں.. بس اس وقت.. فاطمہ بی بی کی ابدی جدائی کے باعث کچھ چڑچڑے سے ہوگئے ہیں.. آپ انکی طرف سے بھی ریلیکس رہیں پلیز..!" داد بخش نے اسے سمجھایا تھا.

"تمہیں اسے سچائی نہیں بتانی چاہیئے تھی بخش..!" وہ افسردہ سا کہہ رہا تھا.

"آدھی ادھوری حقیقتیں زیادہ زہریلی ہوتی ہیں سائیں، اسی لیے میں نے انہیں پوری حقیقت بتادی تھی..!" داد بخش نے آہستگی سے کہا. زرخان تکلیف زدہ سا وہیں پاس پڑے صوفوں میں سے ایک پر ڈھے گیا.

♦♦♦♦

میرے سکون کی ابتدا سے لے کر

میری اذیت کی آخری انتہا ہو تم

جھلنگا سی چارپائی پر لیٹی وہ آنکھوں پر ہاتھ رکھے اسکی یاد سے چھٹکارا حاصل کرنے کی کوشش کر رہی تھی.. لیکن اب جو وہ محض چند گھنٹوں سے اسکی نظروں سے دور ہوا تھا تو حقیقتاً اسکی جان لبوں پر آرہی تھی.. محرم کی آنکھیں پچھلے آٹھ گھنٹوں میں بے تحاشا رو چکی تھی، سر درد سے پھٹنے کو تھا مگر جیسے ہی ہر منٹ بعد اسے زرخان علی عباسی کا خیال آتا آنکھ پھر سے بھر آتی.. کیا کر رہا ہو گا وہ.. کیا وہ اسے ڈھونڈ رہا ہو گا..؟؟ اسکے اندر کھد بد سی مچ رہی تھی. اتنا آسان کہاں تھا زرخان علی عباسی کے محل سے نکل جانا.. نکل کر پھر اسکی نگاہوں سے مخفی رہ جانا.. اگر شہباز حسن عباسی کی سپورٹ نہ ہوتی تو اب تک تو زرخان اسے ڈھونڈ نکالتا.. بخش سے سچائی سننے بعد وہ سیدھا اپنے کمرے میں ہی آئی تھی. زرخان وہاں نہیں تھا.. محرم نے چند پل اپنا غصہ اور اشتعال قابو کرنے کو کوشش کی تھی اور پھر بنا سوچے سمجھے اپنے کمرے سے باہر نکل آئی تھی. ملازمائیں اپنے اپنے کاموں میں مصروف تھیں وہ دبے پاؤں اندرونی عمارت کا گیٹ پار کر کے باہر لان میں نکل آئی .. مالی بابا گیٹ سے باہر نکل رہے تھے.. گارڈز بھی مین گیٹ کے پاس نہیں تھے. وہ سرعت سے گیٹ کی جانب بڑھی. اسے

اپنا راستہ صاف نظر آرہا تھا، نہیں جانتی تھی کہ راستہ صاف کیا گیا ہے.. چوکیدار نے اسے باہر جانے سے روکا تو وہ اسے ڈپٹ کر باہر نکل آئی.. عباسی ہاؤس سے زرا دور آکر وہ اب رکشے کے لیے نگاہ دوڑا رہی تھی.

تبھی کسی نے اسکا ہاتھ پکڑ کر اسے ایک جانب کھینچا تھا. محرم نے خوفزدہ ہو کر پلٹ کر دیکھا.

"ڈیڈ..!" محرم کے لبوں نے بے آواز جنبش کی تھی.

"علی کو چھوڑ کر جانا چاہتی ہو..؟؟" اسے دیوار کی اوٹ میں لیے وہ سنجیدگی سے پوچھ رہے تھے.

"مجھے اب انکے ساتھ نہیں رہنا ڈیڈ.. میں حقیقت جان چکی ہوں.. انہوں نے آپ دونوں کی زندگی تباہ کردی ڈیڈ.. آئی ہیٹ ہِم..!" کہتے ہوئے محرم کی آواز بھرا گئی.

"کہاں جاؤ گی..؟؟ جہاں بھی جاؤ گی وہ تم تک پہنچ جائے گا..!" شاہ نے اسے نرمی سے سمجھایا.

"چلی جاؤں گی کہیں بھی، اور نہیں ڈھونڈ پائیں گے وہ مجھے.. سولہ سال تک وہ میری مومی کو ڈھونڈتے رہے ہیں ڈیڈ.. مجھے ڈھونڈنے میں بھی اتنے سال تو لگ ہی جائیں گے.. مجھے جانے دیں پلیز..!" وہ اپنا مائنڈ سیٹ کرچکی تھی. اسکی بچگانہ سوچ پر وہ ہولے سے ہنس دیے.

"زمل اسکی بیوی نہیں تھی محرم.. تم اسکی بیوی ہو بیٹا، سولہ سال تو بہت لمبا عرصہ ہے.. وہ تمہیں سولہ گھنٹوں سے بھی کم وقت میں ڈھونڈ نکالے گا..!" شاہ نے اسے حقیقت کا آئینہ دکھایا. اس بار محرم پریشان ہوگئی تھی.

"تو پھر... اب میں کیا کروں ڈیڈ..؟؟ مجھے انکے ساتھ نہیں رہنا..!" محرم کی آنکھوں میں آنسو آرہے تھے.

"کیا تم خود اسکے بغیر رہ لوگی..؟؟" شاہ کا ایک اور سوال.. محرم کا دل تڑپ اٹھا.

"مجھے ان سے دور جانا ہے بس..!!" محرم نے نگاہ جھکا کر کہا.

"ابھی تم دوری کی اذیت نہیں جانتی بیٹا..!" انکی نرمی سے کہی گئی بات اسے اب سمجھ آرہی تھی جب وہ دوری کی اذیت برداشت کر رہی تھی.. رات کی تاریکی بڑھنے لگی تھی. اسنے شاہ سے ضد کی تھی اور تب وہ اسے ایک چھوٹے سے گھر میں لے گئے تھے.. وہاں سے ایک عورت نے اسے کچھ پرانے کپڑے دیے تھے جو اسنے زیب تن کرلیے.. پھر ایک بوڑھے شخص کی پوتی بنا کر اسے اس بوڑھے شخص کے گھر لے آئے تھے. اس گھر کو دیکھتے ہوئے محرم نے شہباز حسن کو یوں دیکھا جیسے انکی دماغی حالت پر شبہ ہو..

"تمہارے لیے اس سے بڑھ کر محفوظ جگہ اور کوئی نہیں ہے..!!" اسکے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے انہوں نے نرمی سے کہا تھا.. محرم نے اثبات میں سر ہلادیا.

"اب میں تم سے ملنے نہیں آپاؤں گا بیٹا.. اب جب بھی آئے گا، تمہاری تلاش میں زرخان ہی یہاں آئے گا..!" شاہ نے آہستگی سے کہا تھا.. اور محرم اب اس دو کمرے کے مکان میں لیٹی سوچ رہی تھی کہ وہ 'جب' کب آئے گا.. اسے اس وقت سے خوف آرہا تھا جب وہ اسکا سامنا کرے گی.. کس قدر غصے میں ہوگا وہ اس وقت ، محرم صرف سوچ ہی سکتی تھی، تصور نہیں کرسکتی تھی.

♦♦♦♦

حشر میں بتاؤں گا تجھے

جو حشر تُو نے کیا ہے میرا

سگریٹ پر سگریٹ جلاتے ہوئے وہ بے چینی سے کمرے میں ٹہل رہا تھا.. رات کے دو بجنے کو تھے مگر ابھی تک پولیس فورس محرم کا پتا لگانے میں ناکام رہی تھی.. خالی کمرہ زرخان علی عباسی کا منہ چڑاتا اسے اشتعال دلا رہا تھا.. آج وہ پورے تین ماہ بعد اتنی کثرت سے سگریٹ نوشی کر رہا تھا. ورنہ جب سے وہ متاع جاں اسکی زندگی میں آئی تھی اسکی ہر رات پر سکون ہوگئی تھی.. گزرے تین ماہ میں اسنے ایک آدھ بار کے علاوہ سگریٹ نوشی نہیں کی تھی.. اب تو بس سر پکڑ کر رونے کی ہی کثر باقی تھی.. داد بخش بھی اپنے ہر ممکن زرائع استعمال کر چکا تھا مگر محرم کا کوئی اتہ پتہ نہیں تھا.. گزرتی رات کے ساتھ زرخان کے پورے وجود میں بے چینیاں سرایت کر رہی تھیں، وہ کل شام سے ہی غائب تھی اور زرخان کا بس نہیں چل رہا تھا کہ زمین کا تختہ الٹ کر اسے زمین کی تہوں میں سے بھی نکال لیتا.. لہورنگ ہوتی آنکھوں کو بنا جھپکے وہ گلاس وال پر پڑے پردوں کو گھور رہا تھا.. بے بسی.. شدید بے بسی.. آج وہ زندگی میں ایک بار پھر سے محرم آفندی کی وجہ سے بے بسی محسوس کر رہا تھا. ورنہ اپنی زندگی میں وہ صرف اس لفظ "بے بسی" سے واقف ہی تھا مگر جب سے وہ اسکی رگوں میں خون بن کر سرایت کرنے لگی تھی، تب سے اب تک وہ بارہا اس لفظ کو محسوس بھی کر چکا تھا مگر آج یہ احساس اتنا شدید تھا کہ وہ پورے عباسی ہاؤس کو زمین بوس کر دینا چاہتا تھا..سوچ سوچ کر ہی اسکا دماغ شل ہورہا تھا.. رات کے آخری پہر اسکی بیوی اسکے گھر میں نہیں تھی.. اپنے شوہر کی محفوظ چھت تلے نہیں تھی.. سیاہ آسمان کے نیچے جانے دنیا کی بھیڑ میں کہاں گم ہو گئی تھی.. پتہ نہیں کہاں.. کس کے ساتھ.. کن ہاتھوں میں تھی.. صحیح سلامت بھی تھی یا..... اسے پتا بھی نہیں چلا تھا اور دو آنسو بہت آہستگی سے اسکی لہورنگ آنکھوں سے نکلتے ہوئے اسکے چہرے پر اگی شیو میں

جذب ہوئے تھے.. آج احساس ہورہا تھا اسے، شدت سے احساس ہورہا تھا کہ زمل فاطمہ کے شہر چھوڑ جانے پر اسکے باپ نے کیسا محسوس کیا ہوگا.. باپ کی اذیت کا سوچ کر اسکی آنکھوں کی نمی میں اضافہ ہوا تھا.. تو یعنی اسے سزا مل رہی تھی.. سولہ سال کا وہ پچھتاوا رائیگاں گیا تھا.. زمل فاطمہ کی تلاش کے بعد اسے لگا تھا اسکی سزا ختم ہوگئی ہے مگر صحیح معنوں میں سزا تو اسے محرم نے دی تھی.. کل شام سے جتنی اذیت وہ اب تک برداشت کر چکا تھا اس اذیت کے ساتھ اس پر ایک ایک سانس لینا بھاری ہورہا تھا.. پورے شہر میں پولیس فورس محرم کو ڈھونڈنے کی کوشش کر رہی تھی.. زرخان کے لیے مزید اس کمرے میں ٹھہرنا مشکل ہورہا تھا.. خالی کمرہ اسے کاٹ کھانے کو دوڑ رہا تھا.. اپنا موبائل فون سائیڈ ٹیبل سے اٹھا کر وہ کمرے سے باہر نکل آیا.. لان میں کچھ گارڈز کے ساتھ کھڑے داد بخش نے اسے وہاں آتے دیکھا تو وہ سرعت سے اسکی جانب بڑھا.

"چلو میرے ساتھ..!" زرخان کی آواز بھاری ہورہی تھی..

"پولیس اپنا کام کر رہی ہے سائیں.. ہم.. ہم بھلا انہیں کہاں ڈھونڈیں گے..؟؟" داد بخش نے بے بسی سے کہا.

"قصور...!" زرخان نے ایک نظر آسمان کو دیکھا تھا.

"مگر سائیں وہ شہر سے باہر نہیں گئیں.. انہیں کسی بس سٹینڈ، ریلوے سٹیشن... کہیں بھی تو نہیں دیکھا گیا ہے..!" داد بخش نے اسے بتایا تھا. زرخان نے اسکی بات پر اپنی پیشانی مسل ڈالی.. اسکی انگارہ ہوتی آنکھیں داد بخش کو پریشان کر رہی تھیں.. اس نے آہستگی سے اسے اپنے گلے لگا لیا.. زرخان کا دل، بہت تیزی سے دھڑک رہا تھا. داد بخش کو اسکی حالت دیکھ کر تشویش ہونے لگی.

"سائیں حوصلہ کریں پلیز..!" داد بخش نے اسے خود میں بھینچا.. زرخان نے اپنا نچلا لب دانتوں میں دبا کر خود کو کمپوز کرنے کی کوشش کی.. دل کی حالت بگڑ رہی تھی. محرم کے بغیر زندگی کا تصور.. سوہانِ روح تھا.

♦♦♦♦

وہ اس کے بیٹے کی زندگی تھی.. اس کی بہو، اسکی بیوی کے جگر کو گوشہ تھی. وہ دیکھ چکا تھا کہ محرم آفندی اسکے بیٹے کے لیے کتنی اہم ہے.. تو بھلا وہ کیونکر اس سے غافل رہ سکتا تھا جسے وہ اپنے کمرے کے دروازے سے پلٹتے دیکھ چکا تھا. ہاں اسنے محرم کو دیکھ لیا تھا.. زرخان کے اپنے کمرے سے چلے جانے کے بعد شاہ، محرم کی تلاش میں اپنے کمرے سے باہر آیا تھا جب اسنے محرم کو داد بخش کے کمرے سے نکلتے دیکھا تھا. وہ روتی ہوئی اپنے کمرے میں گھس گئی تھی. شہباز حسن جان چکا تھا کہ محرم حقیقت جان چکی ہے.. وہ سمجھ سکتا تھا کہ اب وہ کیا فیصلہ کرنے والی ہے.. اور وہ چاہتا تھا کہ محرم وہ فیصلہ کر ہی لے.. کیونکہ زبردستی زرخان کے ساتھ بندھے رہنے کی صورت میں وہ خود بھی تکلیف میں رہتی اور زرخان کو بھی اذیت سے دوچار کرتی.. بہتر یہی تھا کہ وہ خود کو بھی پرکھ لیتی کہ آیا وہ زرخان کے بغیر رہ پاتی ہے یا نہیں، وہ جان لیتی کہ زرخان علی عباسی اسکے لیے کس قدر اہم ہے.. اسی لیے اسنے گارڈز کو پچھلے لان میں جانے کا حکم دے دیا تھا. مالی بابا کو سب سمجھا کر گھر سے باہر بھیجا تھا اور پھر وہی ہوا تھا جو اسنے سوچا تھا. محرم چپکے سے گھر سے نکل گئی... شہباز حسن عباسی پہلے ہی باہر آچکا تھا اور پھر اسنے محرم کو بروقت روک کر اس پر کچھ حقیقتیں واضح کر دی تھیں.. پھر بھی اسکی ضد وہ ہی رہی تو شاہ نے اسے مالی بابا کی پوتی بنا کر عباسی ہاؤس کے کوارٹرز میں ہی چھپا دیا تھا.. مالی بابا اس سب میں شاہ کا حکم ماننے پر مجبور تھے.. زرخان علی عباسی جو اپنی بیوی کو پاگلوں کی طرح

گلی گلی پورے شہر میں ڈھونڈتا پھر رہا تھا، اسکی بیوی اسی کے گھر میں موجود تھی.. اسکے بے حد پاس مگر اسکی نگاہوں سے اوجھل تھی.

♦♦♦♦

"اسنے میرے ساتھ اچھا نہیں کیا بخش... میں اسکی جان لے لوں گا.. بہت تکلیف دی ہے اسنے مجھے.. میں بھی اسے اتنی ہی تکلیف دوں گا..!!" اپنے کمرے کی گلاس وال پر اپنا ہاتھ سختی سے رکھے وہ ایک ایک لفظ چبا چبا کر ادا کر رہا تھا. اسکی شہد رنگ آنکھیں پچھلے تیس گھنٹوں کی اذیت سے جل جل کر انگارہ ہورہی تھیں.. نہ صرف ایک رات گزر چکی تھی بلکہ اگلا سارا دن بھی در در کی خاک چھاننے کے بعد اب ڈھل کر رات میں تبدیل ہوچکا تھا.. وہ کل شام پانچ بجے کے قریب گھر سے نکلی تھی اور اب رات کے گیارہ بج رہے تھے. داد بخش نے تشویشناک نظروں سے اسکے چہرے پر چھائی کرختگی دیکھی تھی.

"آپ جیسا کہہ رہے ہیں ویسا کر پائیں گے..؟؟" داد نے سنجیدگی سے پوچھا. زرخان نے سلگتی نظروں سے اسے گھورا.

"تمہیں کیا لگتا ہے..؟؟" زرخان کا لہجہ تلخ ہورہا ہے.

"مجھے لگتا ہے کہ، بی بی جلد ہی ملنے والی ہیں اور بس..!!" داد بخش نے گلاس وال سے نظر آتی، لان میں پھیلی سیاہی دیکھتے ہوئے کہا. وہ کچھ سوچ رہا تھا.

"میرے زخموں پر نمک چھڑک رہے ہو تم..؟؟ زرخان نے اسکے پرسوچ چہرے کی جانب دیکھتے ہوئے تڑپ کر کہا. داد بخش ہنوز گلاس وال کے پار دیکھ رہا تھا. اسنے زرخان کے سوال کا کوئی جواب نہیں دیا تھا.

"سائیں.. ایس-پی کا کہنا ہے کہ بی بی پورے شہر میں کہیں نہیں ہیں، نہ زمین سے اوپر.. نہ زمین کے نیچے.. اور نہ ہی وہ شہر سے باہر گئی ہیں..!!" داد بخش نے آنکھیں سکیڑ کر ملازمین کے لیے بنائے گئے کوارٹرز میں سے ایک الگ، ہٹ کر بنائے گئے کوارٹر کو دیکھتے ہوئے کہا. زرخان نے بھی اسکی نگاہوں کے تعاقب میں وہاں دیکھا تھا.. کوارٹر میں دھیمی سی روشنی جلی تھی.. ایک سرمئی آنچل لہرایا تھا..

زرخان کا دل دھڑک اٹھا..

"مطلب..؟؟" زرخان بغور اسی جانب دیکھ رہا تھا. دونوں کی نگاہوں کا مرکز ایک ہی منظر تھا.

"مطلب صاف ہے...!" بخش نے بات ادھوری چھوڑ دی.

"وہ... وہ عباسی ہاؤس میں ہی ہے..!!" زرخان نے اسکی بات پوری کردی تھی.

"ایگریکٹلی..!!" کہتے ہوئے داد بخش نے گلاس وال پر اپنی شہادت کی انگلی وہاں رکھی تھی جسکے تعاقب میں وہ ہی الگ تھلگ کوارٹر تھا.. روشنی ہنوز جل رہی تھی. زرخان بنا وقت ضائع کیے کمرے سے باہر نکلا تھا.

داد بخش نے بھی اسکی تقلید کی تھی..

♦♦♦♦

مالی بابا سے اسے خبر مل چکی تھی کہ زرخان پورے شہر میں اسے تلاش کر رہا ہے.. وہ سوچ رہی تھی کہ مالی بابا اور ڈیڈ کو بنا بتائے ہی رات کی تاریکی میں یہاں سے کہیں چلی جائے.. وگرنہ جب وہ پورا شہر چھان سکتا تھا تو یہ تو پھر اسی کے گھر کی حدود میں بنا چھوٹا سا کوارٹر تھا.. بے شمار سوچیں تھیں جو اسے پریشان کیے دے رہی تھی.. مالی بابا اور انکا آٹھ سالہ پوتا دوسرے کمرے میں خواب خرگوش کے مزے لوٹ رہے تھے جبکہ وہ خود اس کمرے میں بے چینی سے ٹہل رہی تھی.. دفعتاً دروازے

پر دستک ہوئی تھی.. محرم نے اپنے کمرے کے کھلے دروازے سے نظر آتے بیرونی دروازے کو دیکھا جو بجایا گیا تھا.. دستک بلند اور شدید تھی. محرم نے گھبرا کر گھڑی کی جانب دیکھا جو رات کے سو گیارہ بجا رہی تھی.. اسنے جلدی سے کمرے کا دروازہ بند کیا اور خود دروازے سے لگ کر کھڑی ہو گئی.. دل ایک دم ہی خوف سے دھڑکنے لگا تھا.. شاید مالی بابا دروازہ کھول چکے تھے.. بھاری قدموں کی آواز.. محرم نے اپنے دل پر ہاتھ رکھ لیا اور دروازے کے پیچھے دیوار سے جالگی..

"محرم کہاں ہے..؟؟" زرخان علی عباسی کی سخت آواز سن کر رہی سہی کسر بھی نکل گئی تھی. محرم کا دل بند ہونے کو تھا..

"ہمیں معاف کریں چھوٹے صاب.. بیگم صاحبہ یہاں نہیں ہیں جی..!" مالی بابا کی گڑگڑاہٹ محرم کو بخوبی سنائی دی تھی.

"محرم باہر آؤ..!!" زرخان سخت آواز میں چلایا.. محرم کی جان نکلنے لگی..

"صاب وہ میری پوتی ہے، بیگم صاحبہ یہاں نہیں ہیں..!!" مالی بابا نے ایک بار پھر جھوٹ بولا تھا.. مگر زرخان کا دھڑکتا دل گواہی دے رہا تھا کہ محرم یہیں کہیں آس پاس ہے..

"بی بی اگر آپ اندر ہیں تو پلیز باہر آجائیں، ورنہ سائیں اس مالی کو نہیں بخشیں گے..!!" اسکے کمرے کے بند دروازے کو آہستگی سے ناک کرتے ہوئے داد بخش نے دھیمی آواز میں کہا تھا، جیسے اسے یقین تھا کہ اندت موجود لڑکی محرم ہی ہے... محرم نے آنکھوں میں اڈتی نمی حلق میں اتارنے کی کوشش کی اور کانپتے ہاتھوں سے دروازہ کھولا. زرخان کی بے تاب نگاہیں سرعت سے اس جانب متوجہ ہوئی تھیں.. اسکا یقین سچا تھا.. سامنے کھڑی لڑکی کوئی اور نہیں محرم آفندی ہی تھی. داد بخش سرعت سے

سائیڈ پر ہوا تھا۔ زرخان نے قہر آلود نظروں سے مالی کو گھورا۔۔ پھر درشتگی سے اسکا گریبان پکڑ لیا۔۔ وہ بے چارہ ہاتھ جوڑے گڑگڑانے لگا۔۔

"زرخان رک جائیں پلیز۔۔ اس میں ان کا کوئی قصور نہیں ہے۔۔!!" محرم اسکا بازو تھامتے ہوئے کپکپاتی آواز میں چلائی تھی۔۔ اسنے پہلی بار اسکا پورا نام لیا تھا۔ زرخان نے ایک جھٹکے سے بوڑھے مالی کو چھوڑ دیا اور سلگتی نظروں سے اسکی جانب دیکھا جس کی قاتل آنکھیں بہہ رہی تھیں۔۔عام حالات میں وہ کبھی بھی ایک بزرگ کا گریبان پکڑنے کا سوچ بھی نہیں سکتا تھا مگر محرم کی جدائی نے اسکا دماغ خراب کر دیا تھا۔ زرخان نے ایک نظر بوڑھے مالی پر ڈالی۔

"معذرت۔۔۔۔!" اپنا ہاتھ اٹھا کر اسنے بڑی مشکل سے یہ لفظ ادا کیا تھا۔ پھر محرم کو گھسیٹتے ہوئے وہاں سے نکل گیا۔۔ داد بخش نے مالی کا کندھا تھپکتے ہوئے اسے حوصلہ دیا جسکے چہرے پر اپنی نوکری گنوانے کا خوف تھا۔

♦♦♦♦

"چھوڑیں مجھے۔۔۔ خان۔۔ چھوڑدیں۔۔!" روتی ہوئی محرم اس سے اپنا بازو چھڑوانے کی کوشش کر رہی تھی۔۔ آواز میں غصے کی آمیزش تھی۔۔ اسکا ہاتھ سختی سے پکڑے زرخان نے اسے کمرے میں لا کر دروازہ پاؤں کی زور دار ٹھوکر سے بند کیا تھا اور اسے بیڈ کی طرف دھکا دیا۔۔ وہ اوندھے منہ بیڈ پر جاکر گری تھی۔ اسکا بازو دکھنے لگا تھا۔ محرم نے پلٹ کر غصے سے اسکیطرف دیکھا مگر اسکے چہرے پر چھائی کرختگی اور سرخ آنکھیں اسکی ریڑھ کی ہڈی میں سنسناہٹ دوڑا گئی تھیں۔ وہ غصے سے اسکی طرف بڑھا تھا۔

"کیوں کیا تم نے میرے ساتھ ایسا...؟؟ کیوں..؟؟" اسکے دونوں بازو دبوچتے ہوئے وہ چلایا تھا. انداز جنونی ہورہا تھا.. محرم کا دل کانپ اٹھا. زرخان کی گردن کی رگیں تن گئی تھیں.

"نہیں رہنا مجھے آپ کے..."

"زبان بند... بالکل چپ... اگر یہ الفاظ اپنی زبان سے نکالو گی تو زبان کھینچ لوں گا تمہاری..!!" زرخان اسکی بات کاٹتے ہوئے غرایا تھا.. محرم نے بے یقینی سے اسکی جانب دیکھا.. آج وہ اسے پہلی ملاقات والا زرخان عباسی لگ رہا تھا جس نے اسکے گال پر تھپڑ مارا تھا.. محرم کی آنکھوں سے نکلتے آنسو اسکے رخسار بھگونے لگے.

"تو پھر کھینچ لیں یہ زبان.. کھینچ ڈالیں خان مگر آپ نے جو کچھ میری مومی کے ساتھ...!" اس بار پھر زرخان نے اسکی بات پوری نہیں ہونے دی تھی.

"ہاں کیا ہے میں نے غلط.. ہوں میں قصور وار.. ہوگیا مجھ سے گناہ.. مگر یہ انکا اور میرا معاملہ ہے... انکا اور ڈیڈ کا معاملہ ہے.. تمہارے ساتھ میں نے کیا غلط کیا ہے محرم..؟؟ تمہیں میں نے کب تکلیف دی ہے..؟؟ تمہیں تو زرخان نے اپنی سانسوں میں.. اپنی دھڑکنوں میں بسا لیا.. تمہاری صورت دیکھ دیکھ کر جیتا ہوں.. تم سے تمہاری خاطر ہی دور رہا، تمہیں چھونے کے لیے تمہاری قربت کے لیے تمہاری مرضی کا انتظار کرتا رہا اور اب جب تم پاس آئی ہو تو دور جانے کی بات کررہی ہو..؟؟ مجھے جیتے جی موت کا ذائقہ چکھا دیا تم نے ان تیس گھنٹوں میں.. پل پل مرا ہوں.. تڑپا ہوں تمہارے لیے.. کتنا پریشان رہا ہوں تمہیں اس بات کی کوئی فکر نہیں ہے بے حس لڑکی... بس اتنا پتہ ہے کہ میں نے تمہاری مومی کے ساتھ غلط کیا ہے.. اور جو تم نے میرے ساتھ غلط کیا ہے اسکا کیا...؟؟ اسکا

کیا محرم عباسی..؟؟میرے ان گزرے تیس گھنٹوں کی اذیت کا حساب کون دے گا...؟" اسے بازوؤں سے پکڑے وہ جھنجھوڑ رہا تھا. محرم یک ٹک اسکی سیاہ پلکوں پر اٹکا وہ موتی دیکھ رہی تھی جو بولتے بولتے اسکی پلکوں پر چمکنے لگا تھا.. محرم کا دل پل میں موم ہوا تھا..

"خان..!" محرم کے لب پھڑپھڑائے تھے. بے اختیار اسنے زرخان کی پلکوں کو چھوا تھا.. زرخان نے سختی سے اسکا ہاتھ جھٹکا..

"مت کرو پرواہ ان آنسوؤں کی.. مر جانے دو مجھے.. تڑپنے دو.. تم سے عشق کیا ہے، تمہیں چاہا ہے اسکی سزا تو ملنی چاہیئے زرخان کو...میری بچپن کی ایک غلطی.. فقط ایک غلطی میری زندگی بھر کا گناہ بن چکی ہے جسکی معافی ملنے کے بعد بھی میری سزا ختم نہیں ہو رہی...!!" وہ تکلیف زدہ سا کہہ رہا تھا.. محرم نے بھیگی آنکھوں سے اسکا سرخ چہرہ دیکھا.

"خان... ایسے مت کہیں پلیز.." محرم نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا. زرخان نے محبت سے اسکا گلابی چہرہ دیکھا. کتنا بے بس تھا وہ اس چھوٹی سی لڑکی کے سامنے..بظاہر مضبوط مگر حقیقتاً کس قدر کمزور.. زرخان نے نرمی سے اسکا گلاب چہرہ اپنے ہاتھوں کے پیالے میں بھر لیا..

"کیوں دی اتنی اذیت.. کیوں کیا جانم.. تم کب سمجھو گی..؟؟ کب جانو گی کہ میرے لیے کیا ہو تم..؟؟ تمہیں کیسے یقین آئے گا جانم کہ زرخان عباسی کی روح کی ٹھنڈک ہو تم.. میرے دل کا قرار میری آنکھوں کا سکون ہو تم... میں سولہ برسوں سے بد سکون تھا، بے چین تھا.. تم میرا وہ سکون ہو جو فاطمہ مام نے مجھے دیا ہے.. میری زندگی تمہارے بغیر ادھوری ، بے کشش، بد رنگ تھی.. تم نے اس میں رنگ بھرے ہیں.. مجھ سے دور جا کر مجھے ادھورا مت کرو جانم... آئندہ ایسے مت کرنا

پلیز... کبھی مت کرنا..!!" اسکی پیشانی سے اپنی پیشانی ملاتے ہوئے وہ بھیگی ہوئی آواز میں کہہ رہا تھا. محرم اسکی محبت، اسکی وار فتگی پر دنگ رہ گئی.. وہ جو اتنے غصے میں تھا محرم کو قریب پاتے ہی بکھر گیا تھا. محرم کی آنکھیں زرخان کے لیے آنسو بہانے لگیں.

"خان.. بس کردیں ناں..!" اسکے گال پر ہاتھ رکھتے ہوئے محرم نے نرمی سے اسی کے انداز میں اسے منایا تھا.. اسکی ساری ناراضگی سارا غصہ کہیں گم ہوگیا تھا. وہ چاہ کر بھی اس سے بے رخی نہیں برت پارہی تھی..

"تمہارے بغیر زرخان مرجائے گا.. تم نہیں جانتی کہ میں نے تمہارے بغیر یہ وقت کیسے گزارا ہے.. ایک ایک لمحہ عذاب تھا.. ایک ایک سانس میں کرب تھا.. میرے پاس رہنا.. ہمیشہ.. میرے ساتھ رہنا جانم..!" اسے بانہوں میں بھرتے ہوئے وہ التجا کر رہا تھا.. محرم نے اپنا آپ اسکے سپرد کر دیا جو اسکی قربت میں آج اپنے حواس کھو رہا تھا.. دو دن کی شدید تھکن جو اسکے اعصاب پر سوار تھی، محرم کی قربت میں اتر رہی تھی..

"نہیں رہ سکتا... کبھی... نہیں.. دور.. دور.. مت جانا.. پلیز..!" اسکے گلاب چہرے پر جھکا وہ سرگوشیاں کر رہا تھا.. محرم کے دل کی دھڑکنیں بے ہنگم ہو رہی تھیں.. زرخان کے دل کی دھڑکنیں بہت قریب.. اسے شدت سے محسوس ہورہی تھیں..

♦♦♦♦

وقت اپنی مخصوص رفتار طے کرتا آج اسے اس مقام پر لے آیا تھا کہ وہ باپ بننے والا تھا. داد بخش ایک سال قبل ہی بڑی پیاری سی بیٹی کا باپ بن چکا تھا.. محرم ان گزرے تین سالوں میں انٹر کے ایگزیمز بھی دے چکی تھی.. اس وقت وہ ہاسپٹل میں موجود تھا. دل بے حد پریشان تھا.. ڈاکٹرز کہہ

چکے تھے ، اسے تسلی بخش جواب بھی دے چکے تھے مگر وہ پھر بھی اپنے دل سے مجبور تھا جو محرم کے آپریشن تھیٹر میں جانے کے بعد سے ہی پریشان تھا.. اسکے لبوں پر اپنی آنے والی اولاد کی سلامتی سے پہلے محرم کی سلامتی کی دعائیں تھیں. داد بخش ہمیشہ کی طرح اسکے ساتھ اسکے پاس ہی تھا جبکہ عریشہ محرم کے ساتھ اندر آپریشن تھیٹر میں ہی تھی.. ایک گھنٹے کے صبر آزما انتظار کے بعد عریشہ چہکتی ہوئی باہر آئی تھی. زرخان سرعت سے اسکی جانب بڑھا تھا.

"مبارک کو زرخان بھائی.. اللہ نے جڑواں بیٹوں کی نعمت سے نوازا ہے آپکو..!" عریشہ بے حد خوش تھی.داد بخش نے خوشی سے مسکراتے ہوئے زرخان کا کندھا تھپکا... لیکن زرخان کے لبوں پر مسکراہٹ نہیں آئی تھی.

"محرم.. وہ کیسی ہے..؟؟" زرخان نے بے تابی سے پوچھا..

"وہ بھی بالکل ٹھیک ہے مگر ابھی بے ہوش ہے.. تھوڑی دیر میں ہوش آجائے گا اسے..!!" عریشہ نے مسکراتے ہوئے کہا. زرخان کی جان میں جان آئی تھی. اب کی بار اسکے ہونٹوں پر بھی مسکراہٹ در آئی تھی.. ایک خوبصورت، پرسکون مسکراہٹ..!

"میں ابھی مل سکتا ہوں اس سے..؟؟" زرخان نے عریشہ کو پلٹتے دیکھ کر پوچھا تھا.

"میں نے بتایا تو ہے کہ وہ بے ہوش ہے.. آپ پہلے بچوں کو دیکھ لیجئے ناں.. میں لے کر آتی ہوں تھوڑی دیر میں..!!" عریشہ نے اسکی بے تابی پر اپنی ہنسی روکتے ہوئے کہا.

"نہیں.. میں پہلے محرم سے ملنا چاہتا ہوں.. بچوں کو پہلے وہ ہی دیکھے گی..!" زرخان نے نرمی سے کہا. بخش اسکی دیوانگی دیکھ کر اکثر حیران رہ جایا کرتا تھا. پھر محرم کے ہوش میں آتے ہی وہ اس سے ملنے

کو سرعت سے پرائیویٹ روم میں گیا تھا.. وہ آنکھیں موندے شاید تکلیف برداشت کرنے کی کوشش کر رہی تھی.

"جانم..!" اسکے بیڈ کے پاس سٹول پر بیٹھتے ہوئے اسنے نرمی سے اسے پکارا تھا. محرم نے آنکھیں کھول کر اسکی جانب دیکھا. زرخان کے لبوں پر پھیلی دھیمی مسکراہٹ دیکھ کر وہ بھی مسکرائی تھی..

"مبارک ہو خان..!" محرم نے ہولے سے کہا تھا.

"تمہیں بھی بیٹوں کی مبارک ہو جانم..!" اسکا ہاتھ لبوں سے لگا کر وہ نرمی سے گویا ہوا. وہ کھل کر مسکرائی.

"خان آپ نے دیکھے ہیں ہمارے بیٹے..؟؟ کس کے جیسے لگے آپکو..؟؟" محرم پرجوش سی پوچھ رہی تھی.

"انہیں تم دیکھ لو جانم.. میں تو صرف تمہیں دیکھوں گا.." اسے وارفتگی سے دیکھتے ہوئے وہ محبت سے کہہ رہا تھا. محرم کے لبوں کی مسکراہٹ گہری ہوگئی.

"باز آجائیں آپ.. اتنی مشکلوں سے آپکو پیارے پیارے بیٹے دیے ہیں میں نے اور آپ کہہ رہے ہیں کہ انہیں میں دیکھ لوں..؟؟" محرم نے مصنوعی خفگی جتائی.

"آئی پرامس کہ آئیندہ تمہیں اتنی مشکلات برداشت نہیں کرنے دوں گا..!!" زرخان نے مسکراتے ہوئے کہا.

"مطلب..؟؟" محرم نے نا سمجھی سے پوچھا.

"مطلب تمہیں وقت بتادے گا.. ابھی میں زرا اپنے بیٹوں کو دیکھ لوں..!" کہتے ہوئے اسنے نرمی سے محرم کی پیشانی چومی تھی اور پھر کاٹ میں سوئے بچوں کی طرف بڑھا. محرم نے مسکراتی نظروں سے اسکی جانب دیکھا جو اپنے بیٹوں کو والہانہ چوم رہا تھا.. محرم نے آہستگی سے آنکھیں موند لیں. ایک تھکا ہوا آنسو اسکی کنپٹیوں میں جذب ہوا تھا.. زمل فاطمہ اور شہباز حسن کی یاد شدت سے آئی تھی.. زمل کی وفات کے ایک ماہ بعد ہی شہباز حسن بھی انہیں چھوڑ کر زمل کے ساتھ جا سوئے تھے.. اسی قبر میں جو انہوں نے داد بخش سے کہہ کر اپنے لیے کھدوائی تھی..

♦♦♦♦

چھ سال بعد..

شہر خموشاں میں ایک گہرے سناٹے کا راج تھا. اسفند اور آیان کی انگلیاں تھامے وہ دو قبروں کے سامنے آکر رکا تھا. وہ دونوں قبریں ساتھ ساتھ تھیں جنکے سرہانے پر سات سال قبل، اسنے اسفند اور آیان کی پیدائش سے بھی پہلے پودا لگایا تھا اور آج وہ درخت بنا ان قبروں کو چھاؤں فراہم کر رہا تھا. زمل فاطمہ کی قبر کے ساتھ والی قبر پر لگی تختی پر بڑے واضح لفظوں میں شہباز حسن عباسی لکھا ہوا تھا. زرخان نے فاتحہ پڑھنے کے لیے اپنے ہاتھ اٹھائے تو اسکے بیٹوں نے بھی معمول کے مطابق اپنے ہاتھ دعا کے لیے اٹھالیے تھے.. وہ قبریں نو سال پرانی تھیں.. اور نو سال میں وہ ہر جمعرات باقاعدگی سے یہاں آیا کرتا تھا.. اسفند اور آیان تین سال کے ہوئے تو انہیں بھی ساتھ لانے لگا تھا.. ان دونوں کے دل بھی اپنے دادا، دادی کی محبت سے منور تھے.. دعا مانگ کر زرخان نے ایک مسکراتی نگاہ ان قبروں پر ڈالی تھی اور اپنے بیٹوں کو لیے پلٹا. قبرستان کے گیٹ پر اسکا دوست.. اسکا سایہ داد بخش ہمیشہ کی طرح ہاتھ باندھے کھڑا تھا.. زرخان مسکراتے ہوئے اسکی طرف بڑھا تھا. زمل اور شاہ

کی قبروں کی نرم مٹی نے زرخان علی عباسی کو دعائیں دی تھیں.. اسے آج گھر جاتے ہوئے محرم کے لیے کچھ تحفے خریدنے تھے.. آج اسکے بیٹوں کی سالگرہ تھی مگر اپنے بیٹوں سے زیادہ وہ محرم کے لیے گفٹس لینے کا ارادہ رکھتا تھا.. آخر کو دو بیٹوں جیسا خوبصورت تحفہ اسے محرم نے ہی تو دیا تھا.. دوسری جانب محرم ملازمین سے پورا گھر ڈیکوریٹ کرواچکنے کے بعد اب خود بھی تیار ہورہی تھی.. اسکا خان گھر آنے والا تھا.. گزرے چھ سالوں میں اسے زرخان کی تمام باتوں کی سمجھ آ چکی تھی.. زرخان نے اسے دوبارہ ایکسپیکٹ نہیں کرنے دیا تھا.. اپنے وعدے کے مطابق وہ اسے دوبارہ مشکلات میں نہیں ڈالنا چاہتا تھا.. محرم اکثر بیٹی کی کمی محسوس کرتی مگر زرخان کی ضد کے سامنے مجبور تھی.. وہ سوچ چکی تھی کہ آج پھر زرخان سے اس بارے میں بات کرے گی.. تیار ہوتے ہوئے وہ سوچ رہی تھی کہ جانے زرخان مانے گا یا نہیں.. زرخان کی گاڑی کے ہارن کی آواز سن کر وہ باہر کو بھاگی.. اسکا میک اپ ادھورا تھا.. ملازمائیں ارے ارے ہی کرتی رہ گئیں مگر اسے زرخان سے ملنے کی جلدی تھی.. وہ جانتی تھی کہ ادھورے میک اپ میں بھی وہ زرخان کو خوبصورت ترین ہی لگے گی.. رات کی پھیلتی سیاہی عباسی ہاؤس کی روشنیوں پر سرشار تھی..

◆◆◆◆◆◆◆◆◆◆◆◆◆◆◆◆◆◆◆◆◆

The End